لاتفرقوا

غزالہ اظہر

ندیم بک ہاؤس

میاں چیمبرز ۳، ٹمپل روڈ لاہور فون ۶۳۶۲۲۶۰۶

I-8 مرکز اسلام آباد: ۲۱۶۳۱۸

ISBN 969-8015-11-6

۱۹۹۳ء
ناشر: ندیم بک ہاؤس
مطبع: بک پرنٹرز لاہور
تزئین و سرورق: نعیم احسن
قیمت: ۱۷۵/ روپے

واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا

اور تم سب مل کر خدا کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور تفرقے
میں مت پڑو

آل عمران

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے

اقبالؒ

فہرست

پیش لفظ

اتحاد بین المسلمین ہمیشہ سے وقت کی اہم ضرورت رہا ہے۔ خصوصاً" آج جب کہ مسلمانوں میں آپس کی لڑائیاں اور فرقہ بندیاں اپنے عروج پر ہیں اور مادی لحاظ سے انسان نے اتنی ترقی کرلی ہے کہ جس سے بظاہر تو وہ بڑا ترقی یافتہ معلوم ہوتا ہے لیکن اسکے ساتھ ساتھ اس نے اپنی تباہی اور بربادی کے لئے ایسا سامان خود اپنے ہاتھوں سے تیار کرلیا ہے جس سے خشکی' تری اور فضاؤں میں فساد برپا ہو گیا ہے اور یہ قیامت اس ملک' اس علاقے اور اس قوم پر ہی آتی ہے جہاں پہلے اپنے گھر' اپنے وطن اور اپنے دین میں نفاق پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسے حالات میں ہر اہل دل سچے مومن کا دل تڑپ رہا ہے اور سوال کر رہا ہے۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبیؐ دین بھی ایمان بھی ایک

حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

(اقبال) عبد الرحمٰن

میں نے اس کتاب کو لکھتے ہوئے نہایت احتیاط سے کام لیا ہے اور قرآن پاک کی آیات کے ساتھ صرف ایسی احادیث سے مدد لی ہے جن کا مفہوم کسی بھی قرآنی حکم سے نہ ٹکراتا ہو۔ جن کے راوی اپنے وقت کے جلیل القدر صحابہ ہوں اور ان احادیث کی صحت میں کسی قسم کا شک نہ ہو۔ اس کے علاوہ مستند تواریخ سے مدد لی ہے اور کوشش کی ہے کہ مسلمانوں کی آپس میں بدگمانیاں دور ہو جائیں۔

اگرچہ اکابر علمائے دین کے ہوتے ہوئے جب کہ میں نہ عالم ہوں نہ فقیہ ہوں۔ یہ کوشش دریا کے سامنے ایک قطرے کی مانند ہے لیکن اگر دیکھنے والی آنکھ اور جاننے والا دل ہو تو ایک قطرے کی زندگی بھی اسرار حیات سکھا دیتی ہے۔

اللہ ہم سب کو مل کر اپنی رسی مضبوطی سے تھامے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

غزالہ اظہر

منافقین

جو لوگ بظاہر دوستی کا لبادہ اوڑھ کر کسی گھر میں، کسی ملک، کسی قوم و مذہب کا شیرازہ بکھیرنا چاہتے ہیں۔ وہ لوگ دراصل دوست نہیں دشمن ہوتے ہیں۔ اور ایسے لوگ منافقین کہلاتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں منافقین کے دو گروہ تھے۔

۱۔ ایک وہ تھے جو زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کے رسول ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ مگر ان کے دلوں میں کفر ہوتا تھا اور یہ صرف دینی منافع حاصل کرنے اور مجاہدین کی تلواروں سے محفوظ رہنے کے لئے بظاہر مسلمان بنے رہتے تھے۔ ایسے منافقین کے لئے اللہ تعالیٰ کلام پاک میں سورہ النساء پانچویں پارہ کی آیت نمبر ۱۴۵ میں ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ۝ (نساء ۱۴۵)

ترجمہ: "کچھ شک نہیں کہ منافقین لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور تم ان کا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے۔"

۲۔ دوسری قسم کے منافق وہ لوگ تھے جو اسلام میں داخل تو ہوئے مگر ان کا ایمان کمزور تھا۔ اس قسم کے منافقین کی کئی قسمیں تھیں۔ مثلاً

(i) ضعف اعتقاد کے ساتھ اسلام کا اظہار کرتے تھے۔ ان کے دلوں میں تذبذب تھا۔ کبھی اہل ایمان کی طرف مائل ہوتے اور کبھی کفار کی طرف۔

اسلام چونکہ حرص مال، حب جاہ، حسد، کینہ اور دنیاوی لذتوں اور خواہشات نفسانیہ پر قابو پانے کا درس دیتا ہے۔ اس لئے ان چیزوں کی محبت ان کے دلوں میں استحکام نہیں آنے دیتی تھی اور اللہ کی عبادت دل سے نہیں کرتے تھے۔ ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے پانچویں پارہ میں سورہ نساء کی آیت نمبر ۱۴۲ میں فرمایا ہے۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (نساء ۱۴۲)

ترجمہ : "منافق (ان چالوں سے اپنے نزدیک) خدا کو دھوکا دیتے ہیں (یہ اس کو کیا دھوکا دیں گے) وہ انہیں دھوکے میں ڈالنے والا ہے۔ اور جب یہ نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو سست اور کاہل ہو کر (صرف) لوگوں کے دیکھانے کو اور خدا کو یاد ہی نہیں کرتے مگر بہت کم۔"

(ii) ان میں بعض ایسے تھے کہ وہ دنیوی معاملات اور امور معاش میں اس قدر مصروف تھے کہ ان کے پاس آیات الٰہی پر غور و فکر کرنے کے لئے وقت ہی نہ تھا۔ ان کے متعلق پارہ نمبر ۲۶ سورہ محمدؐ کی آیت نمبر ۲۴ میں ارشاد آتا ہے۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۝ (محمد ۲۴)

ترجمہ : "بھلا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر

قفل لگ گئے ہیں۔

(iii) بعض لوگ ایسے تھے جو صرف اس لئے ایمان لے آئے کیونکہ ان کی قوم ایمان لے آئی تھی۔ یعنی اگر ان کی قوم ایمان نہ لاتی تو وہ بھی کفر پر قائم رہتے۔

(iv) ان میں ایک گروہ ایسا بھی تھا جو دل میں حضور اکرمؐ کی رسالت کے متعلق شہادت رکھتا تھا اور پیٹھ پیچھے آپؐ کی ذات مبارکہ پر طعنہ زنی اور ہنسی مذاق کرتا تھا ۔ قرآن کریم جب ان امور پر ان کو تنبیہہ فرماتا تو وہ حیران رہ جاتے۔ پارہ نمبر۱۰ سورہ توبہ کی آیت نمبر ۶۴ اور ۶۵ میں ہے۔

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ○ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ○

ترجمہ : "منافق ڈرتے رہتے ہیں کہ ان پیغمبر پر کہیں کوئی ایسی بات نہ اتر آئے کہ ان کے دل کی باتوں کو ان مسلمانوں پر ظاہر کر دے۔ کہہ دو کہ ہنسی کئے جاؤ۔ جس بات سے تم ڈرتے ہو خدا اس کو ضرور ظاہر کرے گا۔ اور اگر تم ان سے اس بارے میں دریافت کرو تو کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی بات چیت اور دل لگی کرتے تھے۔ کہو کیا تم خدا اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی کرتے تھے؟"

(v) بعض لوگ وہ بھی تھے جو اپنے قبیلے اور گھرانے سے محبت رکھتے تھے

جس کی وجہ سے ان کی ہر طرح سے امداد اور اعانت کرتے تھے۔ چاہے اس سے مسلمانوں اور اسلام کو کتنا ہی نقصان پہنچ جائے۔ تمام اسلامی مفسرین اور بہت سی کتب احادیث میں ہے کہ مدینہ شریف میں ایک مسجد جو مسجد قبا کے نام سے مشہور تھی، حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ہفتے کے روز وہاں تشریف لے جاتے تھے اور نماز پڑھاتے تھے۔ منافقوں نے یہ چاہا کہ اس کے مقابلے میں اپنی الگ مسجد بنالیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مدینے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے قبیلہ خزرج میں ایک شخص ابو عامر نام کا رہتا تھا جو ایام جاہلیت میں عیسائی راہب تھا۔ اس کا شمار علمائے اہل کتاب میں ہوتا تھا اور رہبانیت کیوجہ سے اس کے علمی وقار کے ساتھ ساتھ اس کی درویشی کا سکہ بھی مدینے اور اطراف میں بیٹھا ہوا تھا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے تو اس کی رہبانیت وہاں خوب چل رہی تھی۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی درویشی کا دشمن سمجھا اور اپنے کاروبار کا حریف سمجھا اور آپؐ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گیا۔

ابو عامر آپؐ کے مدینہ تشریف لے جانے پر اسلام تو کیا لاتا۔ آپؐ کا کھلم کھلا دشمن ہو گیا اور وہاں سے نکل کر مکے کے کافروں سے جا ملا اور ان کو آنحضرت صلی اللہ وعلیہ وسلم سے لڑنے پر برانگیختہ کیا۔ چنانچہ احد کی لڑائی ہوئی اور وہ کافروں میں شامل ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ احد کی لڑائی میں اس نے احد کے میدان جنگ میں وہ گڑھے کھدوائے تھے جن میں سے ایک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم گر کر زخمی ہوئے تھے۔ پھر جنگ احزاب میں جو لشکر ہر طرف سے مدینہ چڑھ آئے تھے ان کو چڑھا لانے میں بھی اس کا نمایاں حصہ تھا اس کے بعد غزوہ

حنین تک جتنی لڑائیاں مشرکین عرب اور مسلمانوں کے درمیان ہوئیں ان سب میں یہ عیسائی درویش اسلام کے خلاف شرک کا سرگرم حامی رہا۔ آخر کار اسے اس بات سے مایوسی ہوئی کہ عرب کی کوئی طاقت اسلام کے سیلاب کو نہ روک سکے گی اس لئے وہ قیصر روم کو اس خطرے سے آگاہ کرنے روم کے بادشاہ ہرقل کے پاس گیا اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے کے لئے مدد کا خواستگار ہوا۔ شہنشاہ ہرقل نے مدد کا وعدہ کر لیا۔ یہ اسکے پاس ٹھہرے رہا اور مدینہ کے کافروں کو مکہ بھیجا کہ روم سے عنقریب ایک لشکر آتا ہے جو مسلمانوں کو تباہ کردے گا تم ایک مضبوط جگہ بنا رکھو جہاں وہ شخص جو اسکے پاس سے پیغام رسانی کے لے آیا کرے قیام کیا کرے۔ تو انہوں نے مسجد قبا کے پاس ہی ایک مسجد بنائی. شروع کی اس مسجد کو مسجد ضرار کہتے ہیں' جب وہ تیار ہو چکی تو منافقین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم نے بیماروں اور ناتوانوں کے لئے نیز برسات کے خیال سے ایک مسجد بنائی ہے آپؐ وہاں تشریف لے چلیں اور نماز پڑھائیں اور دعائے برکت کریں۔ تاکہ وہاں جماعت قائم ہو جائے۔

مدینے میں اس وقت دو مسجدیں تھیں مسجد قبا اور مسجد نبوی اور آبادی اتنی تھی کہ ان کے لیے دو مسجدیں کافی تھیں۔ ایسے حالات میں تیسری مسجد بنانا مسلمانوں کو متفرق کرنے والی بات تھی۔ اس کا جواز منافقین نے یہ پیش کیا کہ بارش اور برسات میں ضعیفوں اور معذوروں کو جن کے گھر دور ہیں مسجد میں آنے میں مشکل ہوتی ہے اس لیے ہم نے آسانی کے لیے تیسری مسجد بنائی ہے انہوں نے یہ طے کیا تھا کہ ادھر رومیوں کے ہاتھوں مسلمانوں کی شکست ہو گی

اور ادھر ہم عبداللہ بن ابی کے سر پر تاج شاہی رکھ دیں گے۔

آپ کو اس وقت تک بالکل علم نہ تھا کہ یہ مسجد کس نیت سے بنائی گئی ہے ۔اس لئے آپؐ نے فرمایا کہ اب تو ہم سفر پر جا رہے ہیں جب واپس آئیں گے تو انشاء اللہ نماز پڑھیں گے۔ جب آپؐ غزوہ تبوک سے واپس آئے اور مدینہ پہنچنے پر ایک آدھ روز کا فاصلہ رہ گیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ پارہ نمبر ۱۱ سورہ توبہ آیت نمبر ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ○ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○

ترجمہ : "اور ان میں ایسے بھی ہیں جنہوں نے اس غرض سے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہنچائیں اور کفر کریں اور مومنوں میں تفرقہ ڈالیں اور جو لوگ خدا اور اسکے رسول سے پہلے جنگ کر چکے ہیں ان کیلئے گھات کی جگہ بنائیں اور قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا مقصود تو صرف بھلائی تھی مگر خدا گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔"

"تم اس مسجد میں کبھی جا کر کھڑے بھی نہ ہونا۔ البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے اس قابل ہے کہ اس میں جایا اور نماز پڑھایا کرو۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں اور خدا پاک رہنے والے ہی کو پسند کرتا ہے۔"

"بھلا جس شخص نے اپنی عمارت کی بنیاد خدا کے خوف اور اسکی رضا مندی پر رکھی وہ اچھا ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد گر جانے والی کھائی کے کنارے پر رکھی کہ وہ اسکو دوزخ کی آگ میں لے گری اور خدا ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

اس طرح آپؐ کو معلوم ہو گیا کہ منافقوں کا مقصود اس مسجد کی تعمیر سے مسلمانوں کو مسجد قباء سے جس کی بنیاد تقوی پر رکھی گئی تھی' متفرق کرنا اور ان میں تفرقہ ڈالنا تھا۔ تب آپؐ نے حکم دیا کہ ہمارے پہنچنے سے پہلے یہ مسجد گرا دی جائے۔ اور جلا دی جائے۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی اور مسجد گرا دی گئی اور جلا دی گئی۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نفاق کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ عقیدہ کا نفاق

۲۔ عمل و اخلاق کا نفاق

نفاق کی پہلی قسم یعنی "عقیدہ کا نفاق" اس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سمجھنا اور پہچاننا ناممکن ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق دل سے ہے اور دل کی

حالت سے واقف ہونا کسی کے لئے ممکن نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو بذریعہ وحی اس کی اطلاع دی جاتی تھی البتہ نفاق کی دوسری قسم یعنی عمل اور اخلاق کا نفاق بہت عام ہے اور اسے آسانی سے پہچانا جا سکتا ہے۔ ہمارے زمانے میں اس قسم کے منافق کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ قرآن حکیم میں مختلف مقامات میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان منافقین کے احوال و اخلاق کھول کھول کر بیان کیے گئے ہیں تاکہ امت مسلمہ ان سے اجتناب کرے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نفاق ایک بہت بڑا گناہ ہے۔

سورہ توبہ آیت نمبر ۸۰ میں ہے۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ (توبہ ۸۰)

ترجمہ: ”تم ان کے لئے بخشش مانگو یا نہ مانگو بات ایک ہی ہے۔ اگر ان کے لئے ۷۰ دفعہ بھی بخشش مانگو گے تو بھی خدا ان کو نہیں بخشے گا۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے خدا اور اسکے رسولؐ سے کفر کیا اور خدا نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

سورہ احزاب پارہ نمبر ۲۲ آیت نمبر ۶۰۔ ۶۱ میں ہے۔

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۚ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ○ (احزاب ۶۰، ۶۱)

ترجمہ: ”اگر منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے اور

مدینے کے شہر میں بری بری خبریں اڑایا کرتے ہیں اپنے کردار سے باز نہ آئیں گے تو ہم تم کو ان کے پیچھے لگا دیں گے پھر وہاں تمہارے پڑوس میں نہ رہ سکیں گے مگر تھوڑے دن وہ بھی پھٹکارے ہوئے۔ جہاں پائے گئے پکڑے گئے اور جان سے مار ڈالے گئے۔"

سورہ توبہ آیت نمبر ۶۷ میں ہے

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۭ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (توبہ ۶۷)

ترجمہ: "منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے ہم جنس یعنی ایک ہی طرح کے ہیں کہ برے کام کرنے کو کہتے اور نیک کاموں سے منع کرتے اور خرچ کرنے سے ہاتھ بند کئے رہتے ہیں۔ انہوں نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے ان کو بھلا دیا۔ بیشک منافق نا فرمان ہیں۔"

غرض اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں بے شمار جگہوں پر بتاتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے بد عمل چرب زبان خوش وضع اور جھوٹی قسمیں کھانے والے ہوتے ہیں سامنے تو اطاعت کا دم بھرتے ہیں مگر پیٹھ پیچھے کچھ اور ہی باتیں کرتے ہیں۔ یہ لوگ دھوکے باز شرارت پسند اور ادراک کی صلاحیتوں سے محروم ہوتے ہیں سورہ توبہ آیت نمبر ۸۴ میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ان کی نماز جنازہ پڑھنے اور ان کی قبر پر کھڑے ہونے سے بھی منع کر دیا گیا ہے۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓي اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰي قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ

فٰسِقُوْنَ ○ (توبہ ۸۴)

ترجمہ : " اور اے پیغمبر ان میں سے کوئی مر جائے تو کبھی اس کے جنازے پر نماز نہ پڑھنا اور نہ ہی ان کی قبر پر جا کر کھڑے ہونا۔ یہ خدا اور اسکے رسول کے ساتھ کفر کرتے رہے اور مرے بھی تو نافرمان ہی مرے۔"

ایسے ہی نفاق کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (بخاری۔ مسلم) عبداللہؓ بن عمرؓ سے روایت ہے۔

اَربَعٌ مَن کُنَّ فِیہِ کَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَن کَانَت فِیہِ خَصلَۃٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰی یَدَعَھَا اِذَا اؤتُمِنَ خَانَ وَاِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخلَفَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ ؕ

ترجمہ : چار خصلتیں جس شخص میں ہوں گی وہ پکا منافق ہو گا اور جس شخص کے اندر ان میں سے کوئی ایک خصلت ہو گی تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہو گی یہاں تک کہ اس کو ترک کر دے۔ وہ چار خصلتیں یہ ہیں جب اس کے پاس کوئی امانت رکھے تو وہ خیانت کرے ۔ اور جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے اور جب اس کا کسی سے جھگڑا ہو جائے تو وہ گالی گلوچ پر اتر آئے۔"

یعنی منافق ایسے خطرناک لوگ ہوتے ہیں اور اللہ کی زمین پر اس قدر فساد برپا کرتے ہیں کہ ان سے ہوشیار رہنا نہایت ضروری ہے۔

شاہ ولی اللہ نے دور حاضر کے منافقوں کی تشریح اس طرح کی ہے کہ امراء وزرا اور روساء کے مصاحبین اور نوکر چاکر جو ان کے احکام کو سنت پر ترجیح دیتے ہیں وہ بھی عملی لحاظ سے منافق ہیں اور اس طرح منطقی اور فلسفی لوگوں کی وہ جماعت بھی منافق ہے جن کے دلوں میں اسلام کے بارے میں شکوک و شبہات ہوں۔ اس لیے جب تم قرآن پڑھو تو یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ یہ مباحثہ ان لوگوں سے ہوا ہے جو گذر چکے ہیں بلکہ گذشتہ زمانے کے نمونے آج بھی ہیں جیسا کہ حدیث نبوی میں ہے کہ تم اپنے سے اگلے طریقوں کی ضرور پیروی کرو گے۔

چراغ مصطفویؐ

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

(اقبال)

تاریخ اسلام جہاں ایک شاندار ماضی رکھتی ہے۔ وہاں اس کی تابنا کیوں پر کچھ ایسے سیاہ اور خونی دھبے ہیں جنھوں نے مسلمانوں کو تمام عالم میں شرمندہ کر دیا ہے۔

اس سے بھی زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ لہو کے یہ چھینٹے انہوں نے اڑائے جنھوں نے دشمنان اسلام کا آلہ کار بن کر اس بہادر اور جری قوم میں پھوٹ ڈال دی۔

ایک اور دردانگیز پہلو یہ ہے کہ بہت سے مورخین اور محدثین نے ان واقعات کو احادیث کا حوالہ دے کر ایسا رنگ دیا جس کے دلائل ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیاروں کے خلاف جاتے ہیں۔

ایسے واقعات اور احادیث کے متعلق کوئی اہل ایمان اور اہل دانش یقین نہیں کر سکتا۔ خاص کر جب تاریخ سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ عباسی خلیفہ منصور کے زمانے میں ۱۴۲ھ کے بعد بہت سے جھوٹے محدثین پیدا ہو گے تھے۔ جن کے متعلق تاریخ ملت از مفتی زین العابدین سجاد میرٹھی اور مفتی انتظام اللہ شہابی اکبر آبادی لکھتے ہیں کہ ابو عصمہ نوح ابن مریم المروزی۔ محمد بن عکاشہ کرمانی۔ احمد بن عبداللہ جوئیاری ابن تمیم فرمانی وغیرہ بہ نظر ثواب اور معتبر اسناد

کے ساتھ احادیث بناتے تھے۔ سہل بن عبداللہ القستری کا بیان ہے کہ ان لوگوں نے دس ہزار احادیث بنائی تھیں جو بعض کتب احادیث میں شامل نہیں۔

خود امام بخاری نے چھ لاکھ احادیث میں سے صرف دس ہزار احادیث منتخب کی تھیں اور امام علی بن مدنی و امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے ان کی صحت کی گواہی دی اس لئے ان احادیث اور واقعات کو صحیح نہیں سمجھا گیا ہے جن کی توقع ان لوگوں کے فضائل اور مناقب کو پیش نظر رکھ کر ان لوگوں سے نہیں جا سکتی۔

عباسی حکومت کے زمانے میں جب ہزاروں کی تعداد میں جھوٹی احادیث گھڑی جا سکتی ہیں اور مسئلہ خلق قرآن پر خلیفہ مامون رشید اور اس کے بعد معتصم باللہ کے عہد میں علمائے اکرام پر بے شمار مظالم ڈھائے جا سکتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل جیسے عالم جو اپنے اندر مرکزیت کی ساری شان رکھتے تھے ان کو بیڑیاں ڈال کر قید میں ڈالا جا سکتا ہے' امام ابو حنیفہ کو اپنی بات منوانے کے لیے قید و بند میں ڈالا جا سکتا ہے تو کیا ایسے لوگ مورخین پر دباؤ ڈال کر زبردستی تاریخی واقعات نہیں بدل سکتے تاکہ ان کے اصل واقعات عوام سے پوشیدہ رہیں۔ غرض شاتم رسول سلمان رشدی جیسے شیطان اعظم سے غازی علم دین شہید جیسے شمع مصطفےؐ کے پروانے ہر دور میں برسرپیکار رہے ہیں۔

کچھ تاریخی حقائق ایسے ہیں جن سے انکار ممکن نہیں مثلاً "شہادت حضرت عثمانؓ۔ شہادت حضرت علیؓ۔ شہادت حضرت امام حسین علیہ اسلام اور پھر خاندان امیہ کا انتقام اور اس کے نتیجہ میں بنو عباس کا بنو امیہ سے انتقام اور پھر خود بنو ہاشم میں پھوٹ پڑ جانا ...... یہ تمام واقعات ایسے ہیں جنہوں نے مسلمانوں

میں ایسی بدگمانیاں اور فرقہ بندیاں پیدا کر دیں کہ آج تک یہ قوم اس کا خمیازہ بھگت رہی ہے۔

نور اسلام سے پہلے کا اندھیرا

ظہور اسلام سے پہلے عرب میں سیاسی اتحاد اور مرکزیت کا وجود نہ تھا۔ قبائل وسیع ریگستانوں میں بکھرے ہوئے تھے۔ یہ بدوی قبائل معمولی معمولی باتوں پر ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے کو تیار رہتے تھے۔ شمالی علاقے میں آباد قبائل عدنانی کہلاتے تھے اور جنوب میں آباد لوگ قحطانی قبائل کہلاتے تھے۔ عدنانی اور قحطانی قبائل عصبیت اور رنگ و نسل کی بنیاد پر جنگ و جدل میں مصروف رہتے۔ قحطانی قبائل صاحب ثروت اور مال دار تھے ان کے تسلط میں یمن کے شاداب علاقے اور چراگاہیں تھیں اس کے برعکس بنو عدنان حضرت اسماعیل سے صلبی تعلق کی بنا پر خانہ کعبہ کے متولی تھے۔ کعبہ کی تولیت اور نسلی تفاخر کی بنا پر دیگر قبائل پر اپنی برتری اور تفوق قائم رکھنا چاہتے تھے۔

عرب میں دیگر قبائل کے علاوہ انہی دو قبائل کو مرکزی حیثیت حاصل تھی اس لئے اپنی امامت اور سربراہی کے لئے ان میں کئی دفعہ خوفناک جنگیں ہوئیں جو چالیس چالیس سال تک جاری رہیں۔ عدنانی قبائل عیسائیت کا بھی خاتمہ چاہتے تھے۔ ابرہہ شاہ یمن نے خانہ کعبہ کو مسمار کرنے کی جو مذموم کوشش کی تھی اسکی وجہ بھی یہی نسلی تفاخر، رقابت اور مذہبی اختلافات تھے۔ یہ قبائل بعض دفعہ ایک دوسرے کے خلاف تیغ آزما رہتے تھے۔

عربوں میں معاشرتی برائیاں بھی حد سے بڑھی ہوئی تھیں۔ یہ لوگ لہو ولعب، لڑائی جھگڑا اور قتل و غارت گری کے دلدادہ تھے۔ زنا عام تھا اور بڑے فخر سے اسکا ارتکاب اور اعلان کیا جاتا تھا۔ شراب نوشی اسقدر تھی کہ ہر گھر میں

اس کا استعمال عام تھا۔ بیویوں کی تعداد پر کوئی پابندی نہ تھی۔ باپ کی وفات کے بعد اس کی بیویاں بیٹوں میں بطور وراثت تقسیم ہو جاتی تھیں۔ قمار بازی مہذب اور شریفانہ تفریح سمجھی جاتی تھی۔ یہ لوگ اپنی تمام متاع حتیٰ کہ اپنی بیویاں بھی داؤ پر لگا دیتے تھے۔ یہودیوں سے تعلقات کی بنا پر سود کی لعنت کا شکار بھی تھے سود در سود کی وجہ سے مقروض دیوالیہ ہو جاتا تو اسے غلام بنا لیا جاتا۔ کوئی عرب اگر کسی دوشیزہ کا عاشق ہو جاتا تو اس کی تعریف میں نہایت فحش شاعری کرتا۔ شریف زادیوں کی عصمت و عفت سرعام نیلام کی جاتی۔ ایسی ذلت سے بچنے کے لئے عرب اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔

عرب نہایت شقی القلب تھے۔ جانوروں کو درخت سے باندھ کر مارتے تیراندازی کی مشق کرتے۔ حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر دیتے۔ جنگی قیدیوں سے نہایت ظالمانہ سلوک کیا جاتا اور ایک ایک عضو کاٹ کر ہلاک کیا جاتا اور ان اعضا کا ہار بنا کر گلے میں ڈالا جاتا۔

دشمنوں کا جگر نکال کر کچا چبایا جاتا اور ان کے کاسہ سر میں شراب پیتے تھے۔ حرام اور حلال میں قطعاً تمیز نہ تھی۔ زندہ جانوروں کا کوئی حصہ کاٹ کر کھا جاتے۔ جانوروں کو ڈنڈوں سے ہلاک کر کے کھا جاتے چھپکلی اور گدھے کا گوشت بھی کھا جاتے۔ جما ہوا خون چھریوں سے کاٹ کر کھا جاتے درندوں کا پھاڑا ہوا جانور کھانے سے احتراز نہ کرتے۔

اہل عرب میں بے حیائی بھی عام تھی۔ مادر زاد ننگے خانہ کعبہ کا طواف کرتے۔ کھلے میدانوں میں ننگے بیٹھ کر نہاتے اور محفل میں ازراہ مذاق اپنا ستر کھول دیتے۔ یہ لوگ کہانت کے بھی بہت زیادہ قائل تھے۔ کاہن وہ لوگ تھے

جو غیب کی خبروں کا دعویٰ کرتے تھے۔ غیب کا دعویٰ کرنے والوں میں مرد اور عورتیں دونوں شامل تھے۔ مختلف طریقوں سے فال نکالتے' پانی کے بھرے برتن میں نظر ڈال کر غیب کی باتیں بتاتے' نیک فال اور بدفال کے بڑے قائل تھے۔ کوے اور الو کی آواز کو ویرانی کی علامت سمجھتے تھے چھینک کو بھی بدفال سمجھتے تھے ان میں جادوگر بھی تھے جو شیطان کو دوست بنانے کے لیے بڑی ریاضتیں کرتے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ اسلام نے سرزمین عرب میں اللہ کا پہلا گھر مکہ معظمہ میں بنایا جو اہل عرب کا دینی مرکز تھا۔ اہل عرب شروع شروع میں دین حنفی پر قائم رہے لیکن جوں جوں زمانہ گذرتا گیا دین حنفی پر اہل عرب کی گرفت کمزور ہوتی گئی اللہ تعالے نے ان کی اصلاح کے لئے یکے بعد دیگرے کئی انبیاء بھیجے جنہوں نے انہیں ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی مگر یہ لوگ اپنے مشرکانہ عقائد پر ڈٹے رہے۔ حضرموت کے شمال میں قوم عاد آباد تھی یہ لوگ بت پرستی میں بہت آگے بڑھ گئے تھے۔ معمولی معمولی پتھروں کو پوجتے تھے اللہ تعالے نے انکی ہدایت کے لئے حضرت ہود علیہ اسلام کو بھیجا لیکن ان کی ہدایت پر چند لوگ ایمان لائے سورہ ہود پارہ نمبر ۱۲ آیت نمبر ۵۳ میں ہے کہ قوم عاد نے حضرت ہود علیہ اسلام کو جواب دیا۔

ترجمہ : "وہ بولے ہود تم ہمارے پاس کوئی دلیل ظاہر نہیں لائے اور ہم صرف تمہارے کہنے سے نہ اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے ہیں اور نہ تم پر ایمان لانے والے۔"

چنانچہ اس قوم پر آندھی کا عذاب آیا جو مسلسل سات رات اور آٹھ دن چلتی

رہی قوم ثمود جو حجاز اور شام کے وسطی علاقے میں آباد تھی۔ حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا لیکن اس قوم میں سے بھی کسی نے ہدایت قبول نہ کی غرض ایک سخت کڑک اور زلزلے نے انہیں ان کے آنکھوں دیکھتے اس طرح الٹا کر رکھ دیا گویا کبھی آباد ہی نہ تھے۔ حضرت شعیب علیہ اسلام قوم مدین میں مبعوث ہوئے۔ مگر اس قوم نے ان کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے چیخ' زلزے اور آگ نے ان کو بھی اس طرح تباہ کیا گویا آباد ہی نہ تھے۔ اس قوم کو اصحاب ایکہ کہتے تھے۔ اصحاب ایکہ اور آل لوط کے مساکن کے کھنڈرات کھلی راہ پر واقع ہیں اور اہل مکہ سے دور نہیں۔

قوم لوط نے دنیا میں سب سے پہلے ہم جنسیت کا آغاز کیا یہ قوم راہزنی بھی کرتی تھی۔ اس قوم پر پتھروں کی بارش ہوئی۔ آنکھیں اندھی ہو گئیں۔ آندھی چلی۔ بستی الٹ دی۔ ان کے کھنڈرات متلاشیان حق کو درس عبرت دیتے ہیں۔

پیغمبروں کا یہ سلسلہ عرصہ دراز تک چلتا رہا۔ تمام پیغمبر توحید کا پیغام لے کر آئے لیکن یہ اقوام بار بار شرک کی طرف پلٹتی رہیں۔ نئے نئے دین اور عجیب غریب عقیدے جنم لے چکے تھے۔ ان لوگوں نے بہت سے معبود بنا رکھے تھے جن میں سورج' چاند' ستارے اور معمولی معمولی پتھر بھی شامل تھے۔ نصرانیت یہودیت اور مجوسیت کے پیرو کار بھی عرب میں موجود تھے۔ عرب میں یہود صنعا اور خیبر کے علاقوں میں آباد تھے۔ اکثریت مشرک ہو چکی تھی۔ لیکن ان کے دلوں میں کعبہ کا احترام بدستور موجود تھا۔ اور لوگ دور دور سے حج کرنے آتے تھے۔ مگر ان لوگوں نے خانہ کعبہ میں بھی بت رکھے ہوئے تھے۔ جن میں لات

منات' عزیٰ اور ہبل اہم ترین تھے۔ ہر قبیلے کا الگ بت تھا۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام ۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت مریم کی مورتیاں بھی زینت کعبہ تھیں۔ یہ لوگ ان بتوں کے حضور چڑھاوے بھی چڑھاتے تھے۔ اہل عرب جہالت و خونخواری' قتل و غارت اور بے حیائی و پستی کی تاریکیوں میں ٹھوکریں کھا رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر اپنی خاص کرم نوازی کی اور اس جہالت کے اندھیرے میں سرور کائنات فخر موجودات محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک روشن چراغ بنا کر بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک پارہ ۲۲ سورہ احزاب آیت نمبر ۴۷۔ ۴۶۔ ۴۵ میں فرمایا۔

يَآأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا ۝ وَّدَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ۝ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيرًا ۝ احزاب

ترجمہ : "اے پیغمبر ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور خدا کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ اور مومنوں کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لئے خدا کی طرف سے بڑا فضل ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے بیٹی کو زندہ درگور کرنے پر ڈرایا اور پارہ نمبر ۳۰ سورہ التکویر آیت نمبر ۹۔ ۸ میں فرمایا۔

وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۝ تکویر ۹،۸

ترجمہ : "اور جب اس لڑکی سے جو زندہ دفن کر دی گئی ہو' پوچھا

جائے گا کہ وہ کس گناہ پر ماری گئی۔"

پارہ نمبر ۱۴ سورہ نحل آیت نمبر ۵۹۔۵۸ میں ہے۔

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ۝ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ (نحل ۵۸، ۵۹)

ترجمہ: "جب ان میں سے کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خوشخبری دی جاتی تو اسکے چہرے پر سیاہی اور کلونس چھا جاتی اور وہ بس خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے۔ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ اس خبر کے بعد کیا وہ کسی کو منہ دکھائے۔ سوچتا ہے کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو لئے رہے یا مٹی میں دبا دے۔"

نورِ اسلام

بعثت محمدیؐ کے بعد اسلام نے اس صورت حال میں انقلاب برپا کر دیا۔
امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت انس بن مالک سے روایت کی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

"جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بلوغ کو پہنچ گئیں۔ تو قیامت کے روز میں اور وہ اس طرح آئیں گے جس طرح ہاتھ کی دو انگلیاں ساتھ ساتھ۔"

اللہ تعالیٰ نے بیویوں کو داؤ پر لگانے والوں کو خبردار کیا۔ ترمذی میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

"کامل ایمان والا وہ ہے جو اخلاق میں اچھا ہو اور تم سے بہترین وہ ہے جو اپنی عورت (بیوی) کے حق میں بہترین ہو۔"

حلال اور حرام میں تمیز نہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے پارہ نمبر۶ سورہ مائدہ آیت نمبر۳ میں فرمایا۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۣ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ۭ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ۭ اَلْيَوْمَ يَىِٕسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ۭ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ

دِينًا ؕ فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ مائدہ ۳

ترجمہ : "تم پر مرا ہوا جانور اور (بہتا) لہو اور سور کا گوشت اور جس چیز پر خدا کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے اور جو جانور گلا گھٹ کر مر جائے اور چوٹ لگ کر مر جائے اور جو سینگ لگ کر مر جائے یہ سب حرام ہیں۔ اور وہ جانور بھی جس کو درندے پھاڑ کھائیں مگر جس کو تم مرنے سے پہلے ذبح کر لو۔ اور وہ جانور بھی جو تھان پر ذبح کیا جائے اور یہ بھی کہ پانسوں سے قسمت معلوم کرو۔ یہ سب گناہ کے کام ہیں۔ آج کافر تمہارے دین سے نا امید ہو گئے ہیں تو ان سے مت ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرتے رہو اور آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو پسند کیا۔ ہاں جو شخص بھوک میں ناچار ہو جائے بشرطیکہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو۔ خدا بخشنے والا مہربان ہے۔"

رشتوں کی حرمت بتاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے چوتھا پارہ سورہ نساء آیت نمبر ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴ میں فرمایا ہے۔

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ۫ فَاِنْ لَّمْ

تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ
اَبْنَائِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَاَنْ تَجْمَعُوْا
بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ
غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (نساء ۲۲، ۲۳)

ترجمہ : "تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہو اور رضاعی بہنیں اور ساسیں حرام کردی گئی ہیں۔

اور جن عورتوں سے تم صحبت کر چکے ہو ان کی لڑکیاں جن کی تم پرورش کرتے ہو وہ بھی تم پر حرام ہیں۔ ہاں اگر ان کے ساتھ تم نے صحبت نہ کی ہو تو ان کی لڑکیوں کے ساتھ نکاح کر لینے میں تم پر کچھ گناہ نہیں۔ اور تمہارے صلبی بیٹوں کی عورتیں بھی اور دو بہنوں کا اکٹھا کرنا بھی حرام ہے۔ مگر جو ہو چکا سو ہو چکا۔ بے شک خدا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

آیت ۲۴ کا ترجمہ : "اور وہ عورتیں بھی تم پر حرام ہیں جو کسی دوسرے کے نکاح میں ہوں البتہ ایسی عورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں جو جنگ میں تمہارے ہاتھ آئیں (یعنی لونڈیاں جن کا فدیہ دینے والا کوئی نہ ہو) یہ اللہ کا قانون ہے جس کی پابندی تم پر لازم کردی گئی ہے۔ اس کے ماسوا جتنی عورتیں ہیں انہیں اپنے اموال کے ذریعے سے حاصل کرنا تمہارے لئے حلال کردیا گیا ہے۔ بشرطیکہ حصار نکاح میں ان کو محفوظ کرو۔ نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو۔ پھر جو ازدواجی زندگی کا

لطف تم اس سے اٹھاؤ اس کے بدلے ان کے مہر بطور قرض کے ادا کرو۔ البتہ مہر مقرر ہو جانے کے بعد آپس کی رضامندی سے تمہارے درمیان اگر کوئی سمجھوتا ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اللہ علم والا اور دانا ہے۔"

حسب نسب اور نسلی تفاخر کے بارے میں سورہ الحجرات آیت نمبر ۱۳ اور پارہ نمبر ۲۶ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ○ حجرات ۱۳

ترجمہ : "لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو اور خدا کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔ بیشک خدا سب کچھ جاننے والا اور سب سے خبردار ہے۔"

سرور کائنات کی ذات مبارکہ کا اعجاز تھا کہ ہجرت مدینہ کے بعد کفار سے جتنی بھی جنگیں ہوئیں۔ اس میں اکثر صحابہ اکرام ایسے تھے کہ جنگ کے میدان میں ان کے مقابل اپنے ہی باپ بیٹے اور بھائی ہوتے تھے۔ خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ام حبیبہ تھیں جو اسلام کے بدترین دشمن ابو سفیان کی بیٹی تھیں۔ جب کفار نے صلح حدیبیہ کا معاہدہ توڑ دیا اور بعد میں اپنی غلطی کا احساس کرتے ہوئے ابو سفیان تجدید معاہدہ کے لئے اپنی بیٹی ام حبیبہ کے پاس گیا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھنا چاہا تو ام المومنین نے بستر لپیٹتے ہوئے فرمایا۔ "تم

مشرک اور ناپاک شخص ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر نہیں بیٹھ سکتے۔" ابوسفیان جو بیٹی سے سفارش کی توقع رکھتا تھا مایوس ہو کر چلا گیا۔

آٹھ ہجری کو جب اسلامی لشکر مکہ کی طرف روانہ ہوا تو راستے میں وادی مرالظہران میں ٹھہرے۔ ابوسفیان تحقیق کے لئے اپنے چند سرداروں کے ساتھ باہر نکلا۔ وادی میں رات کو ہر طرف آگ روشن دیکھ کر حیران رہ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے کے حفاظتی دستے نے ابوسفیان کو گرفتار کرلیا۔ تمام مسلمان ابوسفیان کے خون کے پیاسے تھے۔ حضرت عمرفاروقؓ نے ابوسفیان کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی لیکن حضرت عباسؓ نے جان بخشی کی اجازت طلب کی جسے رحمتہ اللعالمین نے قبول فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر اگلی صبح ابوسفیان آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسلمان ہو گیا۔ ابوسفیان لشکر اسلام کی عظمت و شوکت دیکھ کر دل ہی دل میں عش عش کر رہا تھا اور اہل مکہ کے انجام سے ڈر رہا تھا۔ کیونکہ جب حضورؐ نے اس کو اسلام کی دعوت دی تھی تو انہوں نے آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں پر بے انتہا مظالم ڈھائے تھے۔ حضرت بلال حبشیؓ کو تپتی ریت پر لٹایا جاتا' کوڑے برسائے جاتے خصوصاً" ابولہب جو آپؐ کا چچا بھی تھا وہ اور اس کی بیوی آپؐ کو بہت تکلیف دیتے۔ راستے میں کانٹے بچھاتے تھے۔ نماز کے وقت آپؐ پر تکلیف دہ چیزیں پھینکتے۔ مسلمانوں کو اہل قریش نے اتنا ستایا کہ ایک جماعت نے پہلے حبشہ ہجرت کی پھر جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش کی تو آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مدینہ ہجرت فرمائی۔ اس پر بھی کفار مکہ کو چین نہ آیا اور مسلسل مسلمانوں پر مدینہ میں لشکر کشی کرتے رہے۔ جن کا سردار ابوسفیان تھا۔

اس پس منظر کو دیکھتے ہوئے ابو سفیان نے حضورؐ سے عرض کی مجھے اجازت ہو تو آپؐ سے پہلے مکہ جاؤں اور قریش کو سمجھاؤں حضورؐ نے اجازت دے دی۔ ابو سفیان گیا اور قریش کو سمجھانا شروع کیا۔ اس پر ابو سفیان کی بیوی ہندہ نے اس پر دست درازی شروع کر دی۔ اتنے میں لشکر اسلام مکہ میں وارد ہو گیا اور سب کے اوسان خطا ہو گئے۔ قریش کا خیال تھا کہ اب مسلمان اپنا بدلہ چکائیں گے۔ لیکن رحمتہ اللعالمینؐ نے عام معافی کا اعلان کر دیا اور فرمایا۔

۱۔ "ابو سفیان کا گھر دارالامان ہے۔ جو اس میں داخل ہو گا اسے امان دی جائے گی۔"

۲۔ "جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند رکھے گا اس کے خلاف ہتھیار نہیں اٹھایا جائے گا۔"

۳۔ "جو آدمی تلوار کو نیام میں ڈالے گا۔ اس کے خلاف کوئی جارحانہ کاروائی نہیں ہو گی۔"

۴۔ "جو شخص حرم میں پناہ لے گا وہ بھی ہر قسم کی دست برد سے محفوظ رہے گا۔"

آپؐ سب سے پہلے خانہ کعبہ تشریف لے گئے اور اپنے دست مبارک سے ایک ایک بت کو توڑا۔ آپؐ بت گراتے جاتے اور زبان مبارک پر یہ آیت مبارک جاری تھی۔

سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۸۱

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۝ ... (بنی اسرائیل ۸۱)

ترجمہ : "حق آن پہنچا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل مٹنے ہی والا ہے۔"

مکہ اہل عرب کا سیاسی مرکز تھا۔ اس پر اہل ایمان کے قبضے سے کفر و شرک کی قوتیں پارہ پارہ ہو گئیں۔

اہل قریش مکہ کے مذہبی رہنما تھے۔ انہوں نے فتح مکہ سے پہلے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ عرب قبائل قریش سے حلیفانہ تعلق رکھتے تھے۔ وہ قریش کے فیصلے کے منتظر تھے۔ قریش مکہ کے قبول اسلام سے قریبا" تمام قبائل عرب نے جوق در جوق اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔ جس پر سورہ نصر پارہ ۳۰ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ ۙ وَرَاَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا ۙ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ࣖ (نصر)

ترجمہ : "جب خدا کی مدد آ پہنچی اور فتح حاصل ہو گئی۔ اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ غول کے غول خدا کے دین میں داخل ہو رہے ہیں۔ تو اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرو اور اس سے مغفرت مانگو۔ بیشک وہ معاف کرنے والا ہے۔"

پیغمبر آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۰ ہجری حج کے موقع پر فرمایا۔

"تمام تعریفیں اللہ ہی کے واسطے ہیں اور ہم اس کی حمد کرتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں۔ اسی سے معافی چاہتے ہیں اور اسی سے توبہ کرتے ہیں اور ہم اللہ ہی کے ہاں اپنے نفس کی برائیوں اور اپنے عمل کی

خرابیوں سے پناہ مانگتے ہیں۔ جسے خدا تعالیٰ ہدایت دے تو اسے پھر کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ اور جسے اللہ ضلالت دے تو پھر اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ معبود واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کا بندہ اور رسول ہوں۔"

اللہ کے بندو میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی تاکید کرتا ہوں اور اس کی اطاعت پر پرزور طریقے سے آمادہ کرتا ہوں۔ جو بھلائی ہے۔

لوگو میری بات غور سے سن لو۔ مجھے کچھ خبر نہیں کہ تم سے دوبارہ اس مقام پر اس سال کے بعد مل سکوں گا۔

ہاں سن لو جاہلیت کے تمام رسم و رواج آج میرے پاؤں کے نیچے ہیں۔

لوگو! ہاں بے شک تمہارا رب ایک ہے تمہارا باپ (حضرت آدمؑ) ایک ہے۔ عربی کو عجمی اور عجمی کو عربی پر اور سفید کو سیاہ پر کوئی فضیلت و برتری نہیں مگر بلحاظ تقویٰ اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی جہالت اور آباؤ اجداد پر فخر کو مٹا ڈالا ہے۔ خدا سے ڈرنے والا انسان مومن ہوتا ہے اور اس کا نافرمان شقی۔ تم سب کے سب اولاد آدم ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔

لوگو! تمہارے جان و مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر حرام ہیں جیسا کہ تم آج کے دن کی اس شہر کی اور اس مہینے کی حرمت کرتے ہو۔

دیکھو عنقریب تمہیں خدا کے ہاں حاضر ہونا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال کرے گا۔ خبردار میرے بعد گمراہ نہ ہونا کہ ایک دوسرے کی گردنیں

کاٹنے لگو۔

جاہلیت کے قتلوں کے تمام جھگڑے چکا دیتا ہوں۔ پہلا خون جو باطل کیا جاتا ہے وہ ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کے بیٹے کا ہے۔ (ربیعہ بن حارث آپ کا عم زادہ تھا۔ جس کے بیٹے نے قتل کر دیا تھا)

اگر کسی کے پاس امانت ہو تو وہ اسے اس کے مالک کو ادا کرے اور اگر سود ہے تو اسے موقوف کیا جاتا ہے۔ ہاں تمہارا سرمایہ تمہیں مل جائے گا۔ نہ تم ظلم کرو اور نہ ہی تم پر ظلم کیا جائے گا۔ اللہ نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ سود ختم کر دیا گیا ہے اور سب سے پہلے میں عباس بن عبدالمطلب کا سود باطل کرتا ہوں۔

لوگو! تمہاری اس سرزمین میں شیطان اپنے پوجے جانے سے مایوس ہو گیا ہے لیکن دیگر چھوٹے گناہوں میں اطاعت کئے جانے پر خوش ہے۔ اس لئے اپنے دین کو اس سے محفوظ رکھو۔

اللہ کی کتاب میں مہینوں کی تعداد اسی دن سے بارہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا کئے تھے۔ اور ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔ تین (ذیقعد۔ ذوالحج اور محرم) لگاتار ہیں اور رجب تنہا ہے۔

لوگو! اپنی بیویوں کے معاملات میں خدا سے ڈرتے رہو۔ خدا کے نام کی ذمہ داری سے تم نے ان کو بیوی بنایا اور خدا کے کلام سے تم نے ان کا جسم اپنے لئے حلال بنایا ہے۔ تمہارا حق عورتوں پر اتنا ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر کو نہ آنے دیں۔ لیکن اگر وہ ایسا کریں تو ان کو ایسی مار مارو جو ظاہر نہ ہو اور عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کو اچھی طرح کھلاؤ اور اچھی طرح پہناؤ۔

تمہارے غلام تمہارے ہیں۔ جو خود کھاؤ ان کو بھی وہی کچھ کھلاؤ۔ اور جو خود

پہنو۔ وہی ان کو پہناؤ۔

خدا نے وراثت میں ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے اور کسی وارث کے لئے وصیت جائز نہیں۔

لڑکا اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا۔ زانی کے لئے کنکریاں ہیں اور ان کا حساب خدا کے ذمے ہے۔ عورت کو اپنے شوہر کے مال سے اجازت کے بغیر لینا جائز نہیں۔ قرض ادا کیا جائے۔ ادھار لی ہوئی شے واپس کی جائے۔ عطیہ لوٹا دیا جائے۔ ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے۔

مجرم اپنے جرم کا خود ذمہ دار ہے۔ باپ کے جرم کا بیٹا ذمہ دار نہیں اور بیٹے کے جرم کا باپ ذمہ دار نہیں۔

اگر کٹی ہوئی ناک کا کوئی حبشی بھی تمہارا امیر ہو اور وہ تم کو خدا کی کتاب کے مطابق لے چلے تو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو۔

لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی نبی ہے اور نہ کوئی امت پیدا ہونے والی ہے۔ خوب سن رکھو کہ اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ نماز پنجگانہ ادا کرو۔ سال بھر میں ایک ماہ رمضان کے روزے رکھو۔ اور خانہ خدا کا حج بجالاؤ۔

میں تم میں ایک چیز چھوڑے جا رہا ہوں۔ اگر تم نے مضبوطی سے اس کو تھام لیا تو گمراہ نہ ہو گے وہ چیز کیا ہے؟

"کتاب اللہ اور سنت رسول"

اس خطبے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انسانیت کو قیامت تک کے لئے

بین الاقوامی اور بین الانسانی منشور دے دیا۔ اور خطبے کے بعد مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"لوگو خدا قیامت کے دن میری بابت سوال کرے گا۔ تو کیا جواب دو گے؟" صحابہ نے عرض کی "ہم کہیں گے کہ آپؐ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا اور اپنا فرض ادا کیا۔" آپؐ نے آسمان کی طرف انگشت شہادت اٹھائی اور فرمایا "اے خدا تو گواہ رہنا۔" اس کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ "جو حاضر ہیں وہ ان لوگوں تک یہ باتیں پہنچا دیں جو اس وقت حاضر نہیں۔"

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا زمانہ خلافت

۸ ہجری کو مکہ فتح ہوا اور تمام عرب میں اسلام پھیل گیا۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے۔ چونکہ آپؐ نے کسی کو جانشین مقرر نہیں فرمایا تھا۔ اس لئے آپؐ کے وصال کے بعد منافقین کو فتنہ انگیزی کا موقع مل گیا۔ ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر سپردخاک بھی نہ کیا گیا تھا کہ منافقین کی سازش سے آپؐ کی جانشینی کا مسئلہ چھڑ گیا اور انصار نے سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو کر آپؐ کی جانشینی کا دعویٰ کر دیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بروقت اس بات کی اطلاع مل گئی۔ چونکہ اس وقت حضرت علیؓ حضورؐ کی تجہیز و تکفین میں مصروف تھے اس لئے حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح کو لے کر سقیفہ بن ساعدہ میں پہنچے تو دیکھا کہ انصار اور قریش علیحدہ علیحدہ رسول اللہ کی جانشینی کا حق مانگتے ہیں۔ اس طرح دو امیر منتخب ہونے کے نتائج ظاہر تھے۔ اگر تنہا انصار کو خلافت دے دی جاتی تو اہل قریش جنہیں اسلام لائے ابھی ڈھائی سال ہوئے تھے۔ انصار کی بیعت کرنا اپنی شان کے خلاف سمجھتے اور خود انصار میں اوس و خزرج دو جماعتیں موجود تھیں۔ ان میں سے ایک کو یہ منصب مل جاتا تو دوسرا اسے قبول نہ کرتا۔ اس نازک موقع پر حضرت ابو بکرؓ نے نہایت نرمی سے انصار کو سمجھایا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے انصار کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ "تم ہی سب سے پہلے اسلام کی پشت پناہ تھے۔ اب اس کی تخریب میں تمہیں سبقت نہیں کرنی چاہئے"۔ اس فقرے نے انصار پر بہت اچھا اثر کیا اور بشیر بن سعد انصاریؓ نے کھڑے ہو کر کہا۔ اے انصار! ہم نے اسلام کا بول بالا کرنے کیلئے جو کچھ کیا وہ فقط اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا۔ ہم اس کے عوض متاع دنیا کے خواہاں ہوں؟

ہمیں اجر دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ خلافت کی مستحق تم سے زیادہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم ہو سکتی ہے۔ تم اللہ کا خوف کرو اور مخالفت سے باز آجاؤ۔ اس تقریر سے انصار کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا اور وہ خاموش ہو گئے۔

اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا مجھے تم لوگوں کے فضائل و مناقب اور تمہاری خدمات اسلامی سے انکار نہیں لیکن عرب قریش کے علاوہ اور کسی خاندان کی قیادت تسلیم نہیں کر سکتے۔ پھر مہاجرین اپنے تقدم فی الاسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاندانی تعلق کی بنا پر آپ کی جانشینی کے زیادہ مستحق ہیں۔ یہ ابو عبیدہؓ اور عمر بن خطابؓ موجود ہیں۔ ان میں سے جس کے ہاتھ پر چاہے بیعت کر لو۔ یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر فرمایا کہ آپؓ سب کے بزرگ ہیں۔ ہم سب میں بہتر ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے مقرب ہیں۔ اس لئے ہم آپؓ کے ہاتھوں پر بیعت کرتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ کی محترم شخصیت کی وجہ سے اس انتخاب پر کسی کو اعتراض نہ ہوا اور حضرت عمرؓ کی بیعت کے ساتھ مسلمان بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے۔ دوسرے دن مسجد میں عام بیعت ہوئی اور ۱۱ ہجری میں حضرت ابو بکرؓ خلیفہ ہوئے۔

مولانا سعید احمد اکبر آبادی کی کتاب صدیق اکبرؓ اور طبری و کنز العمال میں ہے کہ اکابرین بنو امیہ جو فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے۔ نسلی تفاخر اور قبائلی تعصب کو ہوا دے رہے تھے۔ چنانچہ ابو سفیان نے حضرت علیؓ کے پاس آکر کہا "یہ کیا غضب ہو گیا قریش کے سب سے چھوٹے قبیلے کا آدمی کس طرح خلیفہ بنا دیا گیا ہے۔ اے علیؓ اگر تم چاہو تو خدا کی قسم اس وادی کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں گا۔" حضرت علیؓ نے جواب دیا۔ "اے ابو سفیان! تم ساری عمر اسلام اور اہل

اسلام کی دشمنی کرتے رہے مگر تمہاری دشمنی سے نہ اسلام کا کچھ بگڑ سکا اور نہ اہل اسلام کا۔ ہم حضرت ابو بکرؓ کو اس منصب کا اہل سمجھتے ہیں۔"

اسلام کو پوری طرح پاؤں جمانے میں بیس سال صرف ہوئے۔ مسلمانوں کو اپنی ہستی برقرار رکھنے کے لئے سخت جدوجہد کرنا پڑی۔ سال ہا سال تک مخالفین کے ظلم و ستم کا نشانہ بننا اور متواتر دشمن سے لڑائیوں میں مصروف رہنا پڑتا تھا۔ ان لوگوں کے دلوں میں جو مکہ اور مدینہ سے دور دراز رہتے تھے اور جنہوں نے اسلام کی خاطر جدوجہد کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا تھا اور نہ ہی ان کی قربانیوں کا مشاہدہ کیا تھا اسلام راسخ نہ تھا۔ اردگرد کے قبائل میں اسلام فتح مکہ 'غزوہ حنین اور محاصرہ طائف کے بعد پھیلا' نیز۔

۱۔ چونکہ دیہاتی عرب بدو اور دور دراز کے قبائل میں اسلام پہنچے ابھی بہت کم عرصہ ہوا تھا اور ان کو حضورؐ کے فیضان صحبت کی سعادت بھی حاصل نہ ہوئی تھی۔ اسلام کی شان و شوکت سے متاثر ہو کر یہ مسلمان تو ہو گئے تھے لیکن ان کے دلوں کی گہرائی میں ابھی اسلام نہیں اترا تھا۔

۲۔ عرب قبائل چونکہ اپنی اپنی جگہ مطلق العنان اور خود مختار تھے اور اسلام نے انہیں اجتماعیت کا درس دیا تھا۔ اس لئے اس نظام سے انہیں اپنی آزادی میں خلل محسوس ہوا۔

۳۔ عرب معاشرتی برائیوں کے عادی تھے۔ شراب' جوا' سود اور زنا کے شوقین تھے۔ ناچ گانا ان کی مرغوب تفریحات تھیں۔ اسلام نے ان تمام بے حیائیوں کے لئے سخت سزائیں مقرر کی تھیں۔ اس لئے یہ پابندیاں ان کے ذوق گناہ پر بہت گراں گزریں۔

۴۔ اسلامی قانون میں زکوٰۃ امیروں سے وصول کر کے غریبوں کو دی جاتی تھی۔ ہمیشہ کے سود خوروں اور بخیلوں کو اسلام کی یہ ادا بھی بہت ناگوار لگی۔ چنانچہ حضورؐ کی وفات کے بعد یہ لوگ مکمل طور پر مرتد تو نہ ہوئے لیکن زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ ان کا دعویٰ تھا کہ خدا کے رسولؐ کو ہم سے زکوٰۃ لینے کا حق تھا۔ لیکن ان کی وفات کے بعد اب یہ حق کسی کو نہیں ہے۔

۵۔ اسلام کی شان و شوکت سے متاثر ہو کر اسود عنسی اور مسیلمہ بن حبیب نے جھوٹی نبوّت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ ان منافقوں نے سوچا کہ نبوت کا دعویٰ بھی دنیاوی ترقی کا اچھا ذریعہ ہو سکتا ہے۔

مرکز اسلام سے دور کے دیہاتی عرب بدو اور وہ مسلمان جنہوں نے دل سے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ ان جھوٹے نبوت کے دعویٰ داروں کے ساتھ مل گئے۔ کیونکہ مسیلمہ کی شریعت میں شراب اور زنا حرام نہ تھا۔ ایسے ہی لوگوں کے لے اللہ تعالیٰ نے پارہ نمبر ۲۶ سورہ الحجرات آیت نمبر ۱۴ میں فرمایا۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ حجرات ۱۴

ترجمہ : "دیہاتی عرب بدو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ اے رسول کہہ دیجئے تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو مطیع ہو گئے ہیں۔ ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔"

مسیلمہ کذاب کا قتل

قبیلہ بنی حنیفہ کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسلام

قبول کرنے کے لئے حاضر ہوا تھا۔ اس وفد میں یمامہ کا مسیلمہ بن حبیب بھی تھا۔ مسیلمہ نے کہا کہ میں اس شرط پر اسلام لاؤں گا۔ اگر محمدؐ اپنے بعد مجھے خلیفہ بنا دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں اس وقت کھجور کی ایک ٹہنی تھی۔ آپؐ نے فرمایا اگر تو اسلام کے عوض کھجور کی ایک ٹہنی بھی مجھ سے مانگے تو میں نہ دوں گا۔ میں دیکھ رہا ہوں تو وہی کاذب ہے جس کے متعلق مجھے خواب میں اطلاع دی جا چکی ہے۔

اس طرح مسیلمہ مایوس ہو کر اپنے وطن یمامہ لوٹا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی خبر سنی تو نبوت کا دعویٰ کر دیا اور کہا کہ میں نبوت میں محمدؐ کا شریک بنا دیا گیا ہوں۔ ابن خلدون جز اول اور طبری جز دوئم میں ہے کہ اس نے آپ کو خط لکھا۔

مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمدؐ رسول اللہ کے نام

سلام علیک۔ میں نبوت میں آپؐ کے ساتھ شریک کر دیا گیا ہوں لہٰذا آدھی دنیا آپؐ کی ہے اور آدھی میری۔ لیکن مجھے آپؐ سے انصاف کی امید نہیں۔

حضورؐ نے خط کا جواب یہ دیا۔

"در حقیقت زمین خدا کی ہے۔ اور اپنے بندوں میں سے وہ جسے چاہے زمین کا وارث بناتا ہے۔ اور انجام کار کامیابی خدا سے ڈرنے والوں کی ہے۔"

حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو مسیلمہ کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ مسیلمہ اپنے ایک باغ میں جس کا نام حدیقتہ الرحمٰن رکھا تھا چھپ گیا اور باغ کے

حضرت عثمانؓ کا شجرہ نسب

عبد مناف

عبدالشمس — ہاشم — مطلب — نوفل

عبدالشمس ← اُمیّہ

ہاشم ← عبدالمطلب

اُمیّہ ← حرب — ابوالعاص

عبدالمطلب ← حارث — حمزہ — عبداللہ — ابوطالب — ابولہب — عباس

حرب ← ابوسفیان ← امیر معاویہ ← یزید

ابوالعاص ← عفان — حکم

عفان ← حضرت عثمان

حکم ← مروان ← خلافت بنو امیہ

عبداللہ ← حضرت محمدؐ ← حضرت فاطمہ

ابوطالب ← حضرت علی ← حسین — حسن

عباس ← خلافت عباسیہ

امیر معاویہ ↔ حضرت علی

یزید ↔ حسین

اُمیّہ ↔ ہاشم

خلافت بنو امیہ ↔ خلافت عباسیہ
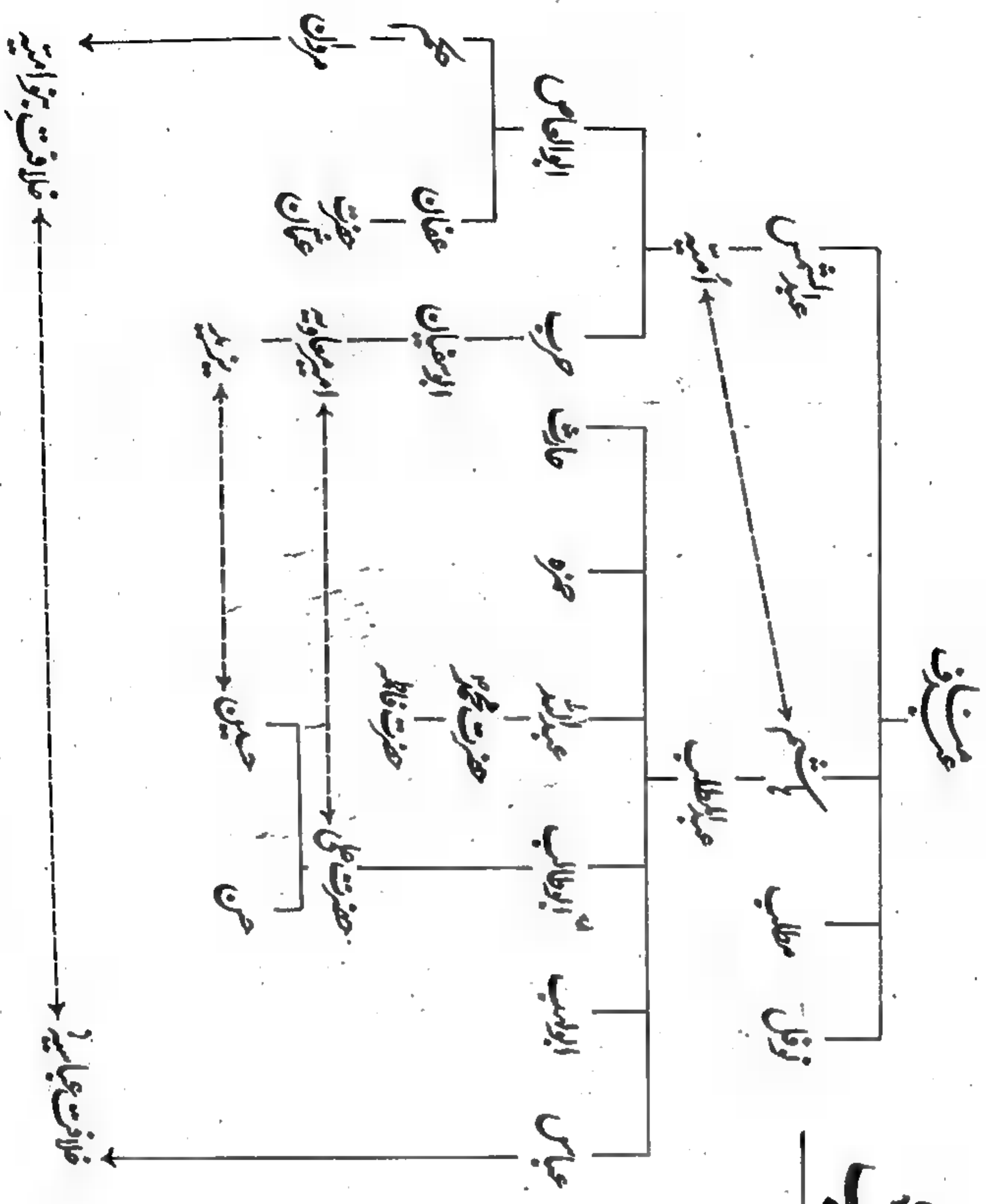
دروازے بند کر دیئے۔ مگر ایک بہادر انصاری حضرت براء بن مالک نے تن تنہا مسیلمہ کے پہرے داروں کو قتل کر کے باغ کے دروازے کھول دیئے۔ اب مسلمان اندر گھس گئے اور مسیلمہ کے ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ خود مسیلمہ بھی خدا کی تلوار سے نہ بچ سکا۔ مسیلمہ کو قتل کرنے والوں میں حضرت حمزہؓ کا قاتل وحشی بھی شامل تھا۔ گویا اس نے اس طرح اپنے گناہ کا کفارہ ادا کیا۔

مسیلمہ کے قتل کے بعد اس کی قوم بنو حنیفہ نے نرم شرائط پر صلح کر لی۔ صلح کی تکمیل ہو چکی تھی کہ حضرت ابو بکرؓ کا حکم پہنچا کہ بنی یمامہ کے سپاہی قتل کر دیئے جائیں مگر حضرت خالد بن ولید جو ان سے عہد نامہ کر چکے تھے۔ اس پر قائم رہے۔ پھر بعد میں قبیلہ بنی حنیفہ مسلمان ہو گیا۔ بخاری شریف جلد دوئم میں ہے کہ اس معرکہ میں ۱۲۰۰ مسلمان شہید ہوئے۔ جس میں ۷۰۰ حافظ قرآن تھے۔ مسیلمہ نے ایک نبیہ کاذبہ سجاح کے ساتھ شادی کر لی تھی اور مسیلمہ نے حق مہر کے طور پر اس کے لشکر کو عشاء اور فجر کی نماز معاف کر دی۔

آنحضرتؐ کی وفات کے بعد مسیلمہ کے گرد چالیس ہزار جنگجو اکٹھے ہو گئے تھے۔ ان میں ایسے لوگ بھی شامل تھے۔ جو مسیلمہ کو کاذب اور دجال سمجھتے تھے۔ مگر قومیت کے تعصب نے ان لوگوں کو اندھا کر دیا تھا۔ اور ان کا کہنا تھا کہ ربیعہ کا نبی کاذب قریش کے نبی صادق سے بہتر ہے (نعوذ باللہ)

اسود عنسی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے یمن میں اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر صنعا کے حاکم شہر بن

باذان کو قتل کر کے صنعا پر تسلط جما لیا۔ اس فتح کی وجہ سے بے شمار ضعیف الایمان لوگ اس کے ساتھ مل گئے۔ جب حضورؐ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپؐ نے معاذ بن جبلؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ کو ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا اور ابناء کے ایرانی النسل سرداروں کو تحریر کیا کہ وہ دین اسلام پر قائم رہیں۔ اسود عنسی نے شہر بن باذان کے قتل کے بعد اس کی بیوی سے زبردستی شادی کر لی تھی مگر وہ اسود سے بے حد نفرت کرتی تھی۔

اسی دوران اسود عنسی کے اپنے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی اور ابناء میں سے ایک شخص فیروز نامی نے موقع پا کر اسے قتل کر دیا۔ حضورؐ کی وفات کے بعد اسود عنسی کے حامیوں نے پھر فتنہ و فساد برپا کر دیا اور مرتد ہو گئے۔

لقیط بن مالک

رسول اللہ کی وفات کے بعد لقیط بن مالک نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اہل ایمان اور اہل مہرہ مرتد ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ عامل نکال دیئے۔ حذیفہؓ بن محص اور عکرمہؓ بن ابی جہل نے ان مرتدین کی سرکوبی کی اور دس ہزار دشمن میدان جنگ میں کام آئے اور چار ہزار گرفتار ہوئے۔

طلیحہ بن خویلا

طلیحہ بن خویلا نے بنو اسد میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ چند لوگ اس کے ساتھ گھروں سے نکل کھڑے ہوئے۔ راستے میں صحرا میں انہیں اچانک ایک چشمہ مل گیا اور یہ طلیحہ کا پہلا معجزہ قرار پایا۔ اسی اثناء میں منکرین زکواۃ بھی شکست کھا کر اس کے ساتھ آ ملے۔ جس سے اس کے لشکر میں بہت اضافہ ہو گیا۔ بنی غطفان

کے اکثر لوگ بھی اس فتنہ میں شامل ہو گئے۔

حضرت ابو بکرؓ صدیق نے اس فتنہ سے نبٹنے کے لئے خالد بن ولیدؓ کو بھیجا۔ اس وقت مدینے میں حاتم طائی کے بیٹے عدی بن حاتم موجود تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کی اجازت سے اپنی قوم کے پاس آئے اور قبیلہ بنو طے کے آدمی طلیحہ سے الگ کر دیئے اور عدی بن حاتم کی کوشش سے وہ دوبارہ مسلمان ہو گئے۔

عدی نے قبیلہ بنو خویلہ کو بھی طلیحہ سے الگ کر دیا۔ اس طرح دونوں قبائل سے صرف ایک ہزار لوگ خالد بن ولیدؓ سے جا ملے۔ چشمہ براخہ کے مقام پر جنگ ہوئی۔ طلیحہ ایک کمبل اوڑھ کر وحی کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ طلیحہ کے لشکر کو شکست ہوئی اور وہ اپنی بیوی کے ساتھ شام کی طرف فرار ہو گیا۔ اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں دوبارہ اسلام قبول کیا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ "اے کاذب تیرا ہی دعویٰ تھا کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے اور اللہ مجھے رسوا نہیں کرے گا۔"

اس نے کہا "اے امیرالمومنین یہ کفر کے فتنے تھے جن کو میرے اسلام نے مٹا دیا ہے۔ اب آپ سختی نہ کریں۔"

اس کے بعد اس نے کہانت چھوڑ دی اور مسلمانوں کی طرف سے عراق کی لڑائیوں میں شرکت کی۔

فتنہ بحرین

بحرین کے بنو عبد القیس اور بنو بکر بن وائل بہت طاقتور قبائل تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اس علاقے میں حضورؐ کے مقرر کردہ عامل

منذر بن ساویؓ بھی جب وفات پا گئے تو یہ قبائل بھی مرتد ہو گئے۔ اس پر حضرت جارودؓ نے اپنی قوم کو جمع کر کے پوچھا۔ "بنو عبدالقیس تم اسلام لانے کے بعد پھر مرتد ہو گئے تو انہوں نے جواب دیا کہ "اگر محمدؐ ہوتے وفات نہ پاتے۔" حضرت جارودؓ نے پوچھا "کیا حضورؐ سے پہلے بھی کچھ نبی ہوئے۔" تو انہوں نے کہا "کیوں نہیں آپؐ سے پہلے بہت سے انبیاء مبعوث ہوئے۔" پھر وہ کہاں گئے؟ وہ سب فوت ہو گئے۔ حضرت جارودؓ نے فرمایا۔ "بس اسی طرح حضرت محمدؐ وفات پا گئے۔ میں صدق دل سے اقرار کرتا ہوں۔"

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

ترجمہ: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔"

اس کے بعد تمام بنو عبدالقیس نے دوبارہ اسلام قبول کر لیا۔ قبیلہ بنو بکر کے مرتدین کے لئے علاء بن الحضری کو بھیجا۔ مرتدین کے سردار حطم نے لشکر کے گرد خندق کھداوئی۔ ایک ماہ تک لڑائی ہوئی اور آخر مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

منکرین زکوٰۃ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں "فتنہ ارتداد میں مسلمان بکریوں کے اس ریوڑ کی مانند تھے جو موسم سرما کی سرد رات میں طوفان بادوباراں میں جنگل میں بغیر چرواہے کے رہ جائے۔"

مرتدین کے علاوہ بعض قبائل ایسے تھے جنہوں نے اسلام سے بالکل تو انکار نہیں کیا البتہ زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔

حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے علاوہ بہت سے صحابہ کی رائے تھی کہ رسول اللہ پر ایمان لانے والوں سے ہرگز لڑنا نہیں چاہئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا۔ "واللہ اگر منکرین زکوٰۃ مجھے ایک رسی دینے سے بھی انکار کریں گے جسے وہ رسولؐ اللہ کے زمانے میں ادا کیا کرتے تھے تو بھی میں ان سے جنگ کروں گا۔"

اس پر حضرت عمرؓ کچھ تیزی میں آگئے اور کہا ہم ان لوگوں سے کس طرح جنگ کرسکتے ہیں جب کہ رسولؐ نے صاف فرمایا ہے کہ مجھے اس وقت تک لوگوں سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جب تک وہ زبان سے لا اللہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہ کہہ دیں۔ جو شخص یہ کلمہ زبان سے ادا کرے گا۔ اس کی حفاظت جان و مال مسلمان کے ذمہ ہوگی۔ البتہ جو حقوق اس پر واجب ہوں گے ان کی ادائیگی کا مطالبہ اس سے ضرور کیا جائے گا۔ ہاں اس کی نیت کا حساب اللہ اس سے خود لے گا۔"

لیکن حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ "میں زکوٰۃ اور صلوٰۃ میں فرق کرنے والے کے ساتھ ضرور لڑوں گا۔ لیکن زکوٰۃ مال کا حق ہے اور رسولؐ نے فرمایا ہے کہ "اسلام قبول کرنے والے لوگوں کے ذمے جو حقوق ہوں گے ان کی ادائیگی کا مطالبہ ان سے بہرحال کیا جائے گا۔"

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو مخاطب کرکے فرمایا۔ "یعنی یہ کہ تم جاہلیت میں تو بڑے جابر تھے۔ یہ کیا ہوا کہ مسلمان ہو کر خوار ہوگئے۔ وحی کا سلسلہ قطع ہو گیا۔ دین کمال کو پہنچ چکا۔ کیا میری زندگی میں اس کی قطع برید کی جائے گی۔ واللہ اگر فرض زکوٰۃ میں سے ایک رسی کا ٹکڑا دینے سے بھی لوگ انکار کریں گے تو میں جہاد کا حکم دوں گا۔

حضرت عمرؓ مانتے ہیں کہ میں نے یہ سن کر جان لیا کہ ابو بکرؓ کے دل کو اللہ نے جہاد کے لئے کھول دیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے تمام منکرین زکوٰۃ پر لشکر کشی کی اور لشکر کے سرداروں کو تاکید کی کہ لڑائی سے پہلے ان کو ایک دفعہ ہدایت ضرور کر دینا اور اگر وہ آزان دے دیں اور زکوٰۃ دینے پر راضی ہو جائیں تو ان کو کچھ نہ کہنا۔ اس طرح صرف ۷ ماہ میں حضرت ابو بکرؓ نے مرتدین اور منکرین زکواۃ کی سرکوبی کر کے تمام عرب کو اسلامی جھنڈے تلے جمع کر کے منتشر ہونے سے بچالیا۔ اور موثر و مضبوط خارجہ حکمت عملی اپنائے ہوئے عراق۔ ایران اور روم کی سلطنتوں کے خلاف جہاد کا آغاز فرمایا کیونکہ یہ مسلمانوں کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی کر کے فتنے کھڑے کر رہی تھیں۔ ان جنگوں میں مسلمان نامور سپہ سالاروں نے مخالفین کو عبرت ناک شکست دے کر تمام دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔ اور مسلمان دنیا میں ناقابل تسخیر قوت بن کر ابھرے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ۱۱ ہجری تا ۱۳ ہجری تقریباً" سوا دو سال حکومت کی۔

خلافت کی ۔

حضرت عمر فاروقؓ کا زمانہ خلافت

آپ قریش کی شاخ بنو عدی سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنی بیماری کی حالت میں ہی حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنانے کی رائے دی تھی۔ آپؓ نے ۱۳ ہجری سے ۲۴ ہجری تک حکومت کی۔ حضرت ابو بکرؓ نے مختصر عرصہ میں اندرونی اور بیرونی تمام فتنے ختم کر دیئے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کو بڑے اطمینان سے حکومت کرنے کا موقع ملا۔ آپؓ نے ایسا نظام حکومت قائم کیا۔ جس کی آج تک مہذب دور میں کوئی مثال نہیں دے سکتا۔ زبردست اسلامی فتوحات ہوئیں اور مسلمان دنیا کی عظیم ترین طاقت بن گئے۔ طبری کے بیان کے مطابق جنگ یرموک میں رومیوں کی تعداد دو لاکھ چالیس ہزار اور مسلمانوں کی تعداد صرف ۳۲ ہزار تھی۔ لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ نے ایسی حکمت عملی سے جنگ لڑی کہ رومی فوج کے تقریباً" ایک لاکھ بیس ہزار سپاہی دریا میں غرق ہو گئے۔ کچھ تلوار کے ہاتھ موت کے گھاٹ اتر گئے۔ مسلمان ۳ ہزار شہید ہوئے۔ اس جنگ میں فتح حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں کے قدم شام میں جم گئے اور آگے ہی آگے بڑھتے گئے۔ آپؓ نے دس سال کے قلیل عرصہ میں ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح کیا۔

حضرت عثمان غنیؓ کا زمانہ خلافت

حضرت عمرؓ فاروق نے شہادت سے پہلے مسلمانوں میں سب سے با اثر اور جلیل القدر صحابہ کو خلافت کے لئے نامزد کیا اور حضرت مقدادؓ کو فرمایا۔

"میری وفات کے بعد ان چھ حضرات کو ایک مکان میں جمع کرنا اور تین دن کے اندر خلافت کا فیصلہ کرلیں اور جو شخص مسلمانوں کی مرضی کے خلاف زبردستی امیر بننے کی کوشش کرے اس کو قتل کردینا۔"

یہ چھ حضرات (۱) حضرت عثمانؓ بن عفان (۲) حضرت علیؓ بن ابی طالب (۳) حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ (۴) حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف (۵) حضرت زبیرؓ بن عوام (۶) حضرت سعدؓ بن ابی وقاص تھے۔

حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف حضورؐ کی والدہ ماجدہ آمنہ بنت وہب کے قریبی رشتہ دار تھے۔ حضرت عمرؓ سے پہلے حضرت ابو بکرؓ نے بھی خلافت کو بادشاہت سے بچانے کے لئے اپنے کسی بیٹے کو نامزد نہیں کیا تھا اور اسی طرح حضرت عمرؓ نے بھی اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں واضح طور پر ہدایت کردی کہ انہیں خلیفہ نہیں بنایا جائے گا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد ایسا ہی کیا گیا۔

مگر گفت و شنید کے بعد جب کوئی فیصلہ نہ ہوا تو حضرت مقدادؓ نے فرمایا کہ جو شخص سب سے زیادہ اہل سمجھتا ہو اپنا نام پیش کرے۔ سعدؓ بن ابی وقاص نے حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف کا نام پیش کیا۔ عبدالرحمنؓ بن عوف نے فوراً اپنا نام واپس لے لیا۔ حضرت طلحہؓ نے حضرت عثمانؓ اور حضرت زبیرؓ نے حضرت علیؓ کا نام پیش کیا۔ اب صرف دو نام زیر غور تھے۔ یعنی حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ

عبدالرحمن بن عوف نے حج سے واپس آنے والے قافلوں سے بھی رائے لی اور بالآخر حضرت عثمانؓ کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ سب سے پہلے حضرت علیؓ نے بیعت کی۔ محمد حسین ہیکل اور ابن کثیر نے روایت کی ہے کہ عبدالرحمنؓ بن عوف منبر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست گاہ پر بیٹھ گئے اور حضرت عثمانؓ کی بیعت کرنے کے بعد انہیں دوسری سیڑھی پر بٹھالیا۔ لوگ آپؓ کی بیعت کے لئے آنے لگے تو علیؓ بن ابی طالب نے سب سے پہلے آپؓ کی بیعت کی۔ ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری مصنف نے اپنی کتاب "حضرت عثمانؓ" میں لکھا ہے۔

"حضرت علیؓ نے بھی بلا پس و پیش بیعت کی۔ کہا جاتا ہے کہ ان کو تردد تھا اور عبدالرحمنؓ بن عوف نے ان سے کہا "علیؓ! مواخذہ اپنے سر نہ لو' قرآنی ارشاد ہے جس نے عہد توڑ دیا۔ ذمہ داری اس کے سر ہے اور جس نے اللہ سے کیا گیا عہد پورا کیا خدا اسے اجر عظیم دے گا۔ تب حضرت علیؓ آئے اور بیعت کی۔ لیکن میرا یقین ہے کہ حضرت علیؓ کو تردد نہ تھا اور وہ ہر گز اس کے محتاج نہ تھے۔ کہ کوئی انہیں عہد وفا کی یاد دلاتا۔ آپؓ کی پوری زندگی ہم کو بتاتی ہے کہ آپؓ کی ذات اس قسم کی یاد دہانی یا تنبیہہ سے بالاتر تھی۔"

حضرت عثمانؓ نے ۱۲ سال خلافت کی لیکن ان میں سے صرف پانچ سال وہ اطمینان سے کام کر سکے۔ اس تھوڑی سی مدت میں آپ نے بہت سے ممالک فتح کئے۔ جب حضرت عثمانؓ خلیفہ بنے تو اس سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ نے بہت سے ممالک فتح کر لئے تھے۔ حضرت عثمانؓ کے وقت میں ملت اسلامیہ ایک عظیم الشان اسلامی سلطنت میں تبدیل ہو چکی تھی۔ دولت کی ریل پیل تھی۔

اسلامی مملکت کی حدود بہت وسیع ہو چکی تھیں۔ اس لئے مفسدین اور حاسدین
حکومت نے سر اٹھانا شروع کر دیا تھا۔ ملک میں جگہ جگہ بغاوتیں پھوٹ پڑیں۔

ایران۔ خراسان۔ آرمینیہ اور آذربائیجان کے صوبے باغی ہو گئے۔ مصر اور
سکندریہ میں رومیوں نے مسلمانوں کے خلاف سر اٹھایا۔ حضرت عثمانؓ نے بہت
تیزی سے ان تمام بیرونی بغاوتوں کو دبا دیا۔ آرمینیہ اور آذربائیجان کے جو علاقے
ابھی تک غیر مفتوح تھے ان کو بھی فتح کر لیا۔ اسلامی مملکت کی حدود کو سندھ اور
کابل سے لے کر یورپ کی حدود تک پھیلا دیا۔ لیکن اندرونی شورشوں پر قابو نہ پا
سکے اور وہ ہوا جس پر تاریخ اب تک شرمندہ ہے۔

نفاق کی خونی لکیر

مولانا ابوالکلام آزاد کہتے ہیں۔

"اسلامی تاریخ میں نفاق کی ایک لکیر ہے۔ یہ لکیر حضرت عثمانؓ کے
خون سے کھینچی گئی ہے اور اس میں اسلام کا پورا جاہ و جلال دفن ہو گیا۔
اس حادثہ سے وحدت اسلامی کے قصر رفیع میں ایسا شگاف پیدا ہو گیا جو
کبھی نہ بھرا جا سکے گا۔ آپؓ کی شہادت کے بعد مسلمان مختلف فرقوں میں
تقسیم ہو گئے اور وحدت اسلامی پارہ پارہ ہو گئی۔"

حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر سن کر حضرت علیؓ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا۔

"خدایا میں عثمانؓ کے خون سے بری ہوں۔"

حضرت عبداللہؓ ابن عباس نے فرمایا۔ "اگر ساری مخلوق اس قتل میں شریک
ہوتی تو قوم لوط کی طرح اس پر آسمان سے پتھر برستے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ "عثمانؓ دھلے ہوئے کپڑے کی مانند پاک وصاف ہو گئے۔"

حضرت عبداللہؓ بن سلام نے فرمایا۔ "آج عرب کی قوت کا آفتاب غروب ہو گیا۔"

حضرت سعیدؓ بن زید نے فرمایا۔ "لوگو واجب ہے کہ اس بداعمالی پر کوہ احد پھٹے اور تم پر گرے"

حضرت انسؓ نے فرمایا "حضرت عثمانؓ جب تک زندہ تھے۔ خدا کی تلوار نیام میں تھی۔ آج اس شہادت کے بعد یہ تلوار نیام سے نکلے گی اور قیامت تک کھلی رہے گی۔"

حضرت حذیفہؓ نے فرمایا "حضرت عثمانؓ کے قتل سے اسلام میں ایک ایسا رخنہ پڑ گیا ہے کہ وہ اب قیامت تک بند نہ ہو گا۔"

شہادت عثمانؓ کے تاریخ کی رو سے مندرجہ ذیل اسباب ہیں۔

اسباب شہادت حضرت عثمانؓ

۱۔ خاندانی رقابت

حضرت عثمانؓ کا شجرہ نسب پانچویں پشت پر حضورؐ سے جا ملتا ہے۔ اس شہادت کی ایک وجہ بنی ہاشم اور بنو امیہ کی خاندانی رقابت ہے۔

حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے آنحضورؐ کے پردادا عبدالمناف سے آپ کا شجرہ نسب اس طرح ہے۔

حضرت عثمانؓ کا شجرہ نسب

ابن اثیر جزری تاریخ کامل' میں لکھتے ہیں کہ عبدالمناف کے دو بیٹے عبدالشمس' اور ہاشم' جڑواں پیدا ہوئے اور ایک کی انگلی دوسرے کی پیشانی سے چسپاں تھی۔ جس کو جدا کرنے سے خون جاری ہوا۔ لوگ اس کو بدشگونی سمجھ کر کہنے لگے۔ ان دونوں کی نسلوں میں خون ریزی برپا ہو گی۔ کچھ مورخین کہتے ہیں کہ دونوں کی پشتیں آپس میں جڑی ہوئی تھیں۔

حضرت اسماعیل کی اولاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کے پرداوا عبدالمناف کی شخصیت بھی اہم تھی۔ ان کے چار بیٹے تھے۔

(۱) نوفل (۲) مطلب (۳) ہاشم (۴) عبدالشمس۔ بنی ہاشم اور بنی امیہ میں رقابت کے معنی ہیں ہاشم اور عبدالشمس کی اولادوں میں نا اتفاقی۔ ہاشم اگرچہ عبدالشمس سے چھوٹے تھے۔ (جڑواں میں پہلے عبدالشمس پیدا ہوئے) لیکن وہ اپنی لیاقت اور فیاضی سے قوم کے پیش رو بن گئے۔ انہوں نے قیصر روم اور نجاشی شاہ حبش سے تجارتی مراعات حاصل کیں اور اس کے بعد خانہ کعبہ کے انتظامات بھی ان کے سپرد ہو گئے۔ یہ سب چیزیں ہاشم کے بھتیجے یعنی عبدالشمس کے بیٹے امیہؓ کو بہت ناگوار گذریں اور ایک موقع پر اس نے اپنے چچا ہاشم کو لڑائی کا چیلنج دے دیا۔

شرط یہ تھی کہ چچا ہاشم اور بھتیجے امیہ کے درمیان مناظرہ ہو گا۔ قبیلہ خزاعہ کا ایک کاہن مناظرے کا فیصلہ دے گا۔ اور فریقین اسے منظور کرلیں گے اور یہ طے پایا کہ ہارنے والا شخص جیتنے والے کو پچاس سیاہ چشم اونٹ دے گا۔ اور

دس سال کے لئے جلا وطن کر دیا جائے گا۔ ہاشم اور امیہ میں مناظرہ ہوا۔ منصف نے امیہ کی شکست کا اعلان کر دیا۔ امیہ نے پچاس اونٹ دئے اور شام کی طرف جلا وطن کر دیا گیا۔

جب حضورؐ کو نبوت ملی اس وقت ہاشم کے بیٹے عبدالمطلب یعنی آپؐ کے دادا اور چچاؤں میں ابو طالب' حمزہ' عباس اور ابو لہب بنو ہاشم کے ستون تھے۔

بنو امیہ کی قیادت تین آدمیوں کے ہاتھوں میں تھی۔ ابوسفیان جو امیہ کے پوتے اور حرب کے بیٹے تھے۔ عفان اور حکم جو امیہ کے دوسرے بیٹے ابوالعاص کے بیٹے تھے۔ جب حضورؐ نے اپنی بعثت کا اعلان کیا تو چونکہ آپؐ بنو ہاشم سے تھے۔ اس لئے بنو امیہ نے خاندانی رقابت کی بنا پر آپؐ کی شدید مخالفت کی۔ بنو ہاشم میں سوائے ابولہب کے آہستہ آہستہ قریباً" تمام لوگ آپؐ پر ایمان لے آئے۔ مگر بنو امیہ میں سے صرف حضرت عثمانؓ بن عفان نے خاندان کی مخالفت مول لیتے ہوئے کلمہ توحید پڑھا۔

یہی ایک چیز حضرت عثمانؓ کی عظمت اور جرأت کی دلیل ہے۔ فتح مکہ سے قبل بنو امیہ ابوسفیان کی سرداری میں اسلام کے زبردست دشمن رہے۔ فتح مکہ کے وقت حضورؐ نے اسلام کے ان تمام دشمنوں کو معاف کر دیا اور مسلمانوں کو قبائل کی حدود سے نکال کر بھائی بھائی بنا دیا۔

اس طرح اموی اور ہاشمی بھائی بھائی بن کر ایک دوسرے سے بڑھ کر اسلام کی خدمت کرنے لگے۔ لیکن وقت کے ساتھ حاسدین ایک دیرینہ رقابت کو پھر ہوا دینے لگے اور ہاشمی لوگ اپنے آپ کو رسول اللہ کا وارث سمجھنے لگے۔ خاص طور پر جب حضرت عثمانؓ خلیفہ بنے تو یہ صورت حال انہیں پسند نہ آئی کہ بنو

امیہ کے سردار کا بیٹا رسول اللہ کے دین کی امامت کرے۔

۲۔ قریش اور غیر قریش میں نفاق

وقت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی تعداد بہت بڑھ گئی مفتوح ممالک میں بڑی تیزی سے اسلام پھیلا۔ انہوں نے لشکر اسلام میں شامل ہو کر اسلام کی خدمات انجام دیں اور انہیں یہ گوارا نہ تھا کہ حکومت صرف قریش کے خاندان ہی میں رہے۔

۳۔ عرب اور غیر عرب میں نِفاق

اسلامی حکومت کی حدیں روم، شام اور مصر تک پھیل چکی تھیں۔ یہودی، مجوسی اور عیسائی لاکھوں کی تعداد میں مسلمان ہو چکے تھے۔ اسلامی نظریہ مساوات کے تحت انہیں ہر معاملے میں عربوں کی بالادستی پسند نہ تھی۔

۴۔ صحابہ کی کمی

حضرت عثمانؓ کے عہد تک اکثر ممتاز صحابہ یا تو وفات پا چکے تھے یا لشکر اسلام میں داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو چکے تھے۔ جو باقی تھے وہ اتنے ضعیف تھے کہ انتظام سلطنت کی ذمہ داریاں سنبھالنے سے قاصر تھے۔ اس لئے بہت سے علاقوں میں ایسے حاکم بھی تھے جو دین کے ساتھ زیادہ مخلص نہ تھے۔ ایسے لوگوں کے خلاف ردعمل ایک فطری بات تھی۔

۵۔ حزب مخالف

آج ہم دیکھتے ہیں کہ ایک چھوٹے سے ملک میں حکومت کی مخالف جماعتیں اس قدر مضبوط ہوتی ہیں کہ باقاعدہ انتخابات میں ایک ایک سیٹ پر کئی کئی امیدوار آپس میں مقابلہ کرتے ہیں سیاسی قتل بھی ہوتے ہیں تو اتنی بڑی اسلامی مملکت جس کا عشر عشیر آج دنیا میں ایک ملک بھی نہیں ہے۔ اس میں حزب مخالف کا ہونا اور سیاسی سازشیں ایک لازمی امر ہے جب کہ اس وقت ذرائع رسل و رسائل بھی اتنے جدید نہ تھے۔

٦۔ مفتوحہ اقوام کا جذبہ انتقام

جو قومیں عرب سے مغلوب ہو گئی تھیں ان میں سے عوام کی اکثریت مسلمانوں کو اپنا نجات دہندہ سمجھتی تھیں۔ مگر کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن کے آباؤ اجداد سے حکومتیں چھینی گئی تھیں۔ وہ زیر زمین تخریبی سرگرمیوں میں مصروف تھے اور انتقام لینے کا موقع تلاش کر رہے تھے۔

۷۔ اموی عمال کا تقرر

"الطبری" کی جلد نمبر ۳ صفحہ نمبر ۲۹۱ میں ہے کہ حضرت عثمانؓ کے نزدیک یہ صلہ رحمی کا تقاضہ تھا۔ چنانچہ وہ کہتے تھے کہ عمرؓ خدا کی خاطر اپنے اقربا کو محروم رکھتے تھے اور میں خدا کی خاطر اپنے اقرباء کو دیتا تھا کنز العمال' جلد نمبر ۵۔ طبقاب ابن سعد جلد نمبر ۳ صفحہ نمبر ٦۴ میں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ایک موقع پر فرمایا۔ "ابو بکرؓ اور عمرؓ بیت المال کے معاملہ میں اس بات کو پسند کرتے تھے کہ

خود بھی خستہ حال رہیں اور اپنے اقربا کو بھی اس حالت میں رکھیں۔"

حضرت عمر فاروقؓ نے دور اندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے خاندان بنو عدی سے اعلیٰ حکام مقرر کرنے سے گریز کیا اور ابو بکرؓ نے بھی ایسا ہی کیا۔

حضرت عثمانؓ نے بھی حضرت عمرؓ کی وصیت کے مطابق ایک سال تک کسی حاکم کو معزول نہ کیا کیونکہ حضرت عمرؓ نے وصیت کی تھی کہ ایک سال تک کسی حاکم کو بلا وجہ معزول نہ کیا جائے تاکہ جو مہمات شروع ہیں وہ پایہ تکمیل کو پہنچ جائیں لیکن حضرت عثمانؓ کے نزدیک جو لوگ صوبوں کی سربراہی کے قابل تھے وہ اموی ہی تھے اس طرح مخالفین نے آپؓ پر اقربا نوازی کا الزام لگایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پورے عہد حکومت میں حضرت علیؓ کے سوا بنی ہاشم میں سے کسی کو کوئی عہدہ نہ دیا۔

حضرت عمرؓ نے اپنے پورے دور حکومت میں اپنے قبیلے کے صرف ایک شخص جس کا نام نعمان بن عدی تھا بصرے کے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں کا تحصیلدار مقرر کیا اور تھوڑی ہی مدت بعد اسے بھی معزول کر دیا یہ ابتدائی مسلمانوں میں سے تھے۔ ان کا اسلام حضرت عمرؓ سے بھی قدیم تھا ہجرت حبشہ میں یہ اور ان کے والد حضرت عدی بھی شامل تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو گاؤں کا تحصیلدار مقرر کیا تو ان کی بیوی ان کے ساتھ نہ گئیں وہاں انہوں نے اپنی بیوی کے فراق میں کچھ اشعار کہے جس میں شراب کا صرف مضمون باندھا گیا اس پر حضرت عمرؓ نے ان کو معزول کر دیا اور فیصلہ کیا انہیں آئندہ کوئی عہدہ نہیں دیا جائے گا۔ ابن عبدالبرالاستعیاب جلد نمبر ا صفحہ نمبر ۲۹۶' خلافت ملوکیت از مولانا مودودی صفحہ نمبر ۹۸ میں ہے کہ ایک اور صاحب قدامہ بن

مطعون کو جو حضرت عمرؓ کے بہنوئی تھے نجران کا عامل مقرر کیا تھا یہ مہاجرین حبشہ میں سے تھے مگر جب ان کے خلاف شراب نوشی کی شہادت قائم ہوئی تو حضرت عمرؓ نے ان کو معزول کر دیا اور ان پر حد جاری کی۔

۸۔ محمد بن ابو حذیفہ

محمد بن ابو حذیفہ کے والد کا قریش سرداروں میں ممتاز درجہ تھا آپ کے والد نے کافی پہلے اسلام قبول کیا۔ ہجرت حبشہ کی۔ دین کے سلسلے میں کڑی مصیبتیں اٹھائیں۔ ایمان' یقین اور پورے جوش و خروش کے ساتھ بدر کے معرکے میں شامل ہوئے اور یمامہ کے معرکے میں شہید ہوئے۔ محمد بن حذیفہ اپنے والد کی شہادت کے وقت ۱۴ یا ۱۵ سال کے نوجوان تھے۔ باپ کا سایہ سر سے اٹھ جانے کے بعد حضرت عثمانؓ نے آپ کی کفالت کی اور اپنی نگرانی میں پرورش کی۔ جب حضرت عثمان خلیفہ بنے تو اس نوجوان نے خیال کیا کہ حضرت عثمانؓ کے عزیزوں کی طرح اس کو بھی حکومت میں کوئی حصہ ملے گا لیکن حضرت عثمانؓ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا۔ اگر تم میں کوئی اہلیت پاتا تو ضرور کسی خدمت پر مامور کر دیتا۔ نوجوان نے کہا پھر مجھے کہیں جانے دیجئے اور میری مدد کیجئے۔ حضرت عثمانؓ نے انہیں کچھ دیا اور اجازت دے دی جہاں چاہو چلے جاؤ۔ وہ مصر چلا گیا اور مصر پہنچتے ہی حضرت عثمانؓ کی مخالفت کرنی شروع کر دی اور ان کے گورنر عبداللہ بن ابی سرح کے خلاف شور کرنا شروع کر دیا۔

۹۔ محمد بن ابو بکرؓ

دوسرا نوجوان محمد بن ابو بکرؓ تھا۔ وہ حضرت ابو بکرؓ کے بیٹے اور حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے۔ ان کو بھی تمام قریشیوں کی طرح اپنی برتری پر ناز تھا۔ ان کو اپنی بہن اور باپ پر ناز تھا۔ جو حضورؐ کی نگاہ میں عزیز ترین تھے۔ اس لئے وہ حضرت عثمانؓ سے متوقع تھے کہ وہ ان کو کسی صوبے کا والی بنائیں گے۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے کچھ خیال نہ کیا۔ چنانچہ محمد بن ابوبکرؓ بھی مصر چلے گئے اور محمد بن ابو حذیفہ سے مل کر حضرت عثمانؓ اور ان کے عمال کے خلاف لوگوں کو ورغلانے لگ گئے اس پر مصر کے حاکم نے حضرت عثمانؓ کو خط لکھا اور ان کے خلاف کاروائی کی اجازت چاہی مگر حضرت عثمانؓ نے اس کے جواب میں کہا کہ محمد بن ابو بکرؓ سے صدیق اکبرؓ اور حضرت عائشہؓ کے احترام کے پیش نظر درگذر کرے۔ محمد بن ابوحذیفہ کو بھی چھوڑ دے وہ میرا لڑکا اور میرا پروردہ ہے۔ اور قریش کی چڑیا ہے۔

حضرت عثمانؓ کی نرم مزاجی کی وجہ سے یہ بغاوت کا پودا بڑھتا رہا اور ان دونوں نوجوانوں نے شہادت عثمانؓ میں نمایاں کردار ادا کیا۔

۱۰۔ اکابر قریش کو مدینہ سے باہر جانے کی اجازت

حضرت عمر فاروقؓ نے قریش کے معززین کو مفتوحہ علاقوں میں زمینیں خریدنے اور آباد ہونے سے منع کیا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے یہ پابندی اٹھالی جبکہ حضرت عمرؓ بطور کابینہ کے ان کے مشوروں سے فائدہ بھی اٹھاتے تھے اور ان کے اثر و رسوخ سے ان کی پشت پناہی بھی تھی۔

حجاز میں جلیل القدر صحابہ کی منقولہ اور غیر منقولہ جائیدادیں بہت زیادہ تھیں۔ ان لوگوں کو اجازت ملتے ہی انہوں نے تمام جائیدادوں کو فروخت کر

شروع کر دیا اور دوسرے صوبوں میں زمینیں خرید لیں۔ کیونکہ یہ زمینیں حجاز سے کہیں زیادہ زرخیز تھیں۔ پھر بونے جوتنے میں آسانی اور پیداوار زیادہ تھی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ لوگ عراق اور دوسرے صوبوں میں بڑی بڑی جاگیروں اور زمینوں کے مالک ہو گئے۔ یہ سال مالی نقطہ نگاہ سے بڑی سرگرمی کا سال گذرا اور اس طرح عیش و عشرت میں اضافہ ہوا۔

شاہ پسند عجمی قوم نے ان کو شہزادے اور بادشاہ بنا دیا۔ بعض لوگ ان سے حسد کرنے لگے اور اس طرح بگاڑ اور انتشار بھی پیدا ہوا۔

اسی طرح ایک حد سے زیادہ مالدار طبقہ پیدا ہوا اور ایک وہ طبقہ جو ان کی غلامی اور مزدوری کرتے تھے۔ دولت کے اس انقلاب نے ایک طبقاتی انقلاب بھی پیدا کیا جس نے عوام کو مختلف جماعتوں اور فرقوں میں تقسیم کر دیا۔

۱۱۔ پورا شام امیر معاویہؓ کے اقتدار میں

ڈاکٹر طہٰ اپنی کتاب "حضرت عثمانؓ" میں لکھتے ہیں۔

"عثمانی عہد میں امیر معاویہؓ تمام گورنروں سے زیادہ خوش نصیب اور ہر حیثیت سے کامیاب گورنر تھے۔"

حضرت عمرؓ نے ان کو دمشق کا حکمران بنایا تھا۔ جب ان کے بھائی یزیدؓ بن ابی سفیان کا انتقال ہوا جو اردن کے حاکم تھے تو حضرت عمرؓ نے ان کا کام بھی امیر معاویہؓ کے سپرد کر دیا۔ ابو سفیان کے ساتھ کسی ہمدردی کی بنا پر نہیں دیا تھا بلکہ آپ نے معاویہؓ میں قابلیت، ہمت اور دور اندیشی دیکھی تھی۔ حضرت عثمانؓ نے امیر معاویہؓ کو ان کے عہدے پر برقرار رکھا اور جب فلسطین کے حاکم علقمہ کنانی کا انتقال ہوا

تو حضرت عثمانؓ نے فلسطین کی حکومت بھی امیر معاویہؓ کے سپرد کر دی۔ پھر حمص کے حاکم امیر بن سعد انصاری بیمار ہوئے اور حضرت عثمانؓ سے استعفیٰ کی درخواست کی تو حضرت عثمانؓ نے حمص کی حکومت بھی امیر معاویہؓ کو دے دی۔ اس طرح وہ عثمانی عہد کے سب سے زیادہ اہم اور عظیم الشان گورنر بن گئے۔ ان کی حکومت حجاز اور مصر کے درمیان واقع تھی۔ حجاز خلافت کا مرکز تھا اور مصر قوت، شوکت اور زرخیزی میں شام کے برابر تھا۔ ان کے سامنے جہاد کے دو بڑے دروازے بھی کھل گئے۔ ایک بحری سمت کا اور دوسرا رومی سرحدوں کی بری سمتوں کا۔ امیر معاویہؓ کی شام کی حکومت کا دور بہت لمبا تھا۔ حضرت عمرؓ کی پوری خلافت اور حضرت عثمانؓ کی پوری خلافت۔ اس طرح انہوں نے اندرونی نظام حکومت اور مسلسل جہاد کے ذریعے سے بھی ایسی شان و شوکت حاصل کر لی جو کسی گورنر کے حصے میں نہ آئی۔ امیر معاویہؓ کے پاس ملک کی بہترین فوج تھی اور جہاد کے ذریعے وہ بے حد دولت بھی کما چکے تھے۔ اس کے علاوہ وہ حضرت عثمانؓ کے چچا زاد بھائی بھی تھے۔ اس چیز نے بھی دوسرے صوبے کے لوگوں میں حسد پیدا کیا۔

اس بے پناہ طاقت اور تمام حاکموں سے زیادہ اپنی رعایا پر قابو پانے کی وجہ سے اور سیاسی چالوں میں مہارت کی وجہ سے جب فتنوں نے سر اٹھایا تو انہوں نے حضرت علیؓ کو بھی چین سے حکومت نہ کرنے دی۔ اور آخر کار اسلامی خلافت کو بادشاہت میں بدل ڈالا اور اسلام میں فرقہ واریت کو ہوا دی۔

۱۲۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی خلافت و ملوکیت میں بحوالہ ابو داؤد۔ باب الحکم فی

المرتد۔ نسائی۔ باب الحکم فی من ارتد۔ مستدرک حاکم کتاب المغازی۔ طبقات ابن سعد جلد دوئم صفحہ ۱۳۶۔ ۱۴۱ سیرت ابن ہشام جلد چار صفحہ نمبر ۵۲۔ ۵۱۔ مصطفیٰ الباری الحلبی مصر ۱۹۳۶ء۔ الاستیعاب جلد نمبر ا صفحہ نمبر ۳۸۱ اور الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۹ سے لکھتے ہیں۔

عبداللہ بن سعد ابی سرح پہلے مسلمان ہو کر مدینہ طیبہ ہجرت کر کے آئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کاتبین وحی میں شامل فرمایا تھا۔ پھر مرتد ہو کر مکہ معظمہ واپس چلے گئے۔ انہوں نے اپنی اس پوزیشن سے کہ کاتب وحی رہ چکے تھے۔ غلط فائدہ اٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پھیلا دیں۔ اس وجہ سے فتح مکہ کے موقع پر آپؐ نے جن لوگوں کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ اگر کعبہ کے پردوں میں بھی چھپے ہوئے ہوں تو ان کو قتل کر دیا جائے۔ ان میں یہ بھی شامل تھے۔ اس اعلان کو سن کر یہ حضرت عثمانؓ کے پاس جو ان کے رضائی بھائی تھے پناہ گزین ہوئے اور انہوں نے ان کو چھپا لیا۔ جب مکہ میں امن و امان قائم ہو گیا اور رسول اکرمؐ اہل مکہ سے بیعت لینے کے لئے تشریف فرما ہوئے تو حضرت عثمانؓ ان کو لے کر حضورؐ کے سامنے پہنچ گئے اور ان کے لئے عفو و تقصیر کی درخواست کی اور گذارش کی کہ ان کی بیعت بھی قبول فرمالیں۔ حضورؐ خاموش رہے۔ حتی کہ تین مرتبہ ان کی درخواست پر خاموش رہنے کے بعد آپؐ نے ان سے بیعت لے لی۔ اور پھر صحابہ اکرام سے فرمایا۔ کہ تم میں کوئی ایسا بھلا آدمی نہ تھا کہ جب میں بیعت نہیں لے رہا تھا تو وہ اٹھ کر انہیں قتل کر دیتا۔ عرض کیا گیا کہ ہم آپؐ کے اشارے کا انتظار کر رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا نبیؐ کا یہ کام نہیں کہ وہ آنکھ سے

خفیہ اشارے کرے۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت عبداللہ بن سعد بعد میں ایک مخلص مسلمان ثابت ہوئے اور ان سے پھر کوئی بات قابل اعتراض ظاہر نہ ہوئی۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے ان کو پہلے حضرت عمروؓ بن عاص کے ماتحت ایک فوجی افسر مقرر کیا اور بعد میں مصر کے ایک علاقے میں صعید کا عامل بھی بنایا مگر جب حضرت عثمانؓ کے زمانے میں وہ مصر سمیت پورے شمالی افریقہ کے حاکم عام اور سپریم کمانڈر بنائے گئے تو یہ بات خلاف فطرت نہیں تھی کہ ان کے ماضی کو دیکھتے ہوئے اتنے بلند منصب پر ان کا تقرر لوگوں کو ناگوار ہوا۔

۱۲۔ حضرت عثمانؓ کی نرم مزاجی

ہر انسان میں مختلف بشری خصوصیات ہوتی ہیں۔ حضرت عثمانؓ بے حد نرم مزاج اور رحم دل واقع ہوئے تھے۔ ان کے مخالفین اعلانیہ سازش کرتے مگر آپؓ ان پر گرفت نہ فرماتے۔ حتیٰ کہ جب فتنہ و شر حد درجہ بڑھ گیا تو بھی آپؓ نے صحابہ کو اہل شر کے خلاف کسی اقدام سے باز رکھا۔ اس نرم مزاجی کی بدولت مخالفین اپنی سازش میں کامیاب ہو گئے۔ جب کہ حضرت عمرؓ جس کو والی بناتے تھے۔ اس کے کان پر سوار رہتے تھے۔ ایک حرف بھی ان کے خلاف سن پاتے تو اسی وقت ان کو طلب کرتے اور بات ٹھکانے تک پہنچا دیتے۔ حضرت عمرؓ کا غلام جتنا ان سے ڈرتا تھا معاویہؓ اس سے کہیں زیادہ حضرت عمرؓ سے ڈرتے۔ لیکن حضرت عثمانؓ کی نرم مزاجی سے فائدہ اٹھا کر عمال کئی معاملات میں آپ کے مشورہ کے بغیر فیصلہ کرتے اور لوگوں کو کہتے یہ خلیفہ کا حکم ہے۔ آپؓ سب

جانتے ہوئے بھی معاویہ کا کچھ نہ بگاڑ سکتے۔ ("تاریخ طبری واقعات ۳۲ ہجری بقول حضرت علیؓ")

۱۴۔ عبداللہ بن سبا کی فتنہ انگیزی

عبداللہ بن سبا یہودی النسل تھا۔ اس لئے تاریخ اسلام میں اس کا کردار پرکھنے کے لئے یہودیوں کے پس منظر سے واقف ہونا ضروری ہے۔ یہودی بنی اسرائیل کا ایک قبیلہ ہے۔ بنی اسرائیل کا تعلق حضرت یعقوبؑ سے تھا۔ کیونکہ اسرائیل، حضرت یعقوبؑ علیہ سلام کا لقب تھا۔ جس کے معنی خدا کے سپاہی یا پہلوان کے ہیں۔ یہ لقب انہیں خدا کی طرف سے عطا ہوا تھا۔

حضرت یعقوب علیہ سلام حضرت ابراہیم علیہ سلام کے چھوٹے بیٹے حضرت اسحاق کے بیٹے تھے۔ یعنی یہ حضرت ابراہیم علیہ سلام کے پوتے تھے۔ جب کہ حضرت ابراہیم علیہ سلام کے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ سلام اور ان کی اولاد مکہ کے گردو نواح میں آباد ہوئی۔

حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے۔ ان کی نسل ۱۲ قبیلوں میں تقسیم ہو گئی اور انکا وطن شام رہا۔ حضرت یعقوبؑ کے بعد ان کے بیٹے حضرت یوسف علیہ سلام کو نبوت ملی اور انہوں نے مصر میں اقتدار حاصل کیا۔ لہٰذا حضرت یعقوب علیہ اسلام کی نسبت سے یہ قوم بنی اسرائیل کہلائی۔ مصر میں بنی اسرائیل کی تعداد دن بدن بڑھتی گئی۔ دو سو پندرہ سال بعد ان کی تعداد تقریباً" چھ لاکھ ہو گئی۔ ان میں اکثریت ابراہیم و اسحاق و یعقوب اور حضرت یوسف کے خدا کو مانتی تھی۔

اس قوم کو مصر کے بادشاہ فرعون نے اپنا غلام بنا لیا۔ وہ خود کو سورج کا بیٹا کہتے۔ فرعون کا مطلب بھی سورج کا بیٹا ہے۔ یہ اپنی بادشاہت کو خدائی بادشاہت کہتے تھے اور بنی اسرائیل پر بے حد ظلم توڑتے۔ ان کے لڑکوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیا جاتا کیونکہ فرعون کو کاہنوں نے بتایا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہو گا جو مصر کے فرعونوں کی سلطنت کو تباہ و برباد کر دے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ اسلام جب پیدا ہوئے تو ان کی والدہ نے فرعون کے ڈر سے ان کو ایک ٹوکری میں ڈال کر دریائے نیل میں بہا دیا۔ فرعون کی بیٹی اس وقت درباری محل کے دریا کی سیر کر رہی تھی۔ اس نے فوراً کنیز سے وہ صندوق اٹھوایا جو محل کے قریب کی جھاڑیوں میں پھنس گیا تھا۔

جب فرعون کی بیٹی نے صندوق کھولا تو اس میں ایک بچے کو دیکھ کر فوراً بولی! "یہ موشیٰ ہے"۔ موشیٰ قبطی زبان میں نہ ڈوبنے والے کو کہتے ہیں۔ یہی نام آگے چل کر عربی زبان میں موسیٰ کہلایا۔

حضرت موسیٰ نے فرعون کے محل میں فرعون کی بیوی آسیہ کے پاس پرورش پائی اور آخر کار ۱۲ قبائل پر مشتمل اپنی قوم بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلا کر وادی سینا کی طرف لے گئے۔ جہاں اس بے آب و گیاہ وادی میں اللہ نے ان پر بے شمار کرم کیے۔ لیکن جب موسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے ۴۰ دن کے لئے کوہ طور پر گئے تو اس قوم نے پیچھے سے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے واپس آ کر ان کو سرزنش کی تو انہوں نے فوراً توبہ کی۔ اللہ نے ان کی توبہ قبول کی۔ ان میں من وسلویٰ (تیتر بٹیر) اتارے۔ وہ بھی انہیں پسند نہ آیا اور کہنے لگے کہ ہمیں لہسن پیاز سبزی

چاہئے۔ پھر ان پر بادل کا سایہ کئے رکھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین پر چھڑی ماری تو بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ جن سے یہ بارہ قبائل پانی پیتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام راستے میں انتقال کر گئے۔ پھر حضرت یوشع اس قوم کو لے کر ارض مقدس گئے مگر یہاں یہ قوم بکھر گئی۔ ان میں سے دس قبائل بنی اسرائیل سماریہ کے علاقے میں آباد ہو گئے۔ اور دو قبائل یہود اور بن یامین یروشلم میں آباد ہوئے۔

آٹھویں صدی قبل مسیح میں شام والوں نے سماریہ کی سلطنت کو تباہ کر دیا اور بنی اسرائیل کو گرفتار کر کے نینوا لے گئے۔ یہ دس قبائل وہاں سے بھاگ کر ادھر ادھر چلے گئے۔ مؤرخین کو آج تک صحیح پتا نہیں چلا کہ یہ قبائل بھاگ کر کدھر گئے۔ کچھ حصے کے متعلق خیال ہے کہ آج وہ افغانستان اور سرحد کے پٹھانوں کی شکل میں ہیں اور ایک حصہ کے متعلق قیاس ہے کہ وہ ہندوستان کے سفید رنگ کے ہندوؤں کی شکل میں ہیں۔ یعنی برہمن وغیرہ۔ چھٹی صدی قبل مسیح میں بابل کے شہنشاہ بخت نصر نے یروشلم پر حملہ کیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے الواح تورات اور دیگر برکات کو بیت المقدس ہیکل میں محفوظ کر رکھا تھا۔ بخت نصر نے ان سب کو جلا کر راکھ کا ڈھیر کر دیا اور گرفتار کر کے بابل لے گیا۔

پانچ سو چالیس قبل مسیح میں ایرانی فاتح سائرس نے تخت بابل پر قبضہ کر لیا اور انہیں شام جا کر دوبارہ آباد ہونے کی اجازت دے دی۔ اب یہودیوں کے ساتھ ان کے پیغمبر حضرت عزرا علیہ سلام تھے جو اس قید قوم کے لیڈر تھے اور جنہوں نے ہیکل سلمانی کو دوبارہ تعمیر کیا۔

یہودیوں کی تاریخ مسلسل نافرمانیوں سے عبارت ہے۔ خود ان کے اندر سے پیغمبر اٹھتے رہے لیکن یہ ان کو ذلت آمیز اور دردناک عذاب دے کر مارتے رہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ بار بار ان کی نافرمانیوں اور فتنے فساد کا ذکر کرتا ہے۔

آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو نافرمانی کے برے نتائج سے ڈرایا۔ یہ لوگ اس قدر سنگدل تھے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام جو حضرت ذکریا علیہ سلام کے بیٹے تھے ان کا سر ایک رقاصہ کے کہنے سے کاٹ دیا۔ پھر اس کے چند برسوں بعد یہودیوں کے سرداروں کے کہنے پر حضرت عیسیٰ علیہ سلام کو گرفتار کر لیا اور انہیں پھانسی کا حکم دے دیا گیا۔ جب رومی گورنر پونتس پیلاطس نے ان لوگوں سے پوچھا آج تمہاری عید ہے اور دستور کے مطابق میں ایک پھانسی کے مجرم کو چھوڑتا ہوں بتاؤ یسوع کو چھوڑوں یا براباڈاکو کو تو یہود کے سارے مجمع نے بیک آواز ہو کر کہا براباکو چھوڑ دو اور یسوع کو لٹکا دو۔

اس کے بعد ۶۵ء میں رومیوں نے حملہ کر کے یہودیوں کو تہس نہس کر دیا۔ یروشلم اور ہیکل کو مسمار کر دیا۔ رومیوں نے ایک لاکھ ۳۳ ہزار یہودیوں کو قتل کر دیا۔ ہزاروں غلام بنا لئے۔ کچھ کو مصری کانوں میں بیگار کے لئے پہنچا دیا۔ ہزاروں کو ایمفی تھیٹروں میں لے جایا گیا تاکہ شمشیر زنوں کے کھیل کا تختہ مشق بنیں۔ حسین یہودی لڑکیوں کو رومی سپاہی لے گئے۔ یہ پیغمبروں سے سلوک کے نتیجے پر ان پر عذاب تھا اور اس کی پیشن گوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کی تھی۔

انہوں نے توریت کو بالکل بدل ڈالا۔ جب کہ اصل نسخوں میں سرور دو

عالم کی آمد کی مکمل تفصیلات درج تھیں۔ جب توریت اور انجیل کی پیشن گوئیوں کے مطابق حضورؐ اس دنیا میں مبعوث ہوئے تو انہوں نے آپؐ کی نبوت کا نہ صرف انکار کیا بلکہ آپؐ کو قتل کرنے کی سازش کی۔ زہر بھی دیا۔ مدینہ کی اسلامی ریاست پر کفار کو چڑھا لانے میں اہم کردار ادا کیا۔ ایک مسلم قبیلے کو مکاری سے گھیر کر اس کے کچھ افراد کو مار ڈالا اور حبیبؓ بن عدی اور زیدؓ بن دشنہ کو اغوا کر کے مکہ لے گئے۔ اور کافروں کے ہاتھ فروخت کر دیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا انہیں مدینہ سے نکال دیا جائے۔ اللہ کے حکم کے مطابق ان کو مدینہ سے نکال دیا گیا اور بہت سوں کو قتل کر دیا گیا۔

یہ لوگ اندر ہی اندر تلملا رہے تھے۔ اور مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کے انتظار میں تھے۔

یہ چالاک اور سازشی ذہن کا مالک یہودی عبداللہ بن سبا لقب ابن السودا اسلام کے خلاف تحریک کا قائد بنا۔

یہ عیار یہودی یمن کا رہنے والا تھا۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں مدینہ گیا اور مسلمانوں کی جماعت میں داخل ہو گیا۔ یہاں کچھ عرصہ رہ کر اس نے مسلمانوں کی داخلی کمزوریوں سے واقفیت حاصل کی پھر مسلمانوں میں سیاسی اور مذہبی تفریق پیدا کرنے کے لئے ایک خفیہ پارٹی ترتیب دینے کا منصوبہ بنایا۔

جب حضرت عثمانؓ پر عوام میں نکتہ چینی شروع ہوئی تو اس نے حالات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے محبت رسول اور الفت اہل بیت کے پردے میں فتنہ پھیلانا

شروع کر دیا۔ اس نے سادہ لوح مسلمانوں کے عقائد میں خرافات شامل کرنے کی کوشش کی اور بنو ہاشم اور بنو امیہ کی قدیم دشمنی کو ابھارنا شروع کر دیا۔

اس نے حضرت عثمانؓ کی کنبہ پروری کی فرضی داستانیں خفیہ خط و کتابت کے ذریعے پھیلانی شروع کر دیں۔ البدایہ و النہا یہ جلد نمبر۷ صفحہ نمبر۱۹۷ میں ابن کثیر کہتے ہیں کہ ابن سبا نے لوگوں کو گمراہ کرتے ہوئے کہا۔

۱۔ تعجب ہے کہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کو دوبارہ دنیا میں بھیجے جانے کے تو قائل ہیں لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دوبارہ نزول کو نہیں مانتے۔

۲۔ ہر پیغمبر کا ایک وصی ہوتا ہے۔ محمدؐ کے وصی حضرت علیؓ ہیں۔ چونکہ حضرت محمد خاتم الانبیاء ہیں اس لئے حضرت علی خاتم الاوصیا ہیں۔

۳۔ بڑا ظلم ہے کہ مسلمانوں نے اپنے نبیؐ کی وصیت کی پروا نہ کی اور ان کے وصی کے ہوتے ہوئے خلافت دوسروں کے سپرد کر دی۔ غیر مستحق معزول کر کے مستحق (حضرت علیؓ) کو حق دلوانا ضروری ہے۔

اس خفیہ پارٹی کی شاخیں قائم کرنے کے لئے ابن سبا نے تمام صوبوں مرکزی شہروں کا دورہ کیا اور حصول مقصد کے لئے موزوں ترین آدمیوں کو تلاش بتائیں۔ خود مصر میں قیام کیا اور اس کو اپنا صدر مقام تجویز کیا۔ اس طرح چند دنوں میں اس نے سارے ملک کی فضاء خراب کر دی۔ عراق میں اس تحریک بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ کیونکہ ایرانی فطرتاً "شاہ پسند واقع ہوئے تھے۔ لئے وہ چاہتے تھے کہ قدیم ایرانی شہنشاہیت کی طرح خلافت بھی اہل بیعت

موروثی حق بن جائے۔ اس لئے انہوں نے سبائی عقائد کی پر زور حمایت کی اور بعض مسلمان بھی غلط فہمیوں اور جھوٹے پروپیگنڈے سے سبائی فرقہ میں شامل ہو گئے۔

سبائیوں کی تعداد روز بروز بڑھتی گئی۔ والئی بصرہ عبداللہ بن عامر کو اس سازش کا علم ہوا تو انہوں نے ان کو بصرہ سے نکال دیا وہاں سے یہ لوگ کوفہ چلے گئے۔ کوفے سے نکالے تو مصر چلے گئے۔ اس طرح تقریباً" ہر جگہ ان کے پروپیگنڈے کا اثر ہو گیا۔ یہ لوگ عمال کے فرضی مظالم کے متعلق ایک صوبے سے دوسرے صوبے میں خطوط روانہ کرتے۔

عبداللہ بن سبا نے اپنی ذہانت' زہد و تقویٰ اور پارسائی کے ڈھونگ سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا اور قرآن پاک کی آیت نمبر ۸۵ سورہ القصص کی غلط تفسیر کی گئی۔

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ
القصص ۸۵

ترجمہ : (اے پیغمبر) جس خدا نے تم پر قرآن (کے احکام) کو فرض کیا ہے وہ تمہیں بازگشت کی جگہ لوٹا دے گا۔

اس آیت کی غلط تفسیر سنا سنا کر لوگوں کو اس عقیدے پر قائم کرنا شروع کیا کہ حضرت محمدؐ حضرت عیسیٰ کی طرح دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔

عبداللہ بن سبا کے دست راست اور رفیق حکیم بن جلبہ اشتر نخعی' خالد بن ملجم' سودان بن حمران اور کنانہ بن بشر تھے۔ اس کے علاوہ ایرانی شاہ پسندوں کی بھی کافی تعداد تھی۔

ان لوگوں نے عمال کی حج سے واپسی کے بعد فتنہ کا منصوبہ بنایا لیکن کامیاب نہ ہوا۔ پھر انہوں نے طے کیا کہ کوفہ، بصرہ اور مصر سے کچھ لوگوں کا وفد مدینہ جائے اور مشہور کیا جائے کہ خلیفہ کے پاس حکام کی بد عنوانیوں کی شکایت لے کر جا رہے ہیں۔

چنانچہ تجویز کے مطابق یہ وفد مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ حضرت عثمانؓ نے معتبر صحابہ کو ان کے مطالبات پوچھنے کے لئے روانہ کیا۔ انہوں نے آ کر بتایا یہ سبا (حضرت عثمانؓ) کی غلطیاں جتا جتا کر آپؓ کو خلافت سے علیحدہ کرنا چاہتے ہیں ورنہ وہ آپؓ کو شہید کر دیں گے۔ یہ سن کر حضرت عثمانؓ نے انصار اور مہاجرین سے اس بارے میں مشورہ کیا انہوں نے شر انگیزوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کا مشورہ دیا۔ لیکن حضرت عثمانؓ بغیر کسی شرعی حد کے کسی کا قتل نہیں کرنا چاہتے اس لئے وفد کو بلا کر ہر ایک کے الزامات کا مفصل جواب دیا۔

۱۵۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ

شام میں حضرت ابو ذر غفاریؓ ایک عابد و زاہد صحابی تھے۔ دنیا اور متاع دنیا سے انہیں نفرت تھی۔ خمس غنیمت کے متعلق ان کی رائے تھی کہ یہ ضرورت مند مسلمانوں کا حق ہے۔ امیر کو اسے بیت المال میں رکھنے کا کوئی حق نہیں۔ جب کہ امیر معاویہؓ کا خیال تھا کہ سلطنت کی بڑھتی ہوئی تمدنی ضروریات کے لئے اسے مفاد عامہ کے کاموں میں خرچ کرنے کے لئے جمع کیا جا سکتا ہے۔ وہ اسے مسلمانوں کا نہیں بلکہ اللہ کا مال سمجھتے تھے اور امیر کے لئے جو خلیفۃ اللہ ہوتا ہے اس کا تصرف کا حق محفوظ رکھتے تھے۔

حضرت ابو ذرؓ کا یہ قول تھا کہ کسی شخص کے پاس ایک دن سے زیادہ کا کھانا نہیں ہونا چاہئے۔ دولت مندوں کو ضرورت سے زیادہ دولت جمع کرنے کا کوئی حق نہیں۔ دلیل کے طور پر پارہ نمبر۱۰ کی سورہ توبہ آیت نمبر ۳۴۔۳۵ پیش کرتے تھے۔

وَالَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ یَّوْمَ یُحْمٰى عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝ (توبہ ۳۵)

ترجمہ: "جو لوگ سونا چاندی گاڑ کر رکھتے ہیں۔ اور اسے راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو جس دن آگ دہکائیں گے اس مال پر دوزخ کی۔ پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی اور کہا جائے گا یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا۔ سو جو تم جمع کرتے تھے اس کا مزہ چکھو۔"

حضرت ابو ذر غفاریؓ کی اس تحریک سے غرباء امرا کے خلاف صف آرا ہو گئے۔

حضرت معاویہؓ نے تمام حالات کی اطلاع حضرت عثمانؓ کو دی۔ حضرت عثمانؓ نے حکم دیا کہ ان کو پورے احترام کے ساتھ مدینہ بھیج دو۔ امیر معاویہؓ نے ایسا ہی کیا۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت ابو ذر کو سمجھایا کہ میں کسی کو ترک دنیا پر مجبور نہیں کر سکتا۔ البتہ خدا اور رسولؐ کا جو حق مخلوق پر واجب ہے اس حق کا میں ان سے

مطالبہ کروں گا۔ چنانچہ اشہر مشاہیر الاسلام' میں بحوالہ طبری جلد نمبر ۴ صفحہ نمبر ۳۴۷ اور محاضرات خضری' جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۵۲ میں ہے کہ حضرت ابو ذرؓ نے کہا آپؓ مجھے مدینہ سے کہیں باہر بھیج دیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ اے ابو ذرؓ جب مدینہ کی آبادی سلع پہاڑ تک پہنچ جائے تو تم وہاں سے رخصت ہو جانا۔ حضرت عثمانؓ نے مقام ربذہ میں ان کے قیام کا انتظام فرمایا وہیں ان کے لئے ایک مسجد تعمیر کروادی۔ کچھ اونٹ اور دو غلام ان کے معاش اور آرام کے انتظام کے لئے ان کے سپرد کر دیئے۔

ابن سبا نے اس واقع کو بھی غلط رنگ دے کر رائے عامہ کو حضرت عثمانؓ کے خلاف کیا۔

۱۶۔ مروان بن حکم اور ولید بن عقبہ کے تقرر پر اعتراض

مروان بن حکم کا باپ حکم بن العاص رشتے میں حضرت عثمانؓ کا چچا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوا تھا۔ اور مدینہ آکر رہ گیا تھا۔ مگر اس کی بعض حرکات کی وجہ سے رسول اللہؐ نے اسے مدینہ سے نکال دیا تھا۔ اور طائف میں رہنے کا حکم دیا تھا۔

ابن عبدالبر نے الاستیعاب' کی جلد نمبر ا صفحہ نمبر ۱۱۹۔ ۱۱۸۔ ۲۶۳ میں لکھا ہے کہ رسول اللہؐ اپنے اکابر صحابہ کے ساتھ راز میں جو مشورے فرماتے تھے ان کو یہ کسی نہ کسی طرح سن گن لے کر انہیں افشا کر دیتا تھا اور دوسری وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ کی نقلیں اتارا کرتا تھا۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے خود اسے حرکت کرتے دیکھ لیا تھا۔

مروان اس وقت سات آٹھ برس کا تھا۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں بھی اسے

مدینہ آنے کی اجازت نہ دی گئی۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں ان دونوں باپ بیٹوں کو مدینہ آنے کی اجازت مل گئی کیونکہ حضرت عثمانؓ یہ فرماتے تھے کہ انہوں نے حضورؐ سے ان کی سفارش کی تھی اور حضورؐ نے ان سے وعدہ فرمالیا تھا کہ واپسی کی اجازت دے دیں گے۔

مروان کے اس پس منظر کو نگاہ میں رکھا جائے جب کہ اس کا معتوب باپ بھی ابھی زندہ ہو تو اکابر صحابہ کو چھوڑ کر اس کو خلیفہ کے سیکرٹری کے عہدہ پر مقرر کیا جانا۔ لوگوں کو کسی طرح گوارا نہ ہو سکتا تھا۔ یہ معتوب باپ اپنے بیٹے کے ذریعے حکومت کے کاموں پر اثر انداز ہو سکتا تھا۔

۱۷۔ ولید بن عقبہ

مولانا مودودی خلافت و ملوکیت، صفحہ ۱۱۱ میں لکھتے ہیں کہ یہ صاحب بھی فتح مکہ کے بعد اسلام لائے۔ حضورؐ نے ان کو بنی المصطلق کے صدقات وصول کرنے کے لئے مامور فرمایا۔ مگر یہ اس قبیلے کے علاقے میں پہنچ کر کسی وجہ سے ڈر گئے۔ اور ان لوگوں سے ملے بغیر مدینہ واپس جا کر انہوں نے یہ رپورٹ دی کہ بنی المصطلق نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے تو رسول اللہؐ نے غضبناک ہو کر ان کے خلاف ایک فوجی مہم روانہ کر دی۔ قریب تھا کہ ایک سخت حادثہ پیش آجاتا لیکن بنی مصطلق کے سرداروں کو بروقت علم ہو گیا اور انہوں نے مدینہ حاضر ہو کر عرض کیا کہ یہ صاحب تو ہمارے پاس آئے ہی نہیں۔ ہم تو منتظر ہی رہے کہ کوئی آکر ہم سے زکوٰۃ وصول کرے اس پر سورہ الحجرات کی آیت نمبر ۶ نازل ہوئی جس کی شان نزول مفسرین یہ واقع بیان کرتے ہیں۔ آیت یہ ہے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ○ (حجرات ۶)

ترجمہ : "مومنو! اگر کوئی بدکردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کرلیا کرو (مبادا) کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچا دو پھر تم کو اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے۔"

حضرت عثمانؓ نے ان کو سعدؓ بن ابی وقاصؓ کی جگہ کوفہ جیسے بڑے اہم صوبے کا گورنر بنا دیا۔ وہاں پر یہ راز فاش ہوا کہ یہ شراب نوشی کے عادی ہیں۔ حتیٰ کہ ایک روز انہوں نے صبح کی نماز ۴ رکعت پڑھا دی اور پھر پلٹ کر لوگوں سے پوچھا اور پڑھاؤں۔

تحقیق کے بعد جرم ثابت ہو جانے پر حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ ولید پر حد قائم کریں۔ حضرت علیؓ نے حضرت عبداللہ بن جعفر کو اس کام پر معمور کیا۔ انہوں نے ولید کو ۴۰ کوڑے لگائے۔

مفسدین کے الزامات کے جواب میں حضرت عثمانؓ کی تقریر

تاریخ ملت، جلد اول صفحہ نمبر ۲۳۷ از مفتی زین العابدین، مفتی انتظام اللہ شہابی اکبر آبادی میں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ارکان وفد اور مہاجرین و انصار کو جمع کر کے ایک جامع تقریر کی اور حمد و نعت کے بعد فرمایا۔

۱۔ کہا جاتا ہے کہ میں نے منیٰ میں دو رکعت کے بجائے ۴ رکعت نماز ادا کی۔ حقیقت یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں میرے اہل و عیال تھے اور میں نے وہاں پہنچ کر اقامت کی نیت کرلی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا

کہ جو شخص کسی مقام پر اقامت کی نیت کرے اسے مقیم کی طرح پوری نماز پڑھنی چاہیے۔

۲۔ کہا جاتا ہے کہ میں نے مخصوص چراگاہیں بنا لی ہیں۔ خدا کی قسم میں نے ان چراگاہوں کو مخصوص چراگاہ قرار دیا ہے جو مجھ سے پہلے مخصوص کی گئی ہیں۔ پھر کسی کو ان سے نفع حاصل کرنے سے بھی منع نہیں کیا جاتا بجز اسی شخص کے جو رشوت دے کر اپنے حق سے زیادہ نفع حاصل کرنا چاہے۔ جہاں تک ان چراگاہوں سے میرے استفادہ کا تعلق ہے تو میرے پاس دو اونٹوں کے سوا جنہیں میں سفرحج میں استعمال کرتا ہوں کوئی جانور نہیں ہے۔ حالانکہ تمہیں معلوم ہے خلافت سے پہلے سارے عرب میں مجھ سے زیادہ کسی کے پاس مویشی نہ تھے۔

۳۔ کہا جاتا ہے کہ قرآن کئی مصاحف کی صورت میں تھا۔ میں نے ایک مصحف کو چھوڑ کر باقی کو تلف کر دیا۔ حالانکہ قرآن ایک ہی کتاب ہے جو ایک ہی ذات کی طرف سے نازل ہوئی۔ معتمد صحابہ کی جماعت موجود ہے۔ جنہوں نے اسے رسول اللہؐ کی زیرِ ہدایت قلمبند کیا ہے۔ میں نے ان کے ہی ضبط کئے ہوئے قرآن مجید کو جا بجا بھیجا ہے۔

۴۔ کہا جاتا ہے کہ میں نے حکم بن ابی العاص (مروان بن حکم کا باپ) کو مدینہ منورہ بلوایا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طائف میں جلا وطن کر دیا تھا۔ بات یہ ہے کہ رسول اللہ نے ہی حکم کو جلا وطن کر دیا تھا اور رسول اللہؐ نے ہی میری سفارش پر مدینہ آنے کی اجازت دی تھی۔ میں نے اس عہد میں صرف آپؐ کی اجازت کا نفاذ کیا ہے۔

۵۔ کہا جاتا ہے میں نے نوجوانوں کو عامل مقرر کیا ہے۔ حالانکہ میں نے جن لوگوں کو مقرر کیا ہے ان کو جامع اوصاف بہادر اور لائق دیکھ کر کیا ہے۔ یہ ان صوبوں کے آدمی ہیں۔ ان کی کارکردگی سے یہ بھی انکار نہیں کرسکتے اور یہ ان کے ہم وطن ہیں ان کی اہلیت سے بھی ناواقف نہیں۔ رہا نوجوان ہونا تو یہ کوئی عیب نہیں ہے مجھ سے پہلے خود رسول اللہؐ نے اسامہؓ بن زید کو جوان سے بھی کم عمر کے تھے۔ امیر مقرر فرمایا تھا۔

٦۔ کہا جاتا ہے کہ میں نے عبداللہ بن سرح کو افریقہ کا مال غنیمت انعام کے طور پر دے دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے انہیں مال غنیمت کے پانچویں حصہ کا پانچواں حصہ دیا تھا۔ جس کی تعداد ایک لاکھ ہوتی ہے۔ رسول مقبولؐ اور شیخین نے بھی اپنے زمانے میں ایسا کیا ہے لیکن جب مجھے معلوم ہوا کہ اہل لشکر کو یہ ناگوار گذرا ہے تو میں نے عبداللہ سے یہ رقوم لے کر انہیں (اہل لشکر) میں تقسیم کردی۔

۷۔ کہا جاتا ہے کہ میں اہل خاندان سے محبت کرتا ہوں اور انہیں عطیات دیتا ہوں۔ اپنے اہل خاندان سے محبت کرنا کوئی بری بات نہیں لیکن میری محبت نے مجھے ظلم پر آمادہ نہیں کیا ہے میں بیت المال سے صرف ان کے جائز حقوق ادا کرتا ہوں۔ باقی جو کچھ عطیات میں دیتا ہوں وہ اپنے مال سے دیتا ہوں۔ اور بیت المال کے مال کو اپنے یا اپنے عزیزوں کے لئے خرچ کرنا جائز نہیں سمجھتا۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں رسول اللہؐ اور شیخین کے عہد میں بھی اپنے عزیزوں کو گرانقدر عطیات دیا کرتا تھا۔ حالانکہ اس وقت مجھے مال کی ضرورت تھی۔ اور اب میں عمر کے اس حصے میں پہنچ گیا ہوں مجھے زندگی کی توقع نہیں

رہی کہ مجھے روپیہ بچانے کی فکر ہو۔ میں نے کسی شہر پر خراج کا غیر ضروری بوجھ نہیں ڈالا ہے کہ کسی کو اعتراض کی گنجائش ہو۔ پھر جس قدر جہاں سے آتا ہے وہیں کے مفاد پر خرچ کردیا جاتا ہے۔ میرے پاس صرف خمس غنیمت جمع رہتا ہے۔ جسے مسلمان مناسب موقعوں پر خرچ کرنے کا پورہ اختیار رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے مال میں ایک پیسے کا بھی تصرف نہیں کیا جاتا ہے۔ میں نے اس میں سے خود کچھ نہیں لیا۔ حتیٰ کہ اپنے معاش کا بار بھی بیت المال پر نہیں ڈالا۔

۸۔ کہا جاتا ہے کہ میں نے اپنے حاشیہ نشینوں کو قطعات زمین عطا کردیئے ہیں۔ حقیقت حال یہ ہے کہ مفتوحہ علاقوں میں زمینوں میں سے فتوحات کے بعد مہاجرین و انصار کو ان کے حصے ملے تھے۔ تو ان لوگوں میں سے جو لوگ وہاں رہ پڑے۔ ان کی زمینیں تو ان کے اہل خاندان کے قبضے میں ہیں۔ لیکن جو لوگ واپس چلے آئے وہ اپنی زمینوں سے فائدہ نہ اٹھا سکتے تھے۔ تاہم وہ زمینیں ان کی ملکیت تھیں۔ میں نے ان کی سہولت کے خیال سے ان کی دور افتادہ زمینوں کو مقامی صاحبان جائیداد کے ہاتھ فروخت کردیا اور قیمت ان اراضی کے مالکوں کے حوالہ کردی۔

اس تفصیل کے ساتھ آپؓ نے مفسدین کے ایک ایک الزام کا مدلل جواب دیا۔ آپؓ ہر الزام کے جواب کی تقریر کرنے کے بعد حاضرین سے پوچھتے "جو کچھ میں نے کہا صحیح ہے۔؟" حاضرین یک زبان ہو کر جواب دیتے۔ بے شک آپؓ نے بجا درست فرمایا۔ لیکن جو لوگ فساد نیت سے آئے تھے ان وفود نے اپنے اپنے شہروں میں جا کر مشہور کیا کہ ہم نے مدینہ منورہ جا کر خلیفہ پر حجت تمام کردی مگر وہ اصلاح احوال کے لئے تیار نہیں ہیں۔

اعلانیہ

اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے ایک اعلانیہ جاری فرمایا کہ کسی کو میرے عامل کے بارے میں شکایت ہو تو وہ حج کے موقع پر آئے اس کی شکایت کرے اور اپنا حق وصول کرے۔ آپؓ نے تمام عمال کو حج کے موقع پر حاضر ہونے کو لکھا۔ مگر حج کے موقع پر کسی عامل کے خلاف کوئی شکایت پیش نہ کی گئی۔ حج کے بعد آپؓ نے پھر گورنروں سے مشورے کیے۔ سعیدؓ بن العاص نے سازشی سرغنوں کو قتل کر ڈالنے کا مشورہ دیا۔ عبداللہ بن سعید نے کہا کہ جب آپؓ لوگوں کے حقوق ادا فرماتے ہیں تو ان سے فرائض کی ادائیگی کا بھی مطالبہ کیجیے۔ امیر معاویہؓ نے شام کے بارے میں اطمینان دلایا۔ عمرو بن العاص نے کہا آپؓ ضرورت سے زیادہ نرمی برتتے ہیں۔ عمرؓ سے زیادہ لوگوں کو ڈھیل دیتے ہیں۔ ابو بکرؓ و عمرؓ کا طریقہ اختیار کیجیے۔ سختی کے موقع پر سختی اور نرمی کے موقع پر نرمی اختیار کیجیے۔ حضرت عثمانؓ نے اعمال کو ہدایت کے ساتھ روانہ کر دیا۔

امیر معاویہؓ نے وقت رخصت درخواست کی کہ حالات زیادہ خراب ہیں آپؓ میرے ساتھ شام چلیے۔ مگر حضرت عثمانؓ نے انکار کر دیا۔ امیر معاویہؓ نے کہا مجھے حکم دیں میں شام سے فوجیں بھیج دوں جو بوقت ضرورت آپؓ کی حفاظت کریں۔ مگر حضرت عثمانؓ نے فرمایا میں ہمسائیگان رسولؐ کو فوج کے مصائب میں مبتلا نہیں کروں گا۔ امیر معاویہؓ نے عرض کی "مجھے آپؓ پر ناگہانی حملے کا خطرہ ہے۔" عثمان غنیؓ نے اس کے جواب میں صرف حسبی اللہ نعم الوکیل فرمایا۔

مدینہ پر حملہ

اگلے سال جب حج کے لئے مدینہ کے لوگ کافی تعداد میں مکہ روانہ ہو گئے تو کوفہ۔ بصرہ اور مصر سے ایک ہزار سبائیوں کے دستے حج کے بہانے مدینہ جمع ہو گئے۔ مدینہ پہنچ کر انہوں نے حضرت علیؓ' طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی لیکن سب نے ان کو برا بھلا کہا۔ شورش پسندوں نے شہر کے اہم ناکوں پر قبضہ جمالیا۔ جمعہ کے روز حضرت عثمانؓ نے خطبہ میں باغیوں کی سرزنش کی مگر ان بدبختوں نے مسجد پر سنگ باری کی۔ حضرت عثمانؓ زخموں سے بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ حضرت علیؓ نے باغیوں کو سمجھایا۔ جس سے باغی مدینہ سے باہر اپنی لشکر گاہوں میں چلے گئے۔ ابن خلدون جلد' اول صفحہ ۴۴۵ میں ہے کہ اگلے دن باغی اچانک مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ ان کے لیڈروں کو حضرت علیؓ اور محمد بن مسلمہ نے سمجھا کر واپس بھیجنے کی کوشش کی آخر وہ ان کو ساتھ لے کر حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچے۔ سبائیوں نے اس خط کے بارے میں دریافت کیا۔ جس میں عامل مصر کو ہدایت تھیں۔ کہ سبائیوں کو سخت سزا دی جائے۔ حضرت عثمانؓ نے خط سے لاعلمی کا اظہار فرمایا۔ تو محمد بن مسلم نے کہا یہ کام مروان کا ہے۔ کیونکہ مروان بن حکم حضرت عثمانؓ کے سیکرٹری تھے اور انہوں نے حضرت عثمانؓ کی مہر لگا دی۔ فسادی اس پر اور بھی سیخ پا ہو گئے۔ کہ تعجب ہے اس قسم کے خطوط آپؓ کی مہر سے لکھے جائیں اور آپؓ کا غلام لے کر جائے اور آپؓ کو اطلاع نہ ہو۔ پس آپؓ جھوٹے ہیں یا سچے بہر حال آپؓ کو معزول کرنا مناسب ہے۔ کیونکہ جھوٹے کو ولی بنانا جائز نہیں اور اگر سچے ہو تو اسقدر کمزور اور طبعاً ناتواں ہو گئے ہو کہ بلا اجازت و اطلاع جس کا جو جی چاہتا ہے کرتا ہے۔ لہٰذا بہتر ہے کہ آپؓ خود خلافت چھوڑ دیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا میں اس لباس کو نہیں اتارنا چاہتا جس کو اللہ تعالیٰ نے

مجھے پہنایا ہے۔ ہاں اگر مجھ سے غلطی ہو گئی ہو تو میں توبہ کروں گا۔ مگر بلوائی نہ مانے اور شورش کرنے لگے۔ حضرت علیؓ نے بڑی مشکل سے انہیں سمجھایا اور وہاں سے ہٹایا۔

طبقات' ابن سعد کی جلد نمبر ۳ صفحہ ۶۶ تا ۶۸ میں ہے کہ جب شورش برپا کرنے والوں کی طرف سے معزولی کا مطالبہ زور پکڑ گیا تو حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن عمر سے پوچھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے تو انہوں نے کہا آپؓ مسلمانوں پر یہ دروازہ نہ کھولیں کہ جب کچھ لوگ امیر سے ناراض ہوئے تو اسے معزول کر دیں۔ پھر یہی بات حضرت عثمانؓ نے مطالبہ عزل کا جواب دیتے ہوئے محاصرین سے فرمائی تھی کہ "کیا میں مسلمانوں کے مشورے کے بغیر تلوار کے زور سے ملک پر قابض ہوا ہوں کہ تم مجھے تلوار کے زور پر معزول کرنا چاہتے ہو۔"

محاصرہ

باغیوں نے اس کے بعد حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ اہل مدینہ مدافعت کے لئے آئے مگر حضرت عثمانؓ نے انہیں قسم دے کر واپس بھیج دیا۔ حضرت حسن بن علیؓ' حضرت محمد بن طلحہؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیر دروازے پر پہرہ دیتے رہے۔ چالیس روز تک محاصرہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ یہ خبر پہنچی کہ اسلامی فوجیں دوسرے صوبوں سے مدینہ پہنچ رہی ہیں۔ حضرت عثمانؓ کا پانی بند کر دیا تھا۔ حضرت علیؓ اور ام المومنین ام حبیبہؓ نے بلوائیوں کو سمجھا بجھا کر پانی اور کھانے کا سامان اندر پہنچانے کی کوشش کی۔

حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کو بلوایا تو باغیوں نے انہیں بھی اندر نہ آنے دیا۔ اس پر حضرت علیؓ نے اپنا عمامہ اتار کر قاصد کو دیا اور کہا جو حالت ہے خود دیکھ لو۔

حضرت عثمانؓ کا باغیوں سے خطاب

جب حضرت عثمانؓ کا رابطہ ہر طرف سے کٹ گیا تو مکان کی چھت پر سے باغیوں کو خطاب کیا اور پوزیشن واضح کی آپؓ نے فرمایا۔

"یاد رکھو بخدا اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو پھر قیامت تک ایک ساتھ نماز نہ پڑھ سکو گے اور نہ ہی ایک ساتھ جہاد کر سکو گے۔ اے لوگو وہ وقت یاد کرو جب مسجد نبوی کی زمین تنگ تھی اور رسول اللہ نے فرمایا "کون ہے جو اللہ کے لئے اس زمین کو خرید کر مسجد کے لئے وقف کرے اور جنت میں اس سے بہتر جگہ کا وارث ہو۔ وہ کون تھا۔ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی تعمیل کی تھی۔"

آوازیں آئیں۔ "آپؓ نے تعمیل کی تھی۔"

پھر فرمایا کہ تم آج اس مسجد سے مجھے نماز پڑھنے سے روکتے ہو؟

میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ تم وہ وقت یاد کرو جب مدینہ میں بیئر رومہ کے سوا میٹھے پانی کا کنواں نہ تھا اور مسلمان روزانہ قلت آب سے تکلیفیں اٹھاتے تھے۔ وہ کون تھا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کنویں کو خرید کر عام لوگوں پر وقف کر دیا۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا آج اس کنویں کے پانی سے مجھے روک رہے ہو۔

فرمایا۔

"لشکر عسرت کا سازو سامان کس نے آراستہ کیا تھا۔؟"

لوگوں نے کہا "آپؓ نے"

پھر فرمایا۔

"میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں اور پوچھتا ہوں کہ تم میں سے کون ہے جو اللہ کے حق کی تصدیق کرے اور یہ بتائے کہ جب ایک دفعہ رسول اللہؐ احد پہاڑ پر چڑھے تو وہ ہلنے لگا تو آپؐ نے اس پہاڑ کو ٹھکرا دیا۔" اور فرمایا۔ "اے احد ٹھہر جا اس وقت تیری پیٹھ پر ایک صدیق اور ۲ شہید کھڑے ہیں اور میں اس وقت رسول اللہ کے ساتھ تھا"۔ (اس وقت حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ تھے۔)

پھر فرمایا۔

"اے لوگو! خدا کے لئے مجھے بتاؤ کہ رسول اللہؐ نے مجھے حدیبیہ کے مقام پر اپنا سفیر بنا کر قریش کے پاس بھیجا تھا۔ تو کیا واقعہ پیش آیا تھا کیا یہ صحیح نہیں کہ رسول اللہؐ نے اپنے ایک ہاتھ کو میرا ہاتھ قرار دے کر میری طرف سے خود بیعت لی تھی۔"

مجمع میں سے آواز آئی۔ "آپؓ سچ فرماتے ہیں۔"

لیکن افسوس کہ فضل و شرف کے اس اعتراف کے باوجود مفسدین کے دل

دماغ سے بدنیتی کا فتور دور نہ ہوا۔ حج چند روز میں ختم ہونے والا تھا اور باغیوں کو خطرہ تھا کہ مسلمان حج کے بعد مدینہ آئیں گے تو ان کا یہ منصوبہ خاک میں مل جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے اعلان کیا کہ حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا جائے۔ حضرت عثمانؓ نے یہ اعلان اپنے کانوں سے سنا تو فرمایا۔

"اے لوگو! آخر کس جرم میں تم میرے خون کے پیاسے ہو شریعت میں کسی شخص کے قتل کی تین ہی صورتیں ہیں۔ اس نے بدکاری کی ہو تو اسے سنگسار کیا جائے۔ اس نے قتل کیا ہو تو وہ قصاص میں مارا جاتا۔ وہ مرتد ہو گیا ہو تو اسے انکار اسلام پر قتل کر دیا جاتا ہے۔ تم اللہ کے لئے یہ بتاؤ کہ میں نے کسی کا قتل کیا ہے؟ کیا مجھ پر بدکاری کا الزام لگا سکتے ہو؟ کیا میں رسول اللہ کے دین سے پھر گیا ہوں؟"

سنو! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں' کیا اس کے بعد بھی میرے قتل کی وجہ اور جواز باقی ہے۔"

حضرت عثمانؓ کے ان دردناک الفاظ کا کسی کے پاس بھی جواب نہ تھا۔ لیکن باغیوں کے دل میں پھر بھی خوف خدا پیدا نہ ہوا۔

حضرت عثمانؓ کی بردباری

ایسے موقعہ پر حضرت عثمانؓ نے بے مثال بردباری کا اور صبر و تحمل کا مظاہر کیا۔ اس وقت آپؓ سرحد روم سے یمن تک اور افغانستان سے شمالی افریقہ تک پھیلی ہوئی مملکت کے خلیفہ تھے۔ اگر آپؓ اپنی حکومت اور جان بچانا چاہتے تو تمام

صوبوں سے فوج بلا کر ان محاصرین کو نیست و نابود کر دیتے۔ مگر آپؓ نہیں چاہتے تھے کہ مدینتہ الرسول میں مسلمان ایک دوسرے سے لڑیں۔

حضرت زیدؓ بن ثابت نے آپؓ سے کہا کہ تمام انصار آپؓ کی حمایت میں لڑنے کے لئے تیار ہیں۔ مگر انہوں نے فرمایا اما القتال۔

حضرت ابو ھریراؓ اور حضرت عبداللہؓ بن زبیر سے بھی آپؓ نے فرمایا۔ میں لڑنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔" طبقات ابنِ سعد کی جلد نمبر ۳ صفحہ ۷۰ میں ہے کہ حضرت عثمانؓ کے محل میں اس وقت ۷۰۰ آدمی لڑنے مرنے کے لئے موجود تھے۔ مگر انہیں بھی وہ آخری وقت تک روکتے ہی رہے۔

شہادت عثمان غنیؓ

حضرت عثمانؓ کا گھر بہت بڑا تھا۔ دروازے پر حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ پہرے پر تھے۔ ان کے ہمراہ اور لوگ بھی پہرہ پر تھے۔ بلوائیوں نے گھر میں داخل ہونے کی کوشش کی مگر معمولی کشت و خون کے بعد پسپا ہو گئے۔ باغیوں کے ساتھ لڑائی میں حضرت امام حسینؓ بھی زخمی ہو گئے تھے۔

پھر بھی باغیوں نے دروازے کو آگ لگا دی۔ باغی چھتوں کے ذریعے قصر خلافت میں داخل ہو گئے۔ اس وقت عثمان غنیؓ تلاوت قرآن حکیم میں مشغول تھے۔ آپؓ اور آپؓ کی زوجہ محترمہ حضرت نائلہ کمرے میں اکیلے تھے۔ حضرت نائیلہ ایک پردہ دار خاتون تھیں اور وہ غیر محرموں کو پہچانتی نہ تھیں۔ لیکن بعد میں تقریباً" تمام مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ محمد بن ابی بکر۔ کنانہ بن بشر۔ شقی بدوی عمرو بن الحمق نے نہایت بے دردی سے حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا۔ آپؓ کی

زوجہ محترمہ حضرت نائیلہ نے آگے بڑھ کر روکنے کی کوشش کی تو کسی ظالم نے تلوار کا ہاتھ مارا اور آپ کی تین انگلیاں کٹ کر دور جا گریں۔ شہادت کے وقت حضرت عثمانؓ کی زبان پر یہ آیت جاری تھی۔

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○ بقرہ ۱۳۷

ترجمہ : "ان کے مقابلہ میں خدا تمہارے لئے کافی ہے اور وہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔"

اس طرح یہ سانحہ عظیم پیش آیا جس نے ملت اسلامیہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا۔

حضرت نائیلہ چھت پر چڑھ کر چیخنے لگیں۔ امیر المومنین شہید ہو گئے۔ آپؓ کے دوست دوڑتے ہوئے پہنچے۔ تو حضرت عثمانؓ خاک پر کٹے پڑے تھے۔ حضرت علیؓ نے حضرت امام حسنؓ کو ایک طمانچہ مارا اور ایک مکہ امام حسینؓ کی چھاتی پر لگایا۔ مگر اب یہ سب بے سود تھا۔

طبری' جلد نمبر ۳ صفحہ ۳۷۶ تا ۴۱۸ اور ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ' جلد ۷ صفحہ نمبر ۱۶۷ تا ۱۹۷ کے علاوہ دیگر بہت سی تواریخ میں لکھا ہے کہ فسادیوں نے ۴۰ روز تک مدینہ میں ایک ہنگامہ عظیم برپا کیے رکھا۔ جس دوران ایسی ایسی حرکات ان سے سرزد ہوئیں جو مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی گئیں۔ حتی کہ انہوں نے ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ جو ابو سفیانؓ کی بیٹی اور امیر معاویہؓ کی بہن بھی تھیں کی توہین کی۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ کہہ کر مدینے سے مکہ چلی گئیں کہ اس طوفان بدتمیزی میں کیا

میں بھی اپنی توہین کرواؤں۔

تین دن تک حضرت عثمانؓ کا جسد مبارک تدفین سے محروم رہا اور قتل کے بعد ظالموں نے ان کا گھر بھی لوٹ لیا۔ تیسرے دن چند خوش قسمت مسلم نے میت کو کندھا دیا۔ صرف سترہ مسلمانوں نے نماز جنازہ پڑھی اور کتاب اللہ سب سے بڑے خادم اور سنت رسول اللہ کے سب سے بڑے عاشق کو آج جنت البقیع کے ایک گوشے میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سلا دیا۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت عثمانؓ اس وقت دنیا کی سب سے حکومت کے فرمانروا تھے۔ ان باغیوں کے خلاف طاقت استعمال کرنے کی اجازت دیتے تو ہر گز وہ نہ ہوتا جو ہوا لیکن آپؓ نے نہیں چاہا کہ آپؓ کی حفاظت کے لئے کسی کلمہ گو کے خون کا قطرہ زمین پر گرے۔ اس کے بجائے مظلومانہ شہادت اور قربانی کی لاثانی مثال قائم کر دی۔

اسلام میں رخنہ پڑ گیا

امیر معاویہ گورنر شام جو بنو امیہ کے اس وقت ممتاز ترین فرد تھے ان حضرت عثمانؓ کا خون آلود کرتا اور حضرت نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں بھیج دی گئیں۔

جب یہ کرتا مجمع میں کھولا گیا تو حشر برپا ہو گیا اور انتقام انتقام کی صدا سے فضا گونج اٹھی۔ بنی امیہ کے تمام افراد امیر معاویہؓ کے گرد جمع ہو گئے اور اسلام میں رخنہ پڑ گیا۔

حضرت علیؓ کی خلافت

قاضی ابو بکر ابن العربی احکام القرآن' میں لکھتے ہیں۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد لوگوں کو بلا امام چھوڑ دینا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ امامت ان باقی ماندہ صحابہ کے سامنے پیش کی گئی جن کا ذکر حضرت عمرؓ نے شوریٰ میں کیا تھا۔ مگر انہوں نے اسے رد کر دیا اور حضرت علیؓ نے جو اس کے سب سے زیادہ حق دار تھے اور اہل تھے اسے قبول کر لیا تاکہ امت کو خونریزی اور آپس کی پھوٹ سے بچایا جا سکے۔ جس سے دین و ملت کو نا قابل تلافی نقصان پہنچ جانے کا خطرہ تھا۔ پھر جب ان سے بیعت کر لی گئی تو شام کے لوگوں نے ان کی بیعت قبول کرنے کیلئے یہ شرط لگائی کہ پہلے حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو گرفتار کر کے ان سے قصاص لیا جائے۔

حضرت علیؓ نے ان سے کہا پہلے بیعت میں داخل ہو جاؤ پھر حق کا مطالبہ کرو اور وہ تمہیں مل جائے گا۔ مگر انہوں نے کہا کہ آپؓ بیعت کے مستحق ہی نہیں جب کہ ہم قاتلین عثمانؓ کو صبح شام آپ کے ساتھ دیکھتے ہیں۔

اس معاملے میں حضرت علیؓ کی رائے زیادہ صحیح تھی اور ان کا قول زیادہ درست تھا۔ کیونکہ اگر وہ اسی وقت قاتلین عثمانؓ سے بدلہ لینے کی کوشش کرتے تو قبائل ان کی حمایت پر اٹھ کھڑے ہوتے اور لڑائی کا تیسرا محاذ کھل جاتا۔ اس لئے وہ انتظار کر رہے تھے کہ حکومت مضبوط ہو جائے تو تمام مملکت میں ان کی بیعت ہو اور اس کے بعد باقاعدہ عدالت میں اولیا مقتول کی طرف سے دعویٰ پیش ہو اور حق کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے۔ علمائے امت کے درمیان اس امر میں کوئی

اختلاف نہیں ہے کہ امام کے لئے قصاص کو مؤخر کرنا ایسی حالت میں جائز ہے۔
جب کہ اس سے فتنہ بھڑک اٹھنے اور تفرقہ برپا ہونے کا خطرہ ہو۔

حضرت علیؓ کی مشکلات

حضرت عثمانؓ کی شہادت کا سانحہ بہت اہم تھا۔ مگر اصل قاتلوں کا پتہ صرف
باغیوں کو ہی تھا۔ موقع کی عینی شاہد صرف حضرت بی بی نائلہ تھیں۔ اور ویسے بھی
اسلام میں ایک عورت کی گواہی آدھی ہوتی ہے۔

جس وقت حضرت علیؓ خلیفہ منتخب ہوئے اس وقت مدینہ پر قاتلین عثمان
قبضہ تھا۔ مدینہ میں ان کی قوت موثر تھی۔ اس لئے یہاں لاقانونیت کا دور دورہ
اور مفسدین کسی بھی قاتل کا نام پتہ بتانے کو تیار نہ تھے۔ اور مفسدین حضرت
کے ہاتھ پر بیعت بھی کر چکے تھے۔

بہت سے صحابہ جو اس وقت زندہ تھے۔ نئی خلافت کا دست و بازو بننے
بجائے بہت سی غلط فہمیوں کا شکار ہو چکے تھے۔ بالکل غیر جانبدار ہو گئے۔ بعض
حضرت علیؓ کی مخالفت کرنے لگ گئے اور بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں۔ او
جب حضرت علیؓ نے تمام اموی عمال کو معزول کر دیا تو اس سے فضا اور خراب
گئی۔

امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ کے بھیجے ہوئے عامل کو شام میں گھسنے ہی نہ دیا ا
حضرت نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں اور حضرت عثمانؓ کا خون آلود کرتا دمشق کی جا
مسجد میں لٹکا دیا۔ شامیوں نے ماتم کرنا اور قصاص کا مطالبہ شروع کر دیا اور قبا
تعصب اور منافرت کو حد درجہ بھڑکایا۔

حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی قصاص عثمانؓ کے مسئلہ پر حضرت علیؓ کے خلاف ہو گئے۔ انہوں نے مکہ جا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حالات بیان کئے تو وہ اس معاملے کو سلجھانے خود مدینہ تشریف لائیں۔

حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کے درمیان مصالحت کی کوششیں کامیاب ہونے کو تھیں کہ فسادی جو دونوں گروہوں میں شامل تھے۔ انہوں نے اس کوشش کو ناکام بنا دیا۔ کیونکہ صلح کی صورت میں ان کو اپنے انجام بد کا خطرہ تھا۔ یہ فسادی دونوں افواج میں شامل تھے۔ جس کے نتیجے میں جنگ جمل ہوئی۔ یہ اسلام کی پہلی جنگ تھی جو منافقین کی شورشوں کی وجہ سے غلط فہمیوں کی بنا پر ہوئی۔ مسلمان کی تلوار مسلمان ہی پر اٹھی۔ تاریخ ابوالفدا' میں ہے کہ دونوں طرف سے دس ہزار مسلمان مارے گئے جس سے اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔

بعد میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"میرے بچو! یہ جنگ غلط فہمی کا نتیجہ تھی۔ اس لئے ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ زیادتی سے کام نہیں لینا چاہئے۔ میرے اور علیؓ کے درمیان رنجش جو ساس اور داماد میں کبھی کبھار ہو جایا کرتی ہے اسکے علاوہ اور کوئی رنجش نہ تھی۔ میں ہر حالت میں انہیں بھلا آدمی سمجھتی ہوں۔"

ام المومنین کے اس ارشاد پر حضرت علیؓ نے فرمایا۔

"ام المومنین سچ فرماتی ہیں خدا کی قسم میرے اور ان کے درمیان اس کے علاوہ اور کوئی بات نہ تھی۔ وہ دنیا اور آخرت میں محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کی محترم بیوی ہیں"۔

ابھی حضرت علیؓ اس جنگ سے فارغ ہوئے تھے کہ امیر معاویہؓ کے ساتھ جنگ صفین کا واقعہ پیش آیا۔ اس وقت حالت یہ تھی کہ جب امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ سے قاتلین عثمانؓ کا مطالبہ کیا تو حضرت علیؓ کی فوج میں سے بیس ہزار لوگ کہنے لگے ہم قاتلین عثمانؓ ہیں۔ ان حالات میں فیصلہ کیسے کیا جاتا۔ اس جنگ میں ستر ہزار مسلمانوں کی عظیم تعداد کام آئی جس میں صالح ترین اور سعید ترین افراد شامل تھے۔ روضتہ الحباب' میں ہے کہ اویس قرنی بھی حضرت علیؓ کی رفاقت میں گروہ باغی کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ اس جنگ کے بعد امیر معاویہؓ کی سیاسی چالوں کی وجہ سے حضرت علیؓ کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے بعد شامیوں نے امیر معاویہؓ کو خلیفہ بنا کر ان کی بیعت کر لی تھی۔

حضرت علیؓ کی فوج کا ایک بڑا حصہ ان سے الگ ہو گیا جو آگے چل کر خارجی کہلائے۔ اسلامی سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی اور مسلمان کئی فرقوں میں بٹ گئے۔

حضرت علیؓ کو بہت کم عرصہ حکومت کرنے کا موقع ملا۔ آپؓ نے تقریباً ساڑھے چار سال حکومت کی جس میں پورا وقت اندرونی شورشوں کو دبانے میں مصروف رہے۔ آخر ایک دن فجر کی نماز کے وقت ایک خارجی ابن ملجم نے آپؓ پر خنجر کا وار کر کے آپ کو شہید کر دیا۔

امام حسنؓ کی خلافت

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد عراق کے لوگوں نے آپؓ کے بڑے صاجزادے حضرت امام حسنؓ کی بیعت کرلی۔ اس طرح آپؓ عراق۔ حجاز اور مشرقی علاقوں کے حکمران مقرر ہوئے۔ آپؓ نہایت صلح پسند اور بردبار تھے۔ امیر معاویہؓ نے تمام اسلامی مملکت پر قبضہ کرنے کی نیت سے آپؓ سے جنگ کرنا چاہی۔ مگر آپؓ اس کے نتیجے میں خون ناحق کا خیال کر کے چند شرائط پر صلح پر آمادہ ہو گئے اور خلافت سے دستبردار ہو گئے۔ آپؓ صرف چھ ماہ خلیفہ رہے۔

اس طرح خلافت راشدہ کا دور ختم ہو گیا اور بنو امیہ کی حکومت پورے عالم اسلام پر پھیل گئی۔

خاندان بنوامیہ

امیر معاویہؓ نے خاندان بنوامیہ کی حکومت کی بنیاد رکھی اور اپنی زندگی ہی میں اپنے بیٹے یزید کی بیعت لے کر جو حکمرانی کا اہل (نہیں) تھا خلافت کو بادشاہت میں بدل دیا۔

حضرت امام حسینؓ کی یزید کی بیعت سے انکار کی وجوہات

سید ابو الاعلیٰ مودودی 'خلافت و ملوکیت' میں مختلف تواریخ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ بنوامیہ کے عہد میں جو عظیم تغیر رونما ہوا وہ یہ تھا کہ اس میں قوم نسل وطن اور قبیلے کی وہ تمام جاہلی عصبیتیں پھر سے اتر آئیں جنہیں اسلام نے ختم کر کے خدا کا دین قبول کرنے والے تمام انسانوں کو یکساں حقوق کے ساتھ ایک امت بنا دیا تھا۔

امیر معاویہؓ نے اپنے دور میں حضرت علیؓ پر تبرّیٰ بھیجنے کی رسم بد ایجاد کی اور تمام والیان حکومت اور عمال صوبہ کو حکم دیا کہ بر سر منبر علیؓ کو برا بھلا کہیں۔ حجر بن عدیؓ حضرت علیؓ کی توہین برداشت نہ کر سکے۔ وہ ایک باکمال صحابی تھے۔ جواب میں انہوں نے امیر معاویہؓ کو برا بھلا کہا تو ان کو اور ان کے سات ساتھیوں کو نہایت بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔

یہ رسم بد عہد بنوامیہ میں تقریباً" ساٹھ سال تک رہی جس کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ختم کیا۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں۔ "حضرت معاویہؓ کے چار افعال ایسے ہیں کہ اگر کوئی شخص ان میں سے ایک کا ارتکاب بھی کرے تو وہ اس کے حق میں مہلک

ہو۔ ایک ان کا اس امت پر تلوار سونت لینا اور مشورے کے بغیر حکومت کر لینا در آنحا لیکہ امت میں بقایا صحابہ موجود تھے۔ دوسرے ان کو اپنے بیٹے کا جانشین بنانا۔ حالانکہ وہ شرابی اور نشہ باز تھا۔ ریشم پہنتا اور طنبورے بجاتا تھا۔

تیسرے ان کو زیاد کا اپنے خاندان میں شامل کرنا۔ حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف صاف حکم موجود تھا۔ کہ اولاد اس کی ہے جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا اور زانی کے لئے کنکر پتھر ہیں (زیاد امیر معاویہؓ کے باپ ابو سفیان کی ناجائز اولاد تھا) چوتھا ان کا حجر بن عدی اور اس کے ساتھیوں کو قتل کرنا۔

الاستیعاب' جلد نمبر ا صفحہ ۱۹۶۔ ابن الاثیر جلد نمبر ۳ صفحہ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ البدایہ والنہا' میں ابن کثیر جلد نمبر ۸ صفحہ نمبر ۶۸۔ ابن خلدون' جلد نمبر ۳ صفحہ نمبر ۷۸ اور خلافت و ملوکیت' از سید مولانا مودودی کے صفحہ نمبر ۱۷۵ میں ہے کہ زیاد طائف کی ایک لونڈی سمیہ نامی کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ لوگوں کا بیان یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں حضرت معاویہؓ کے والد جناب ابو سفیان نے اس لونڈی سے زنا کا ارتکاب کیا تھا۔ اور اس سے وہ حاملہ ہوئی۔ ابو سفیان نے خود بھی ایک مرتبہ اس بات کا اشارہ کیا تھا۔ کہ زیاد انہی کے نطفہ سے ہے۔ جوان ہو کر یہ شخص اعلیٰ درجے کا مدبر' منتظم فوجی لیڈر اور غیر معمولی قابلیتوں کا مالک ثابت ہوا۔ حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں ان کا زبردست حامی تھا اور اس نے بڑی اہم خدمات انجام دی تھیں ان کے بعد حضرت معاویہؓ نے اس کو اپنا حامی و مددگار بنانے کے لئے اپنے والد ماجد کی زناکاری پر شہادتیں لیں اور اس کا ثبوت بہم پہنچایا کہ زیاد انہی کا ولد الحرام ہے۔ پھر اس بنیاد پر اسے اپنا بھائی اور خاندان کا فرد قرار دے دیا۔ یہ فعل اخلاقی حیثیت سے جیسے کچھ مکروہ ہے۔ وہ ظاہر ہی ہے مگر قانونی حیثیت سے بھی یہ ایک

صریحاً" ناجائز فعل تھا کیونکہ شریعت میں کوئی نسب زنا سے ثابت نہیں ہوتا۔ نبی صلی اللہ علیہ و سلم کا صاف حکم ہے کہ بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا اور زانی کے لئے کنکر پتھر ہیں۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ (جو ابو سفیان کی بیٹی تھیں۔ اسلام قبول کرنے پر حبشہ میں طلاق ہو جانے پر حضور کے نکاح میں آئیں۔) انہوں نے اس وجہ سے اس کو اپنا بھائی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اس سے پردہ فرمایا۔

حضرت معاویہؓ نے اپنے گورنروں کو قانون سے بالاتر قرار دے دیا۔ اور ان کی زیادتیوں پر شرعی احکام کے مطابق کاروائی سے صاف انکار کر دیا۔ ابن اثیر۔ البدایہ والنہایہ'۔ الطبری'۔ الاستیعاب'۔ مسند احمد'۔ دار المعارف'۔ مصر طبقات ابن سعد'۔ تہذیب التہذیب' میں ہے کہ امیر معاویہؓ کا گورنر عبداللہ بن عمرو بن غیلان ایک مرتبہ بصرے میں منبر پر خطبہ دے رہا تھا کہ ایک شخص نے دوران خطبہ اس کو کنکر مار دیا۔ اس پر عبداللہ نے اس شخص کو گرفتار کرایا اور اس کا ہاتھ کٹوا دیا۔ حالانکہ شرعی قانون کی رو سے یہ ایسا جرم نہ تھا جس پر کسی کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔

امیر معاویہؓ کے پاس استغاثہ کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہاتھ کی دیت تو بیت المال سے ادا کر دوں گا مگر میرے عمال سے قصاص لینے کی کوئی سبیل نہیں۔

زیاد کو جب حضرت معاویہؓ نے بصرے کے ساتھ کوفہ کا گورنر مقرر کیا اور پہلی دفعہ خطبہ دینے کے لئے کوفہ کی جامع مسجد کے منبر پر کھڑا ہوا تو کچھ لوگوں نے اس پر کنکر پھینکے۔ اس نے فوراً" مسجد کے دروازے بند کروا دیئے اور کنکر پھینکنے والے تمام لوگوں کو جن کی تعداد ۳۰ سے ۸۰ تک بیان کی جاتی ہے۔ گرفتار کرا کے اسی

وقت ان کے ہاتھ کٹوا دیئے۔ کوئی مقدمہ ان پر نہ چلایا گیا۔ کسی عدالت میں وہ نہ پیش کئے گئے۔ کوئی باقائدہ قانونی شہادت ان کے خلاف پیش نہ ہوئی۔ گورنر نے محض اپنے انتظامی حکم سے اتنے لوگوں کو قطع ید کی سزا دے ڈالی۔ جس کے لئے قطعاً" کوئی شرعی جواز نہ تھا۔ مگر دربار خلافت سے اس کا بھی کوئی نوٹس نہ لیا گیا۔

اس سے بڑھ کر ظالمانہ افعال بسر بن ابی ارطاۃ نے کئے۔ جنہیں حضرت معاویہؓ نے پہلے حجاز و یمن کو حضرت علیؓ کے قبضے سے نکالنے کے لئے بھیجا تھا۔ اور پھر ہمدان پر قبضہ کرنے کے لئے مامور کیا تھا۔ اس شخص نے یمن میں حضرت علیؓ کے گورنر عبید اللہ بن عباس کے دو چھوٹے چھوٹے بچوں کو قتل کر دیا اور ان بچوں کی ماں اس صدمے سے دیوانی ہو گئی۔ بنی کنانہ کی ایک عورت جو یہ ظلم دیکھ رہی تھی چیخ اٹھی کہ

> "مردوں کو تم نے قتل کر دیا۔ اب ان بچوں کو کس لئے قتل کر رہے ہو بچے تو جاہلیت میں بھی نہیں مارے جاتے تھے۔ اے ابن ارطاۃ جو حکومت بچوں اور بوڑھوں کے قتل اور بے رحمی و بردار کشی کے بغیر قائم نہ ہو سکتی ہو اس سے بری کوئی حکومت نہیں۔"

اس کے بعد اس ظالم شخص کو امیر معاویہؓ نے ہمدان پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا جو اس وقت حضرت علیؓ کے قبضہ میں تھا۔ وہاں اس نے دوسری زیادتیوں کے ساتھ ایک ظلم عظیم یہ کیا کہ جنگ میں جو مسلمان عورتیں پکڑی تھیں انہیں لونڈیاں بنا لیا۔ ابن عبد البر کہتے ہیں کہ "یہ پہلا موقعہ تھا کہ مسلمانوں کی آپس کی جنگ میں گرفتار ہونے والی عورتیں لونڈیاں بنائی گئیں۔"

یہ ساری کاروائیاں گویا اس بات کا عملاً" اعلان تھیں کہ اب گورنروں اور سپہ سالاروں کو ظلم کی کھلی چھوٹ ہے۔ اور سیاسی معاملات میں شریعت کی کسی حد کے وہ پابند نہیں ہیں۔

سر کاٹ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجنے اور انتقام کے جوش میں لاشوں کی بے حرمتی کرنے کا وحشیانہ طریقہ بھی جو جہالت میں رائج تھا اور جسے اسلام نے مٹا دیا تھا اس دور میں مسلمانوں کے اندر شروع ہوا۔

سب سے پہلا سر جو زمانہ اسلام میں کاٹ کر لے جایا گیا۔ وہ حضرت عمارؓ بن یاسر کا تھا۔ امام احمد بن حنبل نے اپنی 'مسند' میں صحیح سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے اور ابن سعد نے بھی 'طبقات' میں اسے نقل کیا ہے کہ جنگ صفین میں حضرت عمارؓ بن یاسر کا سر کاٹ کر حضرت امیر معاویہؓ کے پاس لایا گیا اور دو آدمی اس پر جھگڑ رہے تھے۔ ہر ایک کہتا تھا کہ عمار کو میں نے قتل کیا ہے۔

اس کے بعد دوسرا سر عمروؓ بن الحمق کا تھا جو رسول اللہؐ کے صحابیوں میں سے تھے۔ مگر حضرت عثمانؓ کے قتل میں انہوں نے حصہ لیا تھا۔ زیاد کی ولایت عراق کے زمانہ میں ان کو گرفتار کرنے کی کوشش کی گئی وہ بھاگ کر ایک غار میں چھپ گئے۔ وہاں ایک سانپ نے ان کو کاٹ لیا اور وہ مر گئے۔ تعاقب کرنے والے ان کی مردہ لاش کا سر کاٹ کر زیاد کے پاس لے گئے۔ اس نے حضرت معاویہؓ کے پاس دمشق بھیج دیا۔

وہاں اسے بر سرعام گشت کروایا گیا۔ اور بصرے جا کر ان کی بیوی کی گود میں ڈال دیا گیا۔

ایسا ہی وحشیانہ سلوک محمد بن ابی بکر کے ساتھ کیا گیا جو مصر میں حضرت علیؓ کے گورنر تھے۔ حضرت معاویہؓ کا جب مصر پر قبضہ ہوا تو انہیں گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا اور پھر ان کی لاش ایک مردہ گدھے کی کھال میں رکھ کر جلا دی گئی۔

حضرت امام حسینؓ کا انکار بیعت

امیر معاویہؓ نے جس طرح سیاست کو دین پر ترجیح دی اور مظالم برپا کیے اور اپنی زندگی میں یزید کی بیعت لے کر جس طرح جمہوریت کی دھجیاں اڑائیں وہ امام حسینؓ جیسے عالی مقام اور با اصول انسان کو سخت ناگوار گذریں۔

چنانچہ انہوں نے باطل کے سامنے کلمۂ حق کہا اور یزید کی بیعت سے صاف انکار کر دیا۔

کوفہ کے لوگوں نے آپؓ کو پے در پے خطوط بھیجے اور آپؓ کا ساتھ دینے کی یقین دہانی کروائی۔

حضرت امام حسینؓ نے حق کا ساتھ دیا۔ ان کا ارادہ یزید سے کسی قسم کی جنگ کا نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ کوفے اپنے ساتھ کوئی فوج لے کر نہ گئے۔ بلکہ ان کے ساتھ ان کے اہل و عیال اور کنبے کے افراد تھے۔ یہ قافلہ ۳۲ سوار اور ۴۰ پیادوں پر مشتمل تھا۔

حضرت امام حسینؓ نے پہلے اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجا۔ مگر کوفے میں جس نے بھی حضرت مسلم بن عقیل کو پناہ دی وہ ابن زیاد کے ظلم و ستم کا نشانہ بنا اور حاکم کے ظلم کے خوف سے تمام کوفی حضرت مسلم بن عقیل کا ساتھ چھوڑ گئے اور مسلم بن عقیل کوفہ والوں کی عادت قدیم کے موافق بے

وفائی کا مشاہدہ کر کے حیران رہ گئے۔ [۱۱۳]

سر الشہادتین' میں ہے کہ پہلے حضرت مسلمؓ شہید کئے گئے پھر ان کے دھڑ کو چھت سے نیچے گرا دیا گیا۔ پھر ہانی کو جنہوں نے حضرت مسلمؓ بن عقیل کو پناہ دی تھی۔ سولی پر چڑھا دیا گیا۔ اس کی بعد حضرت مسلمؓ کے دونوں بچے محمد اور ابراہیم قتل ہوئے۔

جب مسلم بن عقیلؓ کی شہادت کی اطلاع حضرت امام حسینؓ کو ملی تو انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا جو جانا چاہتا ہے چلا جائے۔ آپؓ نے ان حالات میں بھی جب کہ یزیدی لشکر آپؓ کی جان کے در پے تھا۔ اس ظالم انسان کی بیعت نہ کی اور جب دیکھا کہ اصولوں پر حرف آ رہا ہے۔ تو اصول قربان نہ ہونے دیئے مگر آپؓ نے اور آپؓ کے جان نثاروں نے اپنی جان کی بازی لگا دی۔

شہادت عظمیٰ تاریخ اسلام پر سیاہ دھبہ

الطبری'۔ ابن اثیر بحوالہ خلافت و ملوکیت' از ابو الاعلیٰ مودودی میں ہے کہ حضرت امام حسینؓ کی شہادت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی یہ پیشن گوئیاں حرف بحرف پوری ہو گئیں۔ جب آپؓ نے فرمایا۔

"خدا کی قسم اگر یہ لوگ تمہارے حاکم بن گئے تو تمہارے درمیان کسریٰ اور ہرقل کی طرح کام کریں گے۔"

ایک دوسری تقریر میں جب آپؓ خلافت کو بادشاہت سے بچانے کی کوشش فرما رہے تھے فرمایا۔

"چلو ان لوگوں کے مقابلے میں جو تم سے اس لئے لڑ رہے ہیں کہ

ملوک جابرہ بن جائیں اور اللہ کے بندوں کو اپنا غلام بنالیں۔"

میدان کرب و بلا میں جس طرح خانوادہ رسولؐ کو شہید کیا گیا اس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔ دنیا کی چند روزہ حکومت کے لئے چھ ماہ تک کے بچے کو شہید کردیا گیا۔ جس رسول عربیؐ کا کلمہ پڑھتے تھے۔ انؐ کے نواسے پر وہ ظلم و ستم کیا گیا کہ شریعت اسلامی اخلاق و انسانیت حتیٰ کہ عام دنیاوی ریاستوں کا کوئی ضابطہ ان افعال کی اجازت نہیں دیتا۔

سید ابو الاعلیٰ مودودی اس واقعہ کا تجزیہ کرتے ہوئے اپنی کتاب خلافت و ملوکیت' میں لکھتے ہیں۔

جب ان کے سارے ساتھی شہید ہو چکے تھے اور وہ میدان جنگ میں تنہا رہ گئے تھے۔ اس وقت بھی ان پر حملہ کرنا ضروری سمجھا گیا اور جب وہ زخمی ہو کر گر پڑے تھے۔ اس وقت ان کو ذبح کیا گیا۔ پھر ان کے جسم پر جو کچھ تھا وہ لوٹا گیا حتیٰ کہ ان کی لاش پر سے کپڑے اتار لئے گئے اور اس پر گھوڑے دوڑا کر روندا گیا۔ اس کے بعد ان سمیت تمام شہدائے کربلا کے سر کاٹ کر کوفے لے جائے گئے اور ابن زیاد نے نہ صرف بر سرعام ان کی نمائش کی بلکہ جامع مسجد میں منبر پر کھڑے ہو کر یہ اعلان کیا۔

الحمدلله الذی اظهر الحق واهله ونصر امیر المومنین یزید وحزبه وقتل الکذاب ابن الکذاب الحسین بن علی وشعیة

ترجمہ : خدائے پاک کا شکر ہے کہ اس نے حق کو غالب کرتے ہوئے امیر المومنین یزید اور اس کی جماعت کو فتح عطا کی اور

کذاب ابن کذاب حسین بن علی اور ان کی جماعت کو شکست دی۔

(نعوذ باللہ من ذلک)

پھر یہ سارے سر یزید کے پاس دمشق بھیجے گئے اور اس نے بھرے دربار میں ان کی نمائش کی۔

فرض کیجئے کہ حضرت حسینؓ یزیدی نقطہ نظر کے مطابق برسر بغاوت ہی تھے۔ تب بھی کیا اسلام میں حکومت کے خلاف خروج کرنے والوں کے لئے کوئی قانون نہ تھا؟ فقہ کی تمام مبسوط کتابوں میں یہ قانون لکھا ہوا موجود ہے مثال کے طور پر ہدایہ اور اس کی شرح فتح القدیر باب البغاۃ' میں اس کو دیکھا جا سکتا ہے۔ اس قانون کے لحاظ سے دیکھا جائے تو وہ ساری کاروائی جو میدان کربلا سے لے کر کوفے اور دمشق کے درباروں تک کیگئی۔ اس کا ایک ایک جزو قطعاً" حرام اور سخت ظلم تھا۔ دمشق کے دربار میں جو کچھ یزید نے کیا اور کہا اس کے متعلق مختلف روایات ہیں لیکن ان سب روایات کو چھوڑ کر اگر ہم اس روایت کو صحیح مان لیں کہ وہ حضرت امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کے سر دیکھ کر آبدیدہ ہو گیا تھا اور اس نے کہا۔

"میں حسینؓ کے قتل کے بغیر بھی تم لوگوں کی اطاعت سے راضی تھا۔ اللہ کی لعنت ہو ابن زیاد پر خدا کی قسم اگر میں وہاں ہوتا تو حسینؓ کو معاف کر دیتا اور یہ کہ خدا کی قسم اگر میں تمہارے مقابلے میں ہوتا تو تمہیں قتل نہ کرتا۔"

پھر بھی یہ سوال لازماً" پیدا ہوتا ہے کہ اس ظلم عظیم پر اس نے اپنے سر پھرے گورنر کو کیا سزا دی؟

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اس نے ابن زیاد کو سزا دی نہ معزول کیا۔ نہ اسے ملامت ہی کا کوئی خط لکھا۔ اسلام تو خیر بدرجہا بلند چیز ہے۔ یزید میں اگر انسانی شرافت کی بھی کوئی رمق ہوتی تو وہ سوچتا کہ فتح مکہ کہ بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پورے خاندان پر کیا احسان کیا تھا اور اس کی حکومت نے ان کے نواسے کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

واقعہ حرہ

ابن لاثیر، البدایہ والنہایہ اور طبری میں ہے کہ جب شہادت حسینؓ کی خبر سرزمین حجاز میں پہنچی تو اہل مدینہ میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی اور یہاں زبردست رد عمل ظاہر ہوا اور انقلاب برپا ہو گیا۔ اہل مدینہ نے یزید کو فاسق و فاجر اور ظالم قرار دے کر اس کے خلاف بغاوت کر دی اس کے عامل کو شہر سے نکال دیا اور عبداللہ بن حنظلہ کو اپنا سربراہ بنا لیا۔

یزید کو یہ اطلاع پہنچی تو اس نے مسلم بن عقبہ المری کو (جسے سلف صالحین مسرف بن عقبہ کہتے ہیں) بارہ ہزار فوج دے کر مدینہ پر چڑھائی کے لئے بھیج دیا اور اسے حکم دیا کہ تین دن تک اہل شہر کو اطاعت قبول کرنے کی دعوت دیتے رہنا۔ پھر اگر وہ نہ مانیں تو ان سے جنگ کرنا اور جب فتح پالو تو تین دن کے لئے مدینہ کو فوج پر مباح کر دینا۔ اس ہدایت پر یہ فوج گئی۔ جنگ ہوئی۔ مدینہ فتح ہوا اور اسکے بعد یزید کے حکم کے مطابق تین دن کے لئے فوج کو اجازت دے دی گئی کہ شہر میں جو کچھ چاہے کرے ان تین دنوں میں شہر کے اندر ہر طرف لوٹ مار کی گئی۔ شہر کے باشندوں کا قتل عام کیا گیا۔ جس میں امام زہری کی روایت کے مطابق سات سو

معززین اور دس ہزار کے قریب عوام مارے گئے۔ اور غضب یہ کہ وحشی فوجیو
نے بے دریغ گھروں میں گھس گھس کر عورتوں کی عصمت دری کی۔ حافظ ابن کثی
کہتے ہیں کہ۔

حتی قیل انه حبلت الف امراة فی تلک الایام من
غیر زوج۔
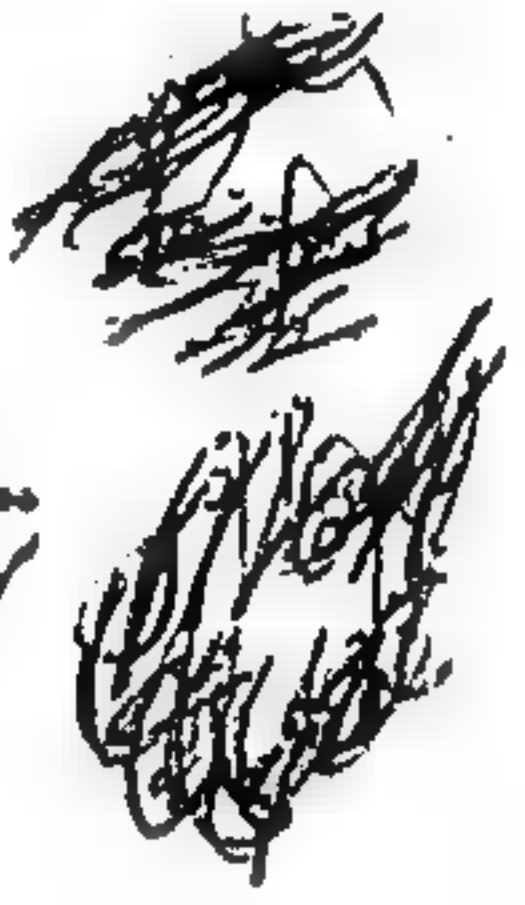
ترجمہ: "کہا جاتا ہے کہ ان دنوں ایک ہزار عورتیں زنا سے حاملہ ہوئیں۔"

بالفرض اہل مدینہ کی بغاوت ناجائز ہی تھی مگر کیا کسی باغی مسلمان آبادی بل
غیر مسلم باغیوں اور حربی کافروں کے ساتھ بھی اسلامی قانون کی رو سے یہ سلو
جائز تھا؟ اور یہاں تو معاملہ کسی اور شہر کا نہیں بلکہ خاص مدینۃ الرسول کا تھا ج
کے متعلق نبیؐ کے یہ ارشادات بخاری، مسلم، نسائی اور مسند احمد میں متعدد صح
سے منقول ہے کہ

لا یرید احد المدینة بسوء الا اذابه الله فی النار
ذوب الرصاص

ترجمہ: "مدینہ کے ساتھ جو شخص بھی برائی کا ارادہ کرے گا۔ ال
اسے جہنم کی آگ میں سیسے کی طرح پگھلا دے گا۔"

(یہی وجہ ہے حضرت عثمانؓ نے جان بچانے کے لئے مرتے دم تک کسی
باغیوں سے جنگ نہ کرنے دی) اور

من اخاف اهل المدینه ظلما اخافه الله وعلیه
لعنة الله والملئکة والناس اجمعین لا یقبل الله
منه یوم القیامته صرفا وعدلاً

ترجمہ: "جو شخص اہل مدینہ کو ظلم سے خوف زدہ کرے اللہ اسے خوف زدہ کرے گا اس پر اللہ اور ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ قیامت کے روز اللہ اس سے کوئی چیز اس گناہ کے فدیے میں قبول نہیں فرمائے گا۔"

ابن کثیر اپنی کتاب البدایا والنہایہ' میں لکھتے ہیں کہ انہی احادیث کی بنا پر علماء کے ایک گروہ نے یزید پر لعنت کو جائز رکھا ہے۔

تیسرا واقعہ وہی ہے جس کا حضرت بصری رحمتہ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔ مدینہ سے فارغ ہونے کے بعد وہی فوج جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں اودھم مچایا تھا۔ حضرت ابن زبیر سے لڑنے کے لئے مکہ پر حملہ آور ہوئی اور اس نے منجنیق لگا کر خانہ کعبہ پر سنگ باری کی جس سے کعبہ کی ایک دیوار شکستہ ہوگئی۔ اگرچہ روایت یہ بھی ہے کہ انہوں نے کعبے پر آگ برسائی لیکن آگ لگنے کی کچھ دوسرے وجوہ بھی بیان کئے جاتے ہیں۔ البتہ سنگ باری کا واقعہ متفق علیہ ہے۔

ایک غلط فہمی

بہت سے لوگ یزید کی وکالت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضورؐ نے اپنی زندگی میں اس شخص کو جنت کی بشارت دی تھی جو قسطنطنیہ فتح کرے گا۔

قسطنطنیہ پر جو لشکر کشی کی گئی اس میں ایک دستے کی کمان یزید کے ہاتھ میں تھی۔ تاریخ ملت' از مفتی زین العابدین و مفتی انتظام اللہ اور دوسرے مورخین بھی اس بات سے متفق ہیں کہ ۴۹ ہجری میں امیر معاویہؓ نے مشرقی رومی سلطنت کے دارالحکومت قسطنطنیہ پر حملہ کے لئے زبردست فوج بھیجی۔ سفیان بن عوف

اس فوج کے سپہ سالار تھے۔ مقام فرقدونہ میں یہ فوج بخار اور چیچک میں مبتلا
گئی۔ امیر معاویہؓ نے پہلے یزید کو بھی جانے کا حکم دیا تھا۔ مگر وہ بیماری کا بہانا کر
بیٹھا رہا۔

چنانچہ امیرِ معاویہؓ کے حکم پر ایک اور لشکر پہلے لشکر کی امداد کے لئے روانہ کی
جس میں یزید کے علاوہ صحابہ اکرام حضرت ایوب انصاریؓ حضرت ابن عباس
حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن زبیرؓ شامل تھے۔

شہنشاہ روم نے قسطنطنیہ کی حفاظت کے لئے بڑے زبردست حفاظتی انتظا
کئے۔ آتش یونانی کے ذریعے مسلمانوں پر آگ برسائی۔ حتیٰ کہ رسول اکرمؐ
میزبان حضرت ابو ایوب انصاریؓ دوران محاصرہ وفات پا گئے۔ اور آپؓ کی نصیح
کے مطابق آپؓ کو دیوار قسطنطنیہ میں دفن کر دیا گیا۔ محاصرہ اٹھالیا۔ قسطنطنیہ فتح نہ ہو
سکا۔ اس معرکہ میں مسلمانوں کو آدمیوں اور جہازوں کا بڑا نقصان ہوا۔

اسکے بعد ۸۲۵ ہجری میں قسطنطنیہ کا محاصرہ ترکمانی عثمانی حکمران سلطان مر
نے کیا۔ قسطنطنیہ فتح ہونے کے قریب تھا کہ سلطان مراد کے بھائی نے بغاوت کر دی
اور اس نے محاصرہ اٹھالیا۔ پھر سلطان مراد کے بیٹے سلطان محمد ثانی نے ۸۵۷ ھ
میں قسطنطنیہ کو دار الخلافہ قرار دیا۔ جامع مسجد میں سلطان عثمانیہ کی تاج پوشی کی رسم
ادا کی جانے لگی۔ اسطرح یزید قسطنطنیہ پر لشکر کشی میں شامل تو ضرور تھا۔
قسطنطنیہ اس مہم کے ۸۰۸ سال بعد سلطان محمد ثانی کے عہد میں فتح ہوا۔ اس طرح
یہ بشارت سلطان محمد ثانی کے متعلق تھی نہ کے یزید کے متعلق۔

دور عباسی

تمام اموی دور میں جہاں اسلام کی تعمیر و ترقی اور فتوحات کے کارنامے ہوتے رہے وہاں چند سیاہ کاریوں کے علاوہ ہمیشہ بہت سے اعلیٰ پایہ کے مسلمان ہر دور میں رہے اور اسلامی تاریخ کو چار چاند لگاتے رہے۔ امویوں نے جب سیاست پر دین کے احکام کی قربانی انتہا کو پہنچادی تو رد عمل کے طور پر عباسی تحریک نے زور پکڑا ان کے ساتھ اہل بیت کی ہمدردیاں تھیں۔ چنانچہ عباسیوں نے نہایت آسانی سے امویوں کا تختہ الٹ دیا۔

طبری'۔ ابن کثیر' نے البدایہ والنہایہ'۔ اور خلافت و ملوکیت' از ابو الاعلی مودودی میں ہے کہ بنی امیہ کے دار الحکومت دمشق کو فتح کر کے عباسی فوجوں نے وہاں قتل عام کیا۔ دمشق کو ۱۳۲ ہجری میں فتح کرنے کے بعد قتل عام میں پچاس ہزار آدمی مارے اور ستر دن تک جامع بنو امیہ گھوڑوں کا اصطبل بنی رہی۔ حضرت معاویہؓ سمیت تمام بنو امیہ کی قبریں کھود ڈالیں۔ ہشام بن عبد الملک کی لاش قبر میں صحیح سلامت مل گئی۔ تو اسے کوڑے سے پیٹا گیا۔ چند روز تک اسے منظر عام پر لٹکائے رکھا اور پھر جا کر اس کی راکھ اڑادی گئی۔ بنو امیہ کا بچہ بچہ قتل کیا گیا اور ان کی تڑپتی لاشوں پر کھانا کھایا گیا۔ بصرے میں بنو امیہ کو قتل کر کے ان کی لاشیں ٹانگوں سے پکڑ پکڑ کر کھینچی گئیں اور انہیں سڑکوں پر ڈال دیا گیا جہاں انہیں کتے بھنبھوڑتے رہے۔ یہی کچھ مدینہ اور مکہ میں بھی ان سے کیا گیا۔

منصور کے زمانے میں عباسیوں کے اس دعوی کی قلعی بھی کھل گئی کہ وہ آل ابی طالب پر بنی امیہ کے مظالم کا بدلہ لینے اٹھے تھے۔ جس زمانے میں محمد بن عبد اللہ

نفسِ ذکیہ اور ان کے بھائی روپوش تھے اور منصور ان کی تلاش میں سرگرم تھا۔ اس نے ان کے رشتہ داروں اور پورے خاندان کو اس لئے قتل کروادیا کہ وہ ان کا پتہ نہیں دے رہے تھے۔ ان کی ساری جائیداد ضبط کر کے نیلام کردی گئی۔ ان کو بیڑیوں اور طوق و زنجیر میں مقید کر کے مدینے سے عراق لے جایا گیا۔ جیل میں ان پر سخت مظالم کئے۔ محمد بن ابراہیم بن الحسن کو دیوار میں زندہ چنوادیا۔ ابراہیم بن عبداللہ کے خسر کو ننگا کر کے ڈیڑھ سو کوڑے لگوائے پھر قتل کر کے ان کا سر خراسان میں گشت کرا یا گیا۔ نفس ذکیہ جب مدینہ میں شہید ہوئے تو ان کا سر کاٹ کر شہر شہر پھرایا گیا۔ اور ان کی اور ساتھیوں کی لاشیں تین دن تک مدینہ میں برسرعام لٹکائی گئیں۔ پھر کوہ سلع کے قریب انہیں مقابر یہود میں پھینک دیا گیا۔ (نفس ذکیہ جن کا نام محمد بن عبداللہ تھا ان کے زہد و تقویٰ کے باعث انہیں نفس ذکیہ کہتے تھے۔ شیعوں کے فرقہ زیدیہ کی قیادت ان کے ہاتھ میں تھی۔)

آپس کی تفرقہ بازیاں

تاریخ کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ مسلمانوں میں آج تک جتنی بھی تفرقہ بازیاں اور گروہ بندیاں ہوئی ہیں۔ حضرت علیؓ کی خلافت سے لے کر امام حسینؓ کی شہادت۔ امویوں اور عباسیوں کی حکومت کے آخر تک جتنے بھی واقعات پیش آئے ہیں ان میں ہر جگہ حضرت عثمانؓ کے خون کا اثر برابر موجود رہا۔ اس سے تاریخ اسلام کا رخ پلٹ گیا۔

ان تاریخی واقعات کے نتیجے میں اسلام جو سلامتی اور یکجہتی کا دین تھا۔ مختلف فرقوں میں بٹ گیا۔ اور اسلامی طاقت جو مل کر کفر کے لئے اسلامی بم بن سکتی تھی بکھر کر رہ گئی۔ آپس میں انتقام کا سلسلہ چلتا ہی رہا اور مسلمان خود ہی ایک دوسرے کا خون بہا کر اپنی طاقت کو کمزوری میں بدلتے رہے۔ آل بویہ نے سنی مسلمانوں پر ظلم و ستم ڈھائے۔

لوط بغداد

خلافت ملنے کے بعد عباسیوں نے بنو فاطمہ کو نظر انداز ہی نہ کیا بلکہ ان پر ظلم و ستم بھی کرنے لگے۔

عباسی خلیفہ مستعصم باللہ بغداد میں عباسیوں کا آخری خلیفہ ثابت ہوا۔ اس کے عہد میں فرقہ وارانہ فسادات دن رات کا کھیل بن گئے۔ اس کا وزیر ابن علقمی شیعہ تھا اور وہ در پردہ خلیفہ کا مخالف تھا۔ ابن علقمی سنیوں پر ظلم و ستم کرنے لگا (شیعہ اور سنیوں کی تفصیل بعد میں آئے گی) یہ بات مستعصم باللہ کو ناگوار گذری۔ اس نے اپنے بیٹے ابوبکر اور امیر رکن الدین کو بھیج کر کرخ کا محلہ جو شیعوں کا محلہ

تھا لٹوا دیا۔ ابن علقمی نے اس واقعہ کے بعد عباسی حکومت کو ختم کرنے اور علو
سلطنت قائم کرنے کا ارادہ کرلیا۔

حافظ ذہبی نے 'دول الاسلام' میں۔ سیوطی نے 'تاریخ الخلفاء' میں ابن خلد
اور ابن طقطقی 'الفخری' میں لکھتے ہیں کہ

''ابن علقمی نے عباسی فوج کے کثیر حصے کو مستعصم باللہ کو یہ اطمینان
دلا کر الگ کردیا کہ اس طرح جو روپیہ بچے گا وہ تاتاریوں کی مدافعت میں
کام آئے گا۔ فوج کو الگ کرنے کے بعد اس نے ابن صلاہا والئی اربل
کے ذریعے تاتاریوں کو بغداد پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ کیا۔ عباسی
حکومت کو مسلمانوں کی دینی حکومت کی حیثیت حاصل تھی۔ اس لئے
ہلاکو خان کو خطرہ تھا کہ اس کو چھیڑنے سے کوئی اور خطرہ یا مصیبت نازل
نہ ہو جائے لیکن ابن علقمی کی خوش قسمتی سے اور دنیائے اسلام کی
بدقسمتی سے مشہور شیعہ فلسفی اور عالم ریاضی خواجہ نصیرالدین طوسی کو
ہلاکو کے دربار میں بڑا اثر و رسوخ حاصل تھا اور ہلاکو اس کے مشورے پر
عمل کرتا تھا اس نے ہلاکو کی ہمت بندھائی اور ہلاکو نے بغداد پر حملہ کر
کے اسے تہہ تیغ کردیا۔ لیکن ابھی ابن علقمی کی آتش انتقام ٹھنڈی نہ
ہوئی۔ اس نے ہلاکو سے اپنی جان بخشی کروائی اور مستعصم اور اس کے
ساتھ بغداد کے تمام علماء، فقہا اور مدرسین کو یہ یقین دلا کر ہلاکو کے پاس
لے گیا کہ ان کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ ہلاکو مستعصم باللہ کو اس کے
منصب پر بحال رکھے گا اور اپنی لڑکی کی شادی اس کے بیٹے ابو بکر سے کر
دے گا۔ لیکن جب یہ لوگ ہلاکو کے دربار میں پہنچے تو سب ایک ساتھ

قتل کردیئے گئے۔ مستعصم کو ڈنڈوں سے پیٹ پیٹ کر ختم کر دیا گیا اور اس کی لاش
کو پاؤں تلے مسلا گیا۔ تمام مقتولین میں سے کسی کو گور و کفن تک میسر نہ ہوا۔ یہ
واقعہ ۶۵۶ ہجری میں پیش آیا۔

اسکے بعد تاتاری بغداد میں گھس گئے۔ کئی دن تک قتل عام جاری رکھا۔
آبادی کو ختم کر کے چالیس دن تک بغداد کو نہایت بے دردی سے لوٹتے رہے۔

ابن خلدون کا بیان ہے کہ صرف شاہی محلات سے انہوں نے جس قدر سازو
سامان لوٹا اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ عباسی کتب خانے کی تمام کتابوں کو جو
صدیوں کا سرمایہ تھیں دجلہ میں ڈبو دیا۔ مقتولیں کی تعداد کا اندازہ سولہ لاکھ تھا۔

قطب الدین الحنفی کا بیان ہے۔

ان شائقین علوم و فنون (عباسی خلفاء) نے اس واقع سے پہلے اس قدر علمی
ذخیرہ جمع کیا تھا کہ جس وقت ہلاکو خان نے مدارس کی کتابوں کو دریائے دجلہ میں
پھینکا تو اس سے ایک پل تیار ہو گیا جس کے اوپر سے پیدل سوار آسانی سے گذر سکتے
تھے۔ اور دریا کا پانی بالکل سیاہ ہو گیا تھا۔ (اس زمانہ میں کتابیں بہت بڑی بڑی
دواتوں میں اور قلم دوات سے لکھی جاتی تھیں۔ جن کے گیلا ہونے سے سیاہی
گھل جاتی)۔

اس وقت علمی اعتبار سے مسلمان تمام دنیا میں سب سے آگے تھے۔ یورپ
پر عیسائی پادریوں کی حکومت تھی اور علم حاصل کرنا ایک گناہ کے مترادف تھا۔ مگر
سقوط بغداد سے مسلمانوں کا علمی خزانہ ضائع ہوا اس سے مسلمان بہت دلبرداشتہ ہو
گئے اور علمی لحاظ سے بہت پیچھے چلے گئے۔

مسلمانوں کے چند بڑے بڑے فرقے

(۱)شیعہ (۲)اہل سنت (۳)خوارج

شیعہ

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد انکے قصاص خون کا مطالبہ کیا گیا جس
امیر معاویہؓ نے نمایاں کردار ادا کیا۔ امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کی کشمکش کی وجہ
یہی تھی۔ اس موقعہ پر جن جن لوگوں نے حضرت علیؓ کی حمایت کی وہ شیعان
کہلائے اور جنھوں نے امیر معاویہؓ کی حمایت کی شیعان بنو امیہ کہلائے۔
رفتہ شیعان بنو امیہ تو تقریباً ختم ہو گئے لیکن شیعان علیؓ نے کافی زور پکڑا۔ یہ
حضرت علیؓ کو خلافت کا جائز وارث اور مستحق تسلیم کرتے تھے۔ یہ حضرت ا
حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ ان کا موقف
کہ امامت یا خلافت انتخابی و جمہوری ادارہ نہیں بلکہ ایک امام اپنے جانشین
نامزد کرتا ہے اور خلافت یوں ہی اہل بیت میں منتقل ہونی چاہیے۔ سانحہ کربلا
بعد شیعان علیؓ تین فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔

۱۔ امامیہ ۲۔ زیدیہ ۳۔ کیسانیہ

۱۔ فرقہ امامیہ

امامیہ فرقے کا موقف یہ تھا کہ خلافت صرف حضرت علیؓ کی فاطمی اولاد کا حق
ہے۔ پھر یہ منصب صرف ان میں منتقل ہو جانا چاہیے۔ امامیہ فرقہ کے راہنماؤں کا
سلسلہ گیارہ اماموں تک مسلسل جاری رہا اس لئے یہ لوگ خود کو اثنا عشریہ کہلاتے

ہیں۔

حضرت علیؓ نے حضرت بی بی فاطمہؓ کی زندگی میں اور کوئی شادی نہ کی۔ ان سے ان کے تین بیٹے حضرت امام حسینؓ۔ امام حسنؓ اور محسنؓ پیدا ہوئے محسن بچپن میں فوت ہو گئے اور دو لڑکیاں زینب کبریٰ اور ام کلثوم پیدا ہوئیں۔ اس کے بعد حضرت علی نے جو شادیاں کیں ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔ بحوالہ تاریخ ...دات' از مفتی زین العابدین اور مفتی انتظام اللہ

ام البنین بن حرام' ان میں سے عباس۔ جعفر عبداللہ اور عثمان پیدا ہوئے۔ ان میں سب کے سب حضرت امام حسینؓ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے۔

۔ لیلی بنت مسعود' انہوں نے عبید اللہ اور ابو بکر کو یادگار چھوڑا۔ لیکن ایک روایت کے مطابق یہ دونوں بھی حضرت امام حسینؓ کے ساتھ شہید ہوئے۔

۔ اسماء بنت عمیس' ان سے یحییٰ اور محمد اصغر پیدا ہوئے۔

۔ صہبا یا ام حبیب بنت ربیعہ' ان سے عمر اور رقیہ پیدا ہوئے۔

۔ امامہ بنت ابی العاص' ان سے محمد اوسط پیدا ہوئے۔

۔ خولہ بنت جعفر' محمد بن علی جو محمد بن حنفیہ کے نام سے مشہور ہیں ان ہی کے بطن سے پیدا ہوئے۔

(امام ابو حنیفہ اور تھے یہ ۸۰ ہجری میں عبدالملک بن مروان کے عہد میں پیدا

ہوئے تھے اور ان کا اصلی نام نعمان بن ثابت تھا)

۷۔ ام سعید بن عروہ' ان سے ام الحسن اور رملہ کبریٰ پیدا ہوئیں۔

۸۔ محیاۃ بنت المراء القیس' ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی لیکن

بیں قضا کر گئی۔

متذکرہ بالا بیویوں کے علاوہ متعدد لونڈیاں بھی تھیں ان سے حسب

لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

ام ہانی۔ میمونہ ۔ زینب۔ صغریٰ۔ رملہ صغریٰ۔ ام کلثوم صغریٰ۔

امامہ۔ خدیجہ ام الکرام۔ ام سلمہ۔ ام جعفر۔ جمانہ۔ نفیسہ

غرض حضرت علیؓ کے سترہ لڑکیاں اور چودہ لڑکے تھے ان میں پانچ

نسب جاری رہا۔ ان کے نام یہ ہیں۔

امام حسنؓ۔ امام حسینؓ۔ محمد بن حنیفہ۔ عباس۔ عمر

امامیہ فرقے کے امام اس طرح سے ہیں جو حضرت علیؓ کی فاطمی اولاد

ہیں۔

۱۔ حضرت علیؓ

۲۔ حضرت امام حسنؓ

۳۔ حضرت امام حسینؓ

۴۔ حضرت امام علی زین العابدین بن حسین

۵۔ حضرت امام باقر بن علی بن حسین

۶۔ حضرت امام جعفر صادق بن باقر بن علی بن حسین

۷۔ حضرت امام موسیٰ کاظم بن جعفر بن باقر بن علی بن حسین

۸۔ حضرت امام علی رضا بن موسیٰ بن جعفر بن باقر بن علی بن حسین

۹۔ حضرت امام تقی بن علی رضا بن موسیٰ بن جعفر بن باقر علی بن حسین

۱۰۔ حضرت امام علی نقی بن تقی بن علی رضا بن موسیٰ بن جعفر بن باقر بن علی بن حسین

۱۱۔ حضرت امام حسن عسکری بن علی نقی بن تقی بن علی رضا بن موسیٰ بن جعفر بن باقر بن علی بن حسین

۱۲۔ حضرت امام ابو القاسم محمد مستور بن حسن عسکری بن علی نقی بن تقی بن علی رضا بن موسیٰ بن جعفر بن باقر بن علی بن حسین

ان میں سے پہلے گیارہ امام حضرت علیؓ سے لے کر گیارہویں امام حضرت حسن عسکری اس دنیا میں جاری اللہ تعالیٰ کے عام نظام موت و حیات کے مطابق وفات پا گئے۔ گیارہویں امام حضرت حسن عسکری کی وفات ۲۶۰ ہجری میں ہوئی جسے قریباً ساڑھے گیارہ سو سال گذر چکے ہیں۔ شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ ان کے بیٹے امام ابو القاسم محمد جو تقریباً پانچ سال کی عمر میں مخلوق کی نظر سے مخفی سر من رای کی غار میں مستور ہو گئے اب قیامت تک انہی کی امامت اور حکومت کا زمانہ ہے۔ اور قیامت سے پہلے وہ ظہور کریں گے۔ اور ساری دنیا میں ان کی حکومت ہو گی اور یہی امام مہدی ہوں گے۔

زیدیہ اور کیسانیہ فرقے

ان دونوں گروہوں کا یہ عقیدہ تھا کہ خلافت حضرت علیؓ کی غیر فا
اولاد میں سے بھی جاری رہ سکتی ہے۔ لہٰذا امام محمد بن حنیفہ بھی اس منص
کے جائز حق دار ہو سکتے تھے۔ یہ تینوں گروہ لوگوں کو اپنی اپنی جگہ ہم
بناتے رہے۔ امام محمد بن حنفیہ حضرت علیؓ کی بیوی خولہ بنت جعفر کے
سے تھے۔

اسماعیلیہ فرقہ

حضرت امام جعفر صادق امامیہ فرقے کے چھٹے امام تھے۔ ان کی وفات
بعد امامیہ فرقہ دو گروہوں میں تقسیم ہو گیا۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے
جعفر صادق نے اپنے بیٹے اسماعیل کو اپنا جانشین بنایا لیکن اس سے غیر
فعل سرزد ہوا۔ جس کی بنا پر امام جعفر صادق نے ناراض ہو کر اپنے دوسر
بیٹے امام موسیٰ کاظم کو جانشین نامزد کر دیا اور اسماعیل کی نامزدگی منسوخ
امام اسماعیل کا اپنے والد کی زندگی میں ہی انتقال ہو گیا لیکن ایک جماعت
اسماعیل کو امام مانتی رہی۔ امام جعفر صادق کے بعد انہوں نے یہ موقف
کہ امامت اسماعیل کے بیٹے کو منتقل ہونی چاہیے۔ جو محمد بن اسماعیل
صادق تھے۔ مگر دوسری جماعت نے حضرت موسیٰ کاظم کے بیٹے امام علی رضا
اپنا امام بنا لیا۔

اس طرح اسمٰعیل کو امام بنانے والے اسمٰعیلی کہلائے اور بعد میں
فرقہ بھی دو حصوں میں بٹ گیا۔

۱۔ اسماعیلی ۲۔ داؤدی جو بوہرے بھی کہلائے۔

اسماعیلی فرقے کے عقائد

۱۔ امام کا تقرر کسی انسان کے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ یہ منصب خدا کی طرف سے امام کے بڑے بیٹے کو خود بخود منتقل ہو جاتا ہے۔ گویا امام مامور من اللہ ہے۔ لہٰذا امام جعفر صادق اپنے بڑے بیٹے کی جانشینی منسوخ کرنے کے مجاز نہیں تھے۔ ان کی منسوخی کے باوجود امام اسماعیل کی امامت کا حق بدستور قائم ہے۔

۲۔ امام اسماعیل فوت نہیں ہوئے بلکہ مستور ہو گئے ہیں اور آئندہ بھی ظہور کریں گے۔

۳۔ امام محمد بن اسماعیل آخری اور کامل امام ہیں۔ ان کے بعد سلسلہ امامت منقطع ہو گیا ہے۔

۴۔ امامت کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد ان کے نائب مقرر ہوئے ہیں اور ان نائبین میں امام کی روح حلول کر جاتی ہے۔ اس عقیدے کے قائل شعیان عجم تھے۔ جو مسئلہ تناسخ کے قائل تھے۔

۵۔ مذہبی احکامات کا صرف ظاہری مطلب نہیں لینا چاہئے بلکہ احکام شریعت کے بعد ظاہری مطلب کے ساتھ ایک باطنی مطلب بھی ہوتا ہے اور مفہوم صرف امام وقت ہی کو معلوم ہے اور اس کا مطلب حاصل کرنے کے لئے امام کا پہچاننا ضروری ہے۔

۶۔ اسماعیلی ظاہر و باطن میں بھی ایک فرق دیکھتے ہیں۔ اس لئے وہ باطنیہ

بھی کہلائے۔

فردوس بریں

حسن بن صباح

اسماعیلی فرقہ باطنیہ کے حسن بن صباح نے اسمائیلی عقائد کو خوب پھیلایا۔ حسن بن صباح صاحب تدبیر و فراست جید عالم اور نہایت ذہین اور مکار شخص تھا۔ فاطمی خلفاء نے اسے مشرق میں اپنا داعی اعظم مقرر کیا۔ اس نے اپنی کوشش سے اپنے بہت سے دہشت پسند ساتھیوں کی جماعت فراہم کرلی۔ اس نے اسلامی ممالک پر قبضہ کرنے کے لئے ۱۰۹۰ء میں کوہ البرز (ایران) میں ایک مضبوط قلعہ التموت پر قبضہ جما کر ایک چھوٹی سی ریاست قائم کرلی۔

حسن بن صباح نے داعی الدعاۃ کا لقب اختیار کرلیا۔ اسمائیلی دعوت کو نئے سرے سے منظم کیا اور ہر صوبے میں داعی الکیہ مقرر کیے۔ اس نے داعی اور رفیق کے علاوہ اپنے مریدوں میں ایک درجہ "فدائی" کا بھی قائم کیا۔

حسن بن صباح نے ایک مصنوعی جنت بنائی جس میں دنیا کے ہر خطے سے خوبصورت ترین دوشیزائیں اغوا کر کے لائی جاتیں وہاں اس نے قرآن میں بتائے گئے جنت کے نظاروں کے مطابق خوبصورت محل اور راستے بنائے جن کے اوپر مختلف رنگوں کے پتھر لگائے' تخت بنائے' پھلدار پودے لگائے' کم عمر کے لڑکے جنتیوں کی خدمت کے لئے رکھے۔ حتی کہ سدھائے ہوئے پرندوں کو قرآن مجید کی یہ آیت یاد کرائی گئی۔

السّلام علیکم فادخلوھا خالدین

غرض ہر چیز اس قدر خوبصورت بنائی گئی کہ اس کی خوشنمائی اور دل فریبی انسان کے حوصلے سے زیادہ اور اس کو محو حیرت کر دینے کے لئے کافی ہو۔

جس دن کسی نوجوان فدائی کو بھنگ پلا کر جنت میں داخل کیا جاتا۔ اس دن جنت کا سارا اسٹاف مستعد ہو جاتا۔ تالابوں کو دودھ اور شربت سے بھر دیا جاتا۔ سدھائے ہوئے پرندے درختوں سے پھل توڑ کر جنتی جوڑوں کی گود میں پھینکتے۔ کم عمر کے لڑکے بھاگ بھاگ کر شراب اور کباب پیش کرتے۔ اردگرد کے پہاڑوں پر رات کو بہت تیز آتش بازی چھوڑی جاتی جس کا عکس جب محلات میں لگے ہوئے شیشوں پر پڑتا تو رنگ و نور کا ایک سیلاب معلوم دیتا۔ لوگوں کا تختوں پر تکیوں کے سہارے بیٹھنا اور بے فکری کے تماشے بھی اس موقعہ پر کئے جاتے۔ پھر کچھ دیر کے بعد ان فدائیوں کو جنت سے نکال دیا جاتا۔

نوجوان فدائی حوران جنت کے وصال کے شوق میں امام کے ہر دشمن کو قتل کر دیتے۔ فدائین کی جماعت ایک دہشت پسند جماعت تھی۔ جس کا عام پیشہ لوٹ مار کشت و خون اور قتل و غارتگری تھا۔ حسن بن صباح اور اس کے جانشین اپنے مخالفین کو انہی فدائیوں کے ہاتھوں قتل کرواتے۔ اس طرح عالم اسلام کے ہزاروں بہترین عالم اور صالح بندے اور حکمران قتل ہوئے۔ اسلام اور ملت کو ان سے ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ نظام الملک طوسی بھی ان ہی فدائیوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔ قتل کی ان مسلسل وارداتوں سے تمام مملکت اسلامیہ میں خوف و ہراس پھیل

گیا۔ کیونکہ بھنگ کو عربی میں حشیش کہتے ہیں اس لئے حسن بن صباح کی جماعت حشیشن بھی کہلائی۔

حسن بن صباح ۱۱۲۴ء میں مر گیا لیکن اس کے جانشین ۱۶۰ سال تک التموت اور اس کے نواح میں حکومت کرتے رہے۔ سلجوقی اور عباسی حکمرانوں نے حشیشن کی سرکوبی کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ آخر ۱۲۵۶ء میں ہلاکو خان نے قلعہ التموت کو فتح کر کے ان کا خاتمہ کر دیا۔ تاہم یہ فرقہ آج تک موجود ہے اور پرنس کریم آغا خان اس کے موجودہ امام ہیں۔

قرامطہ فرقہ

قرامطی ابتداء میں اسماعیلی تھے اور ایک امام غائب پر یقین رکھتے تھے۔ فراخ بن عثمان کو داعی مسیح اور روح القدس سمجھتے تھے۔ وہ اماموں کی الوہیت کے قائل تھے اور رحمدان قرمطہ کو امام مہدی کا نائب تصور کر کے اس کا ہر حکم ماننا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ مگر اس کے بعد انہوں نے اسماعیلی عقائد سے بالکل علیحدہ باتیں اپنے مذہب میں شامل کر لیں۔ قرامطی تحریک اشتراکی تحریک سے ملتی جلتی تھی۔ وہ معاش اور معاشرتی مساوات کے حامی تھے۔ انہوں نے چندہ سے مشترکہ سرمایہ جمع کیا۔ جس سے ساری جماعت کی ضروریات پوری کی جاتیں۔ انہوں نے گلڈ کے انداز میں پیشہ وروں کی جماعتی تنظیم قائم کی تھی قرامطیوں نے شرعی احکام میں من مانی تبدیلیاں کیں وہ وحی اور زکوٰۃ کو بے معنی چیزیں سمجھتے تھے۔ نماز ۴ رکعت پڑھتے اور نماز کے بعد قرآن پاک کے بجائے استفتاح پڑھنے کی تلقین کرتے۔ وہ احمد بن محمد بن حنفیہ بن علی بن ابی طالب کو انبیاء میں شمار کرتے۔ ہفتے میں اتوار اور جمعہ کو

مبارک خیال کرتے تھے۔ خانہ کعبہ کے بجائے بیت المقدس کو اپنا قبلہ خیال کرتے۔ نبیذ کو حرام اور شراب کو حلال کہتے تھے۔ (نبیذ صرف انگور کی شراب کا نام ہے۔) مہرگان اور نو روز والے پر جزیہ عائد کرنا ضروری سمجھتے۔ انہوں نے اذان میں یہ الفاظ بڑھادیے۔

اشھد ان محمد بن حنیفۃ الرسول اللہ

قرامطیوں نے جنسی آزادی اور بے راہ روی کا فطری اصول اختیار کیا۔ اس اصول کا نام الفت رکھا۔ ان لوگوں نے اپنے مذہب کا پرچار کوفہ سے شروع کیا۔ یہ لوگ زبردست ملحد، بے دین، غاصب اور بے رحم تھے۔ ان کو دین سے کوئی سروکار نہ تھا۔ یہ ڈاکو تھے اور ان کا کام دولت جمع کرنا اور فتنہ فساد برپا کرنا تھا۔

قرامطیوں کا عروج اور حرم پاک کی بے حرمتی

۲۸۱ ہجری میں اس فرقے کے ایک شخص یحیٰی بن مہدی نے اعلان کیا کہ مہدی موعود کے ظہور کا وقت قریب ہے اور انہوں نے مجھے داعی بنا کر بھیجا ہے اور اس کا ایک پیروکار ابو سعید بن الہرام جو خلیج فارس کے ساحلی گاؤں جنابہ کا باشندہ تھا۔ اس نے یحیٰی بن مہدی کی جگہ قیادت سنبھال لی۔

اس شخص نے اپنی طاقت کو اس قدر بڑھایا کہ ۲۸۷ ہجری میں اس نے زیریں عراق کے اکثر علاقوں پر قبضہ جمالیا اور شاہی افواج کو شکست دے دی۔ ابو سعید جو جنابی بھی کہلاتا ہے۔ اپنے خادم کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے سعید نے قیادت سنبھال لی لیکن اس کے بھائی ابو طاہر سلمان نے جلد ہی اس کو شکست دے کر قیادت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اس نے اس فرقہ کو بڑی تقویت دی۔ اس

نے ایک دارالہجرت بنایا۔

ابو طاہر اور اس کے پیروؤں نے کئی دفعہ حجاج کے قافلوں کی راہ روکی اور ان کا سامان لوٹ کر قتل کر دیا۔ وہ کئی سال تک لوٹ مار اور قتل و غارت گری میں مصروف رہا۔

۳۱۹ ہجری میں ابو طاہر نے نو سو آدمیوں کی جماعت کے ساتھ حج کے دنوں میں مکہ پر حملہ کر دیا۔ بے شمار حاجیوں کا قتل عام کیا' شہر کو لوٹ لیا' خانہ کعبہ کا دروازہ اکھاڑ دیا' غلاف کعبہ پھاڑ کر تار تار کر دیا اور دیوار سے حجرِ اسود اکھیڑ کر چلے گئے۔ حجر اسود ۲۰ سال تک خانہ کعبہ سے غائب رہا۔ حرم کی اس بے حرمتی پر تمام عالم اسلام میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ یہاں تک کہ ۳۳۹ ہجری میں ان کے خوف سے کوئی مسلمان حج پر نہ گیا۔ خود قرامطہ کے رہنما عبداللہ مہدی نے طاہر کو اس مذموم فعل پر برا بھلا کہا اور حکم دیا کہ خانہ کعبہ کی تمام چیزیں واپس کی جائیں۔

انہوں نے ۳۱۹ ہجری میں مکہ پر حملہ کیا ۳۲۰ ہجری میں بصرہ لوٹا۔ ۳۳۹ ہجری میں فاطمی خلیفہ المنصور اور عبداللہ مہدی کے کہنے پر صرف حجرِ اسود واپس کیا۔

بنو عباس میں اتنی قوت نہ تھی کہ وہ اس تحریک کو ختم کر دیتے آخر قرامطہ کے اندر اختلافات پیدا ہو گئے اور وہ آپس میں لڑ لڑ کر خود ہی تباہ ہو گئے۔

خوارج

جنگ صفین میں جب امیر معاویہؓ کی فوج کو حضرت علیؓ کے مقابلے میں شکست نظر آنے لگی تو انہوں نے جنگ ختم کرنے کے لئے نیزوں پر قرآن اٹھا لئے اور ثالث مقرر کرنے کی تجویز پیش کی۔ حضرت علیؓ اس تجویز کے حق میں نہ تھے۔ بلکہ

آپؓ کے حامیوں کی ایک جماعت نے اصرار کر کے اس بات پر رضامند کیا اور جب حضرت علیؓ نے ثالثی کا یہ فیصلہ قبول کر لیا تو ان ہی لوگوں میں سے جو ثالثی قبول کرنے پر اصرار کر رہے تھے ایک گروہ آپؓ کے مخالف ہو گیا۔ انہیں اس بات پر سخت اعتراض تھا کہ خلافت جیسے اہم مسئلے میں قرآن کے فیصلے کے بجائے آدمیوں کو کیوں ثالث مقرر کیا گیا۔ ان کا یہ نعرہ تھا۔ **لاحکم الا اللہ** یعنی خدا کے علاوہ کسی اور کا فیصلہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ انہوں نے علوی فوج سے علیحدگی اختیار کر لی اور شیث بن ربعی کی سرکردگی میں حرورا کے مقام پر خیمہ زن ہو گئے۔ اس گروہ کی تعداد ۱۲ ہزار کے قریب تھی اور یہ لوگ خارجی کہلائے۔

ان کا بھی سب سے زیادہ زور عراق پر تھا۔ بصرہ اور کوفہ کے درمیان البطائح کے علاقے میں ان کے بڑے بڑے اڈے قائم تھے۔ انہوں نے طویل عرصہ تک حکمرانوں سے خون خرابے کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہاں تک کہ عباسی دور میں ان کی قوت کا بالکل خاتمہ ہو گیا۔

انہوں نے حضرت علیؓ سے بھی نہروان کے مقام پر خون ریز جنگ کی مگر شکست کھائی۔ حضرت علیؓ کو شہید بھی ایک خارجی ابن ملجم نے کیا تھا۔

یہ لوگ بہادر اور جانثار تھے۔ فنون و تدابیر جنگ میں بھی غیر معمولی اور حیرت انگیز مہارت رکھتے تھے۔ ان کی قوت عارضی طور پر دب جاتی تھی لیکن ٹوٹتی نہ تھی۔ یہ موقعہ پاتے ہی اٹھ کھڑے ہوتے۔ تاریخ میں ان کے علم و ہنر کے بے شمار واقعات موجود ہیں۔ بعد میں یہ لوگ بھی تقریباً ۲۰ فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ جس میں ازارقہ، نجدیہ، بیلمیہ، اباصیہ اور صفریہ خوارج کے مشہور فرقے ہیں۔

ان کے عقائد مولانا مودودی نے خلافت و ملوکیت میں مندرجہ ذیل بتائے

ہیں۔

۱۔ وہ حضرت عمرؓ و ابو بکرؓ کی خلافت کو درست مانتے تھے۔ مگر حضرت عثمانؓ ان کے نزدیک اپنی خلافت کے آخری زمانہ میں عدل و حق سے منحرف ہو گئے تھے اور قتل یا عزل کے مستحق تھے۔ حضرت علیؓ نے بھی جب غیر اللہ کا حکم مانا تو گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا اور دونوں حَکم یعنی عمرو بن العاص اور حضرت ابو موسیٰ اشعری اور ان کو حکم بنانے والے یعنی حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ گناہ گار تھے۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اور جنگ جمل میں شامل ہونے والے تمام لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین سمیت گناہ عظیم کے مرتکب ہوئے تھے۔

۲۔ یہ گناہ ان کے نزدیک کفر کا ہم معنی تھا اور ہر مرتکب کبیرہ کو (اگر وہ توبہ و رجوع نہ کرے) وہ کافر قرار دیتے تھے۔ اوپر جن بزرگوں کا ذکر ہوا ان کی انہوں نے اعلانیہ تکفیر کی بلکہ ان پر لعنت کرنے اور انہیں گالیاں دینے سے بھی نہ چوکتے تھے۔ علاوہ ازیں عام مسلمانوں کو بھی انہوں نے کافر ٹھہرایا کیونکہ اول تو وہ گناہوں سے پاک نہیں ہیں دوسرے وہ مذکورہ بالا اصحاب کو نہ صرف مومن بلکہ اپنا پیشوا مانتے ہیں اور ان کی روایت کردہ احادیث سے احکام شریعت ثابت کرتے ہیں۔

۳۔ خلافت کے بارے میں ان کی رائے یہ تھی کہ وہ صرف مسلمانوں کے آزادانہ انتخاب سے ہی منعقد ہو سکتا ہے۔

۴۔ وہ یہ بات نہیں مانتے تھے کہ خلیفہ کا قریشی ہونا ضروری ہے۔ ■ کہتے تھے کہ قریشی یا غیر قریشی جس صالح آدمی کو بھی مسلمان منتخب کریں وہ جائز خلیفہ

ہوگا۔

۵۔ ان کا خیال تھا کہ خلیفہ جب تک عدل اور اصلاح کے طریقے پر قائم رہے اس کی اطاعت واجب ہے۔ مگر جب وہ اس طریقے سے ہٹ جائے تو پھر اس سے لڑنا اور اس کو معزول کرنا یا قتل کرنا واجب ہے۔

۶۔ قانون اسلام کے بنیادی ماخذ میں سے وہ قرآن کو تو مانتے تھے مگر حدیث اور اجماع دونوں کے معاملے میں ان کا مسلک عام مسلمانوں سے مختلف تھا۔

مرجبہ فرقہ

شیعوں اور خارجیوں کے علاوہ ایک تیسرا گروہ بھی پیدا ہو گیا۔ ان کے خیالات پہلے دونوں گروہوں کے بالکل متضاد تھے۔ اس گروہ کو مرجبہ کہتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ اور امیر معاویہؓ کے ساتھ حضرت علیؓ کی جنگ جمل اور جنگ صفین کی صورتوں میں جو لڑائیاں ہوئیں ان میں جس طرح کچھ لوگ حضرت علیؓ کے پرجوش حامی تھے اسی طرح کچھ لوگ مخالف تھے اس طرح ایک طبقہ ایسا تھا جو بالکل غیر جانبدار تھا۔ یہ لوگ یا تو خانہ جنگی کو فتنہ سمجھ کر بالکل الگ ہو گئے تھے یا اس کشمکش میں تھے کہ دونوں فریقوں میں سے حق پر کون ہے۔ یہ لوگ سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کا آپس میں لڑائی اور خونریزی ایک بڑی برائی ہے۔ مگر وہ لڑنے والوں کو برا نہ کہتے تھے اور ان کا فیصلہ خدا پر چھوڑتے تھے۔

اس حد تک تو ان لوگوں کے خیالات عام مسلمانوں سے مختلف نہ تھے۔ لیکن جب شیعوں اور خارجیوں نے اپنے نظریات کی بنا پر کفر و ایمان کے سوال اٹھائے تو غیر جانبدار طبقے نے بھی اپنے حق میں مستقل مذہبی نظریات بنا لئے۔ جو کچھ اس

طرح تھے۔ بحوالہ خلافت و ملوکیت' اور تاریخ ملت' از مفتی زین العابدین اور مف
انتظام اللہ۔

۱۔ ایمان صرف خدا اور رسول کی معرفت کا نام ہے۔ عمل اس کی حقیقت میں
شامل نہیں ہے۔ اس لئے ترک فرائض اور ارتکاب کبائر کے باوجود ایک
شخص مومن رہتا ہے۔

۲۔ نجات کا دارومدار صرف ایمان پر ہے۔ کوئی گناہ ایمان کو نقصان نہیں
سکتا۔ آدمی کی مغفرت کے لئے بس یہ کافی ہے کہ وہ شرک سے اجتنا
کرے۔ اور توحید کے طریقے پر مرے۔

۳۔ بعض مرجبہ نے اس انداز فکر کو آگے بڑھا کر یہ قول اختیار کیا کہ شرک
سے کم تر جو بڑے سے بڑے افعال بھی کیے جائیں وہ لا محالہ بخشے جائیں گے
بعض لوگ تو اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ گئے اور کہنے لگے کہ آدمی ا
دل میں ایمان رکھتا ہو اور وہ دارالاسلام میں بھی جہاں کسی کا خوف نہیں زبان سے
کفر کا اعلان کرے یا بت پوجے یا یہودیت یا نصرانیت میں داخل ہو جائے۔ پھر
وہ کامل ایمان والا۔ اللہ کا ولی اور جنتی ہے۔ ان خیالات سے گناہ اور ظلم و ستم
بڑی ہمت افزائی ہوئی۔

معتزلہ فرقہ

اس فرقہ کا بانی ایک عجمی واصل بن عطا تھا۔ جو عالم دین خواجہ حس
بصری کا شاگرد تھا۔ ایک روز خواجہ حسن بصری بصرہ کی جامع مسجد میں ا
شاگردوں کے ساتھ اس مسئلے پر بحث کر رہے تھے کہ کوئی مسلمان گناہ کبیر

ارتکاب کرنے کے بعد مسلمان کہلانے کا مستحق ہے یا نہیں۔ واصل بن عطا نے اس مسئلے پر اپنے استاد سے اختلاف کیا اس کا خیال تھا کہ وہ نہ مسلمان ہے نہ کافر۔ وہ اپنے ہم خیال طالب علموں کو لے کر مسجد کے دوسرے کونے میں جا بیٹھا۔ اس پر خواجہ حسن بصری نے اس کے بارے میں فرمایا **اعتزل عنا** یعنی وہ ہم سے الگ ہو گیا۔ اس وجہ سے اس فرقے کو معتزلہ کہا جانے لگا۔ یہ لوگ اپنے آپ کو اہل العدل والتوحید کے نام سے پکارتے تھے۔

معتزلہ کے عقائد

واصل بن عطا اور اس کے ساتھیوں پر یونانی فلسفے کا بہت اثر تھا۔ انہوں نے ایک فرقے کی صورت اختیار کر کے اپنے عقائد کی تبلیغ شروع کر دی۔ ان کے عقائد حسب ذیل تھے۔

۱۔ معتزلہ عقل کی برتری کے قائل تھے وہ ہر چیز کو عقل کے معیار پر پرکھتے تھے اور جو بھی اسلامی تعلیم انہیں عقل سے بعید نظر آتی ہے وہ اس کی عقلی توضیحات کر لیتے۔ اس وجہ سے مغربی مفکرین انہیں عقل پرست کہتے تھے۔

۲۔ خدا کا وجود اس کے صفات سے الگ نہیں ہے اور خدا کا اس طرح کا کوئی وجود نہیں ہے کہ جسے آنکھوں سے دیکھا جا سکے اور جو رسول خدا نے فرمایا تھا کہ ایک دن تم اپنے خدا کو اس طرح پاؤ گے جس طرح تم نے غزوہ بدر میں ماہ کامل کو دیکھا۔ اس کے متعلق وہ کہتے تھے کہ موت کے بعد انسان اپنی روحانی آنکھ یعنی عقل و شعور سے محسوس کرے گا۔

۳۔ قرآن مخلوق ہے یا قرآن پاک کا مفہوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر

نازل ہوتا تھا۔ الفاظ کا جامہ انہوں نے خود پہنایا گویا قرآن کو خدا نے نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنایا۔ اس طرح وہ یہ ثابت کرتے تھے کہ مخلوق فنا ہونے والی چیز ہے اس لئے قرآن بھی فنا ہونے والا ہے۔ جو لوگ قرآن کو غیر مخلوق اور صفات الٰہی کو قائم بالذات سمجھتے تھے معتزلہ ان کو مشرک اور گمراہ سمجھتے تھے۔

۴۔ ان کا یہ عقیدہ بھی تھا کہ انسانی افعال سے متعلقہ قوانین ماحول کی تبدیلی کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔

۵۔ معتزلہ تقدیر کے قائل نہ تھے ان کا یہ عقیدہ تھا کہ انسان اپنے تمام افعال میں خود مختار ہے۔ اس وجہ سے اسے نیک کاموں کی جزا اور برے کاموں کی سزا ملے گی۔ وہ تقدیر کے تصور کو اللہ تعالیٰ کی صفت عدل کے منافی خیال کرتے تھے اور اپنے فرقے کو اہل التوحید والعدل کہتے ہیں۔

۶۔ ان کے عقائد میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عقیدہ بھی شامل تھا۔ وہ اپنے عقائد کی اشاعت کو اپنا فرض اولین سمجھتے تھے۔

۷۔ معتزلہ قیامت کے دن مردوں کے جی اٹھنے کے بھی قائل نہ تھے۔ ان کے نزدیک قیامت کے تمام مفہوم مادی اجسام سے نہیں بلکہ روحانی احساسات سے وابستہ تھے۔ اور جزا اور سزا بھی روحانی احساسات سے وابستہ تھی۔

معتزلہ کا عروج

ان لوگوں کو عباسی عہد میں کافی عروج نصیب ہوا۔ عباسی خلیفہ منصور نے ان کے عقائد کو قبول کرلیا اور واصل بن عطا اور عمرو بن عبید کو اپنے دربار میں اہم عہدے

دیئے۔ معتزلہ کی بھرپور سرپرستی اور اشاعت مامون الرشید کے عہد میں ہوئی۔ اس نے اپنے دربار میں مناظروں کا اہتمام کروایا۔ بادشاہ کی روش کو دیکھ کر عوام اور علمائے دین نے صدائے احتجاج بلند کی اور ان کو ملحد اور بدعتی کہنا شروع کر دیا۔

مامون نے اس مخالفت کو دبانے کے لئے طاقت استعمال کی اور عوام کو مجبور کیا کہ قرآن کو مخلوق تسلیم کریں۔ جن علماء نے اس بات سے انکار کیا ان میں امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح بھی شامل تھے۔

مامون کے بعد اس کے جانشین معتصم باللہ نے امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح کو بغداد لانے کا حکم دیا۔ محمد بن نوح تو راستے ہی میں وفات پا گئے۔ امام احمد بن حنبل کو مناظرے کے ذریعے قائل کرنے کی کوشش کی مگر جب وہ قائل نہ ہوئے تو کوڑوں کی سزا دی اور دیگر اذیتیں پہنچائیں اسکے باوجود وہ اپنے عقیدے پر قائم رہے۔ معتصم کے بعد واثق باللہ نے معتزلہ کی حمایت میں لوگوں پر بہت ظلم کیا۔ اس نے امام احمد بن حنبل کو قید میں ڈالے رکھا۔ ایک اہل حدیث بزرگ احمد بن نصر کا سر اپنے ہاتھ سے قلم کیا اور جب قیصر روم کے ساتھ جنگی قیدیوں کا تبادلہ ہوا تو واثق نے حکم دیا کہ جو جنگی قیدی قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار کر لے اسے آزاد کر دیا جائے۔

واثق باللہ کے بعد اس کے بھائی متوکل علی اللہ نے معتزلہ عقائد قبول نہ کئے اس نے شافعی عقائد قبول کئے۔ اور علمائے اہل حدیث کی قدر افزائی کی۔ امام احمد بن حنبل کی خوب قدر و منزلت کی۔

اشاعرہ فرقہ

یہ فرقہ چوتھی صدی ہجری کے آغاز میں معتزلہ کے رد عمل کے طور پر وجود میں آیا۔ اس کے بانی کا نام ابوالحسن اشعری تھا۔ ابوالحسن جب معتزلہ کی مخالفت میں سرگرم ہو گئے تو بہت سے لوگ ان کے معتقد ہو گئے معتزلہ اور اشاعرہ آپس میں سخت مخالف تھے اور اس مخالفت کی وجہ سے قتل و غارت بھی ہوئی۔

ان کے عقائد حسب ذیل تھے۔

۱۔ ایمان کا رکن اصلی عقیدہ قلبی ہے اور گفتار و کردار اس اصول کے فروع ہیں۔ جو شخص دل سے دین کا معتقد ہے۔ وہ مومن ہے اگرچہ کردار اور گفتار سے اس پر عمل نہ کرے۔

۲۔ ذات واجب الوجود کے ساتھ صفات ازلیہ وابستہ ہیں۔

۳۔ حسن و قبیح عقلی کا کوئی وجود نہیں۔ ہماری عقل احکام شرع میں تصرف کی اہلیت نہیں رکھتی۔

۴۔ خدا قیامت کے روز ہر چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھے گا۔

۵۔ قرآن معجزات بالذات ہے۔ اس جیسا کلام پیش کرنا بشر کے لئے ناممکن ہے۔

۶۔ امامت کا تقرر امت کے اختیار میں ہے۔

۷۔ ایمان و طاعت توفیق ایزدی کا کرشمہ ہے اور کفر و معصیت خذلان الٰہی کا نتیجہ ہے۔ توفیق کا مطلب ہے طاعت پر خلق قدرت سے اور خذلان سے مراد معصیت پر خلق قدرت ہے۔

امام ابوالحسن اشعری کے بعد قاضی ابوبکر محمد بن الطیف باقلانی اور ابو اسحاق

ابراہیم بن الاسقرائنی نے اپنی گرانقدر تصنیف کے ذریعے اشعری مسلک کو پھیلایا۔

اما غزالی نے علم الکلام جو اشاعرہ کا مخصوص فلسفیانہ طرز استدلال تھا میں نمایاں تبدیلی کر کے اشعری مکتب فکر کو ایک واضح صورت دی اور اس طرح اسے اہل سنت کا ایک مخصوص مسلک بنادیا۔

امام غزالی نے احیا العلوم' اور الاعتقاد فی الاعتقاد' جیسی مشہور کتابیں لکھ کر اس مسلک کی تبلیغ کی۔ امام غزالی کے بعد امام فخرالدین رازی نے اس مسلک کو فروغ دیا اور مصر شام اور عراق کا عام مسلک ہو گیا۔ آپ نے مباحث مشرقیہ'۔ مطالب عالیہ'۔ اربعین فی اصول الدین' اور اساس التقدیس' میں عقائد کے مسائل پر عقلی بحثیں کیں اور ان میں اہل سنت کے عام عقائد کو لکھا۔

اس عقیدے کو کافی فروغ حاصل ہوا صرف حنابلہ اس کے سخت مخالف تھے۔

اہل سنت فرقہ

جب یہ طرح طرح کے فرقے بن رہے تھے تب مسلمانوں میں ایک گروہ ایسا تھا جو شیعہ۔ خوارج اور معتزلہ و مرجیہ کے انتہائی عقائد کے متوازن مسلم معاشرے کو انتشار سے بچانا چاہتا تھا۔

امام ابو حنیفہؒ پہلے شخص ہیں جنہوں نے الفقہ الاکبر' لکھ کر ان مذہبی فرقوں کے مقابلے میں عقیدہ اہل سنت والجماعت کو ثبت کیا۔

خلفائے راشدین کے بارے میں ان کا خیال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے بعد افضل الناس ابو بکر صدیقؓ پھر عمرؓ بن خطاب پھر حضرت عثمانؓ
پھر حضرت علیؓ بن ابی طالب ہیں۔ یہ سب حق پر ہیں اور حق پر رہے۔

صحابہ کرامؓ کے بارے میں ان کی رائے ہے کہ ہم صحابہؓ کا ذکر بھلائی کے
اور کسی طرح نہیں کرتے۔

گناہ اور کفر کا فرق وہ اس طرح واضح کرتے ہیں کہ بندہ اس وقت تک خارج
از ایمان نہیں ہوتا جب تک وہ اس چیز سے انکار نہ کرے جس کے اقرار نے ا
داخل از ایمان کیا تھا۔ یعنی کلمہ طیبہ کا دل اور زبان سے اقرار۔

اس عقیدے کی وضاحت میں مولانا مودودی نے اپنی خلافت و ملوکیت
خوارج اور امام حنیفہ کے مناظرے کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں (صفحہ ۲۳۴ پر)

خارجیوں کی ایک بڑی جماعت امام ابو حنیفہؒ کے پاس آئی اور کہا کہ مسجد
دروازے پر دو جنازے ہیں ایک شرابی کا اور ایک ایسی عورت کا ہے جو زنا
حاملہ ہوئی اور شرم کے مارے خود کشی کر کے مر گئی۔ امام نے پوچھا یہ دونوں
ملت سے تھے؟ کیا یہودی تھے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ کیا عیسائی تھے؟ کہا نہیں کیا
مجوسی تھے؟ وہ بولے نہیں۔ امام نے کہا آخر وہ کس ملت سے تھے۔ انہوں نے
جواب دیا اسی ملت سے جو کلمۂ اسلام کی شہادت دیتی ہے۔ امام نے کہا بتاؤ یہ ایمان
کا تہائی حصہ ہے، چوتھائی ہے یا پانچواں؟ وہ بولے ایمان کا تہائی چوتھائی نہیں ہے۔
امام نے کہا اس کلمے کی شہادت کو آخر تم ایمان کا کتنا حصہ مانتے ہو۔ وہ بولے پورا
ایمان۔ اس پر امام نے فوراً کہا جب تم خود انہیں مومن کہہ رہے ہو تو مجھ سے کیا
پوچھتے ہو؟ وہ کہنے لگے ہم پوچھتے ہیں وہ دوزخی ہیں یا جنتی؟ امام نے کہا اچھا تم
پوچھنا ہی چاہتے ہو تو میں ان کے بارے میں وہی کہتا ہوں جو اللہ کے نبی ابراہیم

علیہ السلام نے ان سے بدتر گناہ گاروں کے متعلق کہا تھا کہ "خدایا جو میری پیروی کرے وہ میرا ہے اور جو نافرمانی کرے تو آپ غفور و رحیم ہیں۔" (سورہ ابراہیم آیت نمبر۳۶) اور جو اللہ کے ایک اور نبی عیسیٰ نے ان سے بھی بڑے گناہ گاروں کے متعلق کہا تھا کہ "اگر آپ انہیں عذاب دیں تو آپ کے بندے ہیں۔ معاف فرما دیں تو آپ زبردست اور دانا ہیں۔" (سورہ المائدہ آیت نمبر۱۱۸) اور اللہ کے ایک تیسرے نبی نوحؑ نے کہا تھا کہ "ان لوگوں کا حساب لینا تو میرے رب کا کام ہے کاش تم سمجھو اور میں مومنوں کو دھتکارنے والا نہیں ہوں (سورہ الشعراء آیت نمبر ۱۱۳۔۱۱۴)

اس جواب کو سن کر ان خارجیوں کو اپنی غلطی کا اعتراف کرنا پڑا۔

اہل سنت والجماعت ابتدائی اسلامی معاشرے پر پورا اعتماد رکھتی ہے۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کیا تھا۔ تمام خلفائے راشدین کو تسلیم کرتی ہے۔ شریعت کے اس پورے علم کو بھی قبول کرتی ہے۔ جو صحابہ کرام کے ذریعے سے بعد کی نسلوں کو ملا ہے۔

امام ابو حنیفہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے شریعت کے علم کو مدون کیا ان کے بعد ان کے شاگردوں نے دین کی بڑی خدمت کی۔ جن میں امام ابو یوسف بہت مشہور ہیں۔

اس عقیدے کے تحت گناہ بری چیز ہے۔ اور ہر گناہ کی شرعی سزا ملنی چاہئے۔ لیکن جب تک کوئی انسان دین اسلام پر قائم ہے ہم اس کو کافر یا دوزخی ہونے کا فتویٰ نہیں دے سکتے۔ یہ فیصلہ کرنا اللہ کا کام ہے۔

تصوف

اہل سنت میں ایک گروہ صوفیا کا ہے۔ صوفی کے لغوی معنی بتاتے ہوئے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ صوفی کو صوفی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ صوف کا لباس پہنتے تھے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ صوفی اصحاب صفہ سے محبت کرتا ہے۔ یہ وہ چبوترہ تھا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ۷۲ کے قریب اصحابہؓ علم کی تحصیل میں مصروف رہتے تھے۔ یہاں سے انہیں تبلیغ دین کے لئے بھیجا جاتا تھا۔ صوفی کے دل میں صرف خوف خدا ہوتا ہے اور مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام ذکریا انصاری شرح الرسالتہ القشریہ' میں لکھتے ہیں کہ تصوف ایک علم ہے جس سے نفوس کی پاکی۔ اخلاق کی صفائی اور ظاہر و باطن کی آبادی اور آراستگی کے احوال معلوم ہوتے ہیں۔ اور اس کا مقصد ابدی سعادت کا حصول ہے۔

> "تصوف ہر بلند اخلاق میں داخل ہونے اور ہر پست اخلاق سے خارج ہونے کا نام ہے۔"

سہیل بن عطا کہتے ہیں۔

> "جو شخص اپنے آپ کو آداب شریعت کا پابند کر دیتا ہے اور اللہ اس کے قلب کو نور معرفت سے روشن کر دیتا ہے اور حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے اشرف کوئی مقام نہیں۔ اطاعت یا متابعت آپؐ کے اوامر' افعال اور اخلاق سب ہیں۔"

شیخ عبد القادر جیلانیؒ فرماتے ہیں۔

"جو شخص جتنی زیادہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے وہ اتنا ہی بڑا ولی ہے۔ پہلے علم حاصل کرنا چاہیئے۔ جو شخص علم حاصل کرنے سے پہلے گوشہ نشینی میں عبادت الٰہی کرنے لگتا ہے۔ وہ اپنی ناواقفیت اور جہالت کی بنا پر کام بگاڑ بھی سکتا ہے۔ لہٰذا عبادت الٰہی میں مصروف ہونے سے پہلے ضروری ہے کہ شریعت کا علم حاصل کیا جائے۔ جو شخص علم حاصل کرتا ہے اور عمل بھی کرتا ہے اس کا علم بڑھتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو دل کی دولت سے مالا مال کرتا ہے۔"

شیخ علی ہجویریؒ (داتا صاحب) اپنی کتاب کشف المحجوب میں فرماتے ہیں۔

"عبادت اس لئے کرنی چاہئے کہ اس سے ہمارے اندر نیکی پیدا ہو۔ جس عبادت سے نیکی پیدا نہ ہو اس عبادت کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔"

"ہر کام نیک نیتی سے کرنا چاہیئے۔"

"جب انسان نیک ہو جاتا ہے تو اس کا ہر کام نیکی بن جاتا ہے۔"

"جس شخص کے دل میں اللہ کی محبت ہوتی ہے وہ اللہ کے بندوں سے بھی محبت کرتا ہے۔"

علامہ اقبال تصوف کے بارے میں کہتے ہیں کہ انسان کے سینے میں جو دل ہے وہ محض گوشت کا لوتھڑا نہیں ہے بلکہ جب انسان کا دل صاف ہوتا ہے اور اس میں اللہ کی محبت ہوتی ہے تو بے شک اس کا خاکی جسم عرش پر نہیں جا سکتا مگر دل عرش پر

ہوتا ہے۔ اور عرش پر کیا ہے؟ نور الٰہی ہے۔ اس طرح اولیاء کے دل بھی اللہ کے نور سے معمور ہوتے ہیں۔

عرش معلّٰی سے کم سینہ آدم نہیں
گرچہ کف خاک کی حد ہے سپہر کبود
صدق خلیل بھی ہے عشق صبر حسین بھی ہے عشق
معرکہ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

شیخ علی ہجویریؒ اپنی کتاب کشف المحجوب میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اہل طریقت کے امام تھے۔ آپؓ کے دل میں عقیدہ توحید اور اللہ کی رضا کے سوا کچھ نہ تھا۔ جب حضورؐ کی وفات ہوئی تو تمام اصحابہ اس قدر دل شکستہ ہو رہے تھے کہ حضرت عمرؓ تلوار کھینچ کر فرما رہے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ پیغمبرؐ وفات پا چکے ہیں تو میں اس کا سر کاٹ دوں گا۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے اور با آواز بلند فرمایا۔ "خبردار لوگو! جو شخص محمدؐ کی عبادت کرتا ہے پس بلاشبہ آنحضرتؐ وفات پا گئے۔" اور جو شخص محمدؐ کے رب کی عبادت کرتا ہے تو وہ زندہ ہیں اور کبھی نہیں مریں گے۔ پھر قرآن کی یہ آیت تلاوت کی۔

"محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ آپؐ سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں۔ پس کیا وہ مرجائیں یا قتل کیے جائیں تو تم دین سے پھر جاؤ گے۔"

اور حضرت ابو بکرؓ کی اللہ کی راہ میں سخاوت کا یہ عالم تھا۔ کہ غزوہ تبوک میں گھر کا سارا اثاثہ حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اور جب حضورؐ نے دریافت کیا کہ بال بچوں کے لئے کیا چھوڑا؟ تو عرض کی۔

"اللہ اور اس کا رسول"

ایک صوفی کا جذبہ عشق الٰہی ہی اس کے عرفان کا باعث ہوتا ہے۔ تصوف کے امام اس طرح سے ہیں۔

۱۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ

آپؓ کامل جود و سخا اور صدق و وفا کے پیکر تھے۔ آپؓ سے بے شمار کرامتیں ظہور میں آئیں۔

۲۔ سیدنا عمر فاروقؓ

آپؓ فراست و اصابت کے شہنشاہ تھے۔ آپؓ سے بے شمار کرامتیں ظہور میں آئیں ہیں۔ بڑے محدث اور حق کے بے باک ترجمان تھے۔

۳۔ حضرت عثمان غنیؓ

آپؓ در حیا، تسلیم و رضا اور صدق و صفا کی سچی علامت ہیں۔ آپؓ کے بے شمار مناقب و فضائل ہیں۔

۴۔ سیدنا حضرت علیؓ

آپؓ اولیا، صوفیا کے پیشوا اور طریقت میں بہت بلند رتبہ رکھتے ہیں اور حقیقت و معرفت کے تمام اصول کا سرچشمہ ہیں۔

آئمہ اہل بیت

ان میں حضرت امام حسنؓ، امام حسینؓ، امام زین العابدین، امام باقر، امام جعفر

صادق خاص طور پر علوم ظاہری و باطنی میں دستگاہ رکھتے ہیں اور ان سے بہت سی کرامتیں عالم وجود میں آئیں۔

اہل صفہ

اصحاب صفہ جن کی بود و باش مسجد نبوی میں تھی ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ یہ حضورؐ کے پسندیدہ اصحاب تھے۔ ان میں مسجد نبوی کے مؤذن حضرت بلالؓ۔ حضرت سلمان فارسیؓ۔ ابو عبیدہ بن جراحؓ۔ عمار بن یاسرؓ۔ عبداللہ بن مسعودؓ۔ مقداد بن الاسودؓ۔ حباب بن حارثؓ۔ صہیب بن سنانؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ ان سے عجیب و غریب کرامتیں مشہور ہیں۔ حضورؐ نے ان کو اور ان کی متابعت کرنے والوں کو جنت میں اپنا رفیق فرمایا۔

تابعین

جنہوں نے اصحابؓ رسولؐ سے تعلیم پائی انہیں تابعین کہتے ہیں۔

(i) حضرت اویس قرنی جنہوں نے حضورؐ کا عہد تو پایا مگر دربار رسالت میں اپنی ناتوان والدہ کی خدمت کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے۔ آپ معرفت میں بڑی دستگاہ رکھتے تھے۔

(ii) حرم بن حیان

(iii) خواجہ حسن بصری

تبع تابعین

تبع تابعین نے تابعین سے تعلیم پائی۔ اس طرح آج تک صوفیاء کا سلسلہ چلا

رہا۔ برصغیر میں ان کے مندرجہ ذیل بڑے بڑے سلسلے ہیں۔

۵۳۳ ہجری میں خواجہ معین الدین چشتیؒ سے سلسلہ چشتیہ

۱۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ ۲۔ باب فرید گنج شکرؒ ۳۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ ۴۔ مخدوم علاؤالدین صابرؒ ۵۔ شیخ نظام الدین اولیاءؒ ۶۔ نصیرالدین محمد چراغ دہلویؒ ۷۔ سید محمد گیسودرازؒ ۸۔ سید مخدوم علی ہجویری داتا گنج بخشؒ ۹۔ سلطان سخی سرورؒ

سلسلہ سہروردیہ

۱۔ بہاؤالدین ذکریاؒ ۲۔ مخدوم جہاں نیاں جہاں گشتؒ ۳۔ شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانیؒ ۴۔ شیخ جلال الدین تبریزیؒ ۵۔ حضرت بوعلی قلندرؒ ۶۔ لعل شہباز قلندرؒ ۷۔ سید محمد غوث گیلانی قادریؒ ۸۔ شیخ صدرالدین عارفؒ ۹۔ منگھو پیرؒ ۱۰۔ شاہ شمس سبزواریؒ ۱۱۔ شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ ۱۲۔ قطب جمال دین ہانسویؒ ۱۳۔ قطب العالم شیخ عبدالجلیلؒ

سلسلہ قادریہ

اس کے بانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ہیں۔ اس سلسلے میں بھی بہت سے بزرگ آئے۔

اسی طرح سلسلہ نقشبندیہ ہے۔ اس سلسلے میں بہت سے صوفی آئے۔

یہ تمام بزرگان دین ایسے تھے کہ یہ پہلے تو حصول علم کے لئے بہت سے اسلامی ممالک میں گئے اور پھر تبلیغ کے لئے دارالکفر میں آئے انہوں نے اپنی تعلیمات

اور کردار کے ذریعے برصغیر کے لاکھوں لوگوں کو مسلمان کیا۔

یہ لوگ شریعت کے پابند تھے لیکن اس کے لئے ضروری تھا کہ حکومت وقت بھی ان اولیاء کا اس نیک کام میں ہاتھ بٹاتی۔ لیکن جب حکومت ہی کفرو شرک کی علمبردار ہو جائے تو پھر ایسے ملک کا اللہ ہی حافظ ہوتا ہے۔

مغل بادشاہ اکبر کے دور میں شرک کو سرکاری سرپرستی حاصل ہو گئی۔ اکبر نے ایک نیا دین ایجاد کیا اور اس کا نام دین الٰہی رکھا اور اِس کا کلمہ **لا الہ الا اللہ اکبر خلیفتہ اللہ** تھا اور کہا جاتا بادشاہ ظل للہ۔ مہدی صاحب زمان۔ امام عدل اور مجتہد العصر ہے۔

بادشاہ کے سامنے تعظیمی سجدہ اور زمین بوسی کرنی پڑتی اس نے مشرک عورتوں سے شادیاں کر کے اسلام میں بہت سے بدعتیں داخل کر دیں۔ تمام ہندووانہ تہوار باقائدہ دربار میں منائے جاتے۔

اس کے بعد جہانگیر کا دور آیا جو اپنے عدل کی وجہ سے مشہور تھا لیکن اس نے بھی سجدہ تعظیم کو جاری رکھا۔ شیخ احمد سرہندی" جنہیں مجدد الف ثانی کہتے ہیں اور انہوں نے ہندوستان سے اکبر بادشاہ کی رائج کی ہوئی بدعات کو دور کرنے میں بڑی جدوجہد کی تھی۔ ان کو جہانگیر کے آگے سجدہ تعظیم نہ کرنے پر پابند سلاسل کر دیا گیا۔ علامہ اقبال مجدد الف ثانی کے متعلق کہتے ہیں

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمئی احرار

■ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

اورنگ زیب عالمگیر نے اپنی کتاب "فتاویٰ عالمگیری" کے ذریعے بدعات کے خاتمے کے لئے بڑی کوشش کی لیکن اس کے بعد مغلوں نے دین کو پھر پس پشت ڈال دیا۔ اور پھر یہ حال ہو گیا۔ بقول اقبال

آئی یہ صدا سلسلہ نقر ہوا بند
ہیں اہل نظر کشور پنجاب سے بیزار
قم باذن اللہ کہہ سکتے تھے جو رخصت ہوئے
خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن

برصغیر کے لوگوں نے ان اولیاء کے لئے اپنی اندھی عقیدت دکھائی اور ان کی تعلیمات پر عمل کرنے کے بجائے ان کی قبروں پر نہایت عالی شان مزار بنا دیئے عرس کرنے اور چادریں چڑھانی شروع کر دیں۔ اور تصوف کا صرف نام رہ گیا' حقیقت نہ رہی۔ جب کہ صحابہ کرام اور سلف صالحین رحمتہ اللہ کے زمانہ میں نام نہ تھا' حقیقت تھی۔ خاص کر گروہ صحابہ تو تمام کے تمام اپنے عمل و کردار میں صوفی تھے۔ جب کہ آج کے صوفیوں نے نہ تو خود ان جیسا علم حاصل کیا اور نہ ہی امت کے لئے ایثار کیا بلکہ مزاروں کی خلافت انہیں میراث میں ملی ہے۔

میراث میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کا نشیمن
ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

تبلیغی جماعت

بیسویں صدی عیسوی میں تصوف ہی کے طریقے کی ایک جماعت ابھری جسے تبلیغی جماعت کہتے ہیں۔ اس جماعت کے لوگ خود لوگوں کے پاس جاتے اور انہیں دین کے بنیادی عقائد اور عبادات کی طرف راغب کرتے ہیں۔ اس جماعت کے پیرو کار دنیا میں لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔ دین کے احساس اور تربیت کے لئے لوگ دن ماہ اور سال مقرر کرتے ہیں۔ ہر سال اِن کا اجتماع لاہور کے قریب رائے ونڈ میں ہوتا ہے۔

دیوبندی اور بریلوی

یہ دونوں فرقے اہل سنت کے ہیں اور دونوں ہی امام ابو حنیفہ کے پیرو ہیں۔ دیوبندی فرقہ کے لوگ قرآن و سنت اور امام ابو حنیفہ کے فقہ کے مطابق عقائد رکھتے ہیں۔ تصوف میں یہ دونوں فرقے اولیاء اللہ کے چاروں سلسلوں قادری، چشتی، سہروردی اور نقشبندی میں بیعت کرتے کراتے ہیں۔ صحابہ و تابعین کی عظمت کے قائل ہیں۔ لیکن چند امور میں دونوں میں اختلاف ہیں۔

بریلوی فرقہ

بریلوی مکتب فکر کے پیروکاروں کے مجدد جناب احمد رضا بریلوی ہیں۔ ہندوستان کے صوبے اتر پردیش کے شہر بریلی میں پیدا ہوئے تھے۔ بریلوی عقائد کے مطابق

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے

حضور کو سراجا "منیرا (روشن چراغ) کہا ہے۔

- آپؐ عالم الغیب تھے۔ آپؐ دلوں کا بھید جانتے تھے۔

۱- آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور مختار کل ہیں۔ ایک ہی وقت میں کئی جگہ موجود ہیں۔

- اولیاء کرام اپنی قبروں میں حیات ابدی کے ساتھ زندہ ہیں اور یہ پاک جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہوتی ہیں تو عالم بالا سے مل جاتی ہیں اور سب کچھ ایسا دیکھتی ہیں سنتی ہیں جیسے یہاں حاضر ہیں۔

(بہار شریعت از امجد علی صفحہ نمبر ۱۸-۱۹)

فتاویٰ نعیمیہ اقتدار بن احمد یار بریلوی صفحہ ۲۲۵ میں لکھتے ہیں۔

"اللہ کے ولی مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوتے ہیں ان کے ارواح صرف ایک آن کے لئے خروج کرتی ہیں اور پھر اسی طرح جسم میں ہوتی ہیں جس طرح پہلے تھیں۔"

"فتاویہ رضوی" جلد نمبر ۴ میں احمد رضا بریلوی لکھتے ہیں۔

"اولیا بعد الوصال زندہ اور ان کے تصرفات و کرامات پائندہ ہیں اور ان کے فیض بدستور جاری ہیں اور ہم غلاموں' خادموں' مجنووں' معتقدوں کے ساتھ وہی امداد و اعانت کرتے ہیں۔ اور اولیاء اللہ کی موت مثل خواب کے ہے۔"

احکام قبور مومنین رسائل رضویہ میں ہے کہ

"انبیاء و شہدا اور اولیاء اپنے ابدان معہ اکفان کے زندہ ہیں۔"

جناب احمد رضا بریلوی کہتے ہیں۔

"قبوں (مزار پر گنبد) وغیرہ کی تعمیر اس لئے ضروری ہے تا کہ مزارات طیبہ عام قبور سے ممتاز رہیں۔ اور عوام کی نظر میں ہیبت و عظمت پیدا ہو۔ چادریں ڈالنا اور شمعیں جلانا بھی جائز ہے۔ تا کہ عوام جس مزار پر کپڑے اور عمامے رکھے دیکھیں مزار ولی جان کر اس کی تحقیر سے باز رہیں تا کہ زیارت کرنے والے غافلوں کے دل میں خشوع و ادب آئے اور مزارات کے پاس اولیائے کرام کی روحیں حاضر ہوتی ہیں۔"

اس کے علاوہ یہ لوگ اولیاء اللہ کے مزاروں پر عرس کرنا اور ان کے سے دعائیں مانگنا جائز سمجھتے ہیں۔ محفل میلاد میں بریلوی حضرات سلام پڑھتے ہوئے کھڑے ہو جاتے ہیں ان کا عقیدہ ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و خود اسمیں حاضر ہوتے ہیں۔

کسی عزیز کی وفات کے بعد قل۔ چالیسویں اور ایصال ثواب کے لئے قرآن کے قائل ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے نام گیارہویں کا بھی دلواتے ہیں۔

جمعرات کے روز مومنوں کی روحیں اپنے گھروں میں آتی ہیں اور دیکھتی کہ اس کے عزیزوں نے اس کی طرف سے صدقہ کیا ہے یا نہیں۔

فتاوی رضویہ جلد ۴ صفحہ نمبر ۲۱۷ میں ہے کہ

"جس نے **لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ** یہ ساری دعا لکھ کر میت

ن میں رکھ دی وہ قبر کی تنگیوں سے محفوظ رہے گا اور منکر و نکیر اس کے پاس نہیں
ں گے۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں لکھتے ہیں عہد نامہ جس شخص کے کفن پر
ا جائے اللہ اس کے تمام گناہ معاف کر دے گا۔ یا محمدؐ یا علیؑ کہنا جائز ہے۔
نکہ نیک روحیں عالم برزخ میں آوازیں سنتی ہیں۔"

اس فرقے پر تحریک خلافت کے وقت جہاد کے خلاف فتویٰ دینے کا بھی الزام
کیونکہ ان کا کہنا تھا کہ ترکی کے خلیفہ قریشی نہیں ہیں اس لئے ہمارا ان کے لئے
کرنا جائز نہیں۔

وہابی تحریک

یہ تحریک اٹھارویں صدی عیسوی میں شروع ہوئی۔ اس تحریک کا بانی محمد بن عبدالوہاب تھا۔ انہوں نے دس برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا پھر اپنے والد سے فقہ حنبلی کی کتابیں پڑھیں پھر حجاز چلے گئے اور حج ادا کرنے کے بعد علماء سے حاصل کیا۔

حجاز کے بعد وہ مدینہ اور پھر بصرہ چلے گئے اور لوگوں میں امر بالمعروف اور عن المنکر کی تبلیغ شروع کر دی۔ وہ لوگوں کے مذہبی عقائد میں خرابیوں کے خلاف تقریریں کرتے۔ غیر اللہ کے آگے جھکنے۔ قبروں اور ولیوں سے مدد مانگنے' بزرگان دین کے وسیلے سے مرادیں مانگنے اور قبروں کی زیارت سے لوگوں کو منع کرتے تھے۔ اس طرح اکثر لوگ انؒ کے خلاف ہو گئے اور انہیں بصرہ سے نکال دیا گیا۔ انہیں اپنے خیالات کی وجہ سے بہت زیادہ سختیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن آپ بدعات کے اڈوں کا خاتمہ کرنے کا فیصلہ کر لیا اور زید بن خطابؓ کے مزار کا قبہ شہید کر دیا۔ جس کی وجہ سے آپ کو یہاں سے نکلنا پڑا۔ یہاں سے نکل کر محمد بن عبدالوہاب درعیہ میں پہنچے اور اپنے شاگرد احمد بن سویلم کے پاس ٹھہرے۔ یہاں آپ کی ملاقات امیر محمد بن سعود سے ہوئی جس نے محمد بن عبدالوہاب کے ہاتھ بیعت کی ان کے عقیدے کا اقرار کیا اور اس کے بعد محمد بن عبدالوہاب کو بہت کامیابی ہوئی۔ آپ نے نجد کے سرداروں میں بھی اپنے خیالات کی تبلیغ کی۔

حاکم ریاض جو وہابیوں۔ پر بڑی سختی کرتا تھا اس نے محمد بن عبدالوہاب سے جنگ کا حکم دیا۔ محمد بن سعود اور اس کے ساتھی بیس تیس سال تک حاکم ریاض

سے جھڑپیں کرتے رہے اور آخر کار امیر عبدالعزیز بن سعود کا ریاض پر قبضہ ہو گیا۔
میر عبدالعزیز بن سعود اور ان کی اولاد نے وہابیت کو ہی اپنا عقیدہ قرار دیا اور اس
کے پھیلانے میں عوام پر ظلم بھی کیے۔

خاندان ابن سعود کے بر سراقتدار آنے کے بعد عرب کا سرکاری مذہب یہی
قائد ہیں۔ محمد بن عبدالوہاب نے کافی تصانیف لکھیں جن میں کتاب التوحید'۔
تاب الشبہات'۔ شروط الصلوٰۃ'۔ اصول الایمان'۔ کتاب الکبائر'۔ نصیحتہ
سلمین' اور الہدی النبوی' بہت مشہور ہیں۔

قادیانیت

اس کے بانی قادیان کے رہنے والے مرزا غلام احمد قادیانی ہیں ۱۸۸۰ء تک یہ
م اسلامیہ کے بڑے ماہر سمجھے جاتے تھے۔ غیر مذہب سے خصوصاً" آریہ سماج
ے مناظرے کرتے۔ اردو' عربی اور فارسی میں کتابیں لکھیں۔ لیکن اچانک راہ
ست سے بھٹک گئے اور انہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر دیا اور اپنے
ائد مسلمانوں سے بالکل فرق کر لئے ہندوستان میں قادیان اور پاکستان میں ربوہ
ا کے مراکز ہیں۔ انہوں نے انگریزوں سے بڑی وفاداری کی اور جہاد کے خلاف
، شمار کتابیں لکھ کر ساری دنیا میں بھیجیں۔ اس جماعت کے خلاف ختم نبوت کی
یک مسلسل چلتی رہی اور آخر کار ۱۹۷۶ء میں ان کو اقلیت قرار دے دیا گیا۔

مقام صحابہ

صلی اللہ علیہ وسلم

صحابہ کرام سے مراد وہ بلند مرتبہ اور عالی قدر لوگ ہیں جن کو حضورؐ کی زندگی میں حالت ایمان میں رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار اور صحبت کا شرف نصیب ہوا۔

یہ وہ لوگ ہیں جن کو آپؐ کی محبت اور وحدانیت کے اقرار کے بدلے میں کفار نے کوڑے مارے گرم ریت اور دہکتے انگاروں پر لٹایا۔

ایک ہزار دنوں تک شعب ابی طالب میں بھوکا پیاسا رکھا۔ حتیٰ کہ بیوی بچوں ماں باپ اور بہن بھائی کو چھوڑ کر اس زمانے میں جب ذرائع آمد و رفت آج کی طرح نہ تھے۔ نہایت برے حالات میں حبشہ جیسے دور دراز ملک کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا۔ اور پھر بعد میں ان پر اتنے ظلم و ستم کئے کہ ان کو دوسری دفعہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنا گھر بار چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی۔

یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بے شمار جگہ اظہار خوشنودی فرمایا اور رضی اللہ عنہم کہا۔

ان عاشقان رسول کے متعلق اللہ تعالیٰ سورہ فتح کی آیت نمبر ۲۹ میں فرماتا ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ
رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُونَ فَضْلًا
مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ
السُّجُوْدِ ۚ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ

كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (فتح ۲۹)

ترجمہ : "محمدؐ خدا کے پیغمبر ہیں۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل (اے دیکھنے والے) تو ان کو دیکھتا ہے کہ (خدا کے آگے) جھکے ہوئے سر بسجود ہیں اور خدا کا فضل اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں (کثرت) سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں۔ ان کے یہی اوصاف تورات میں (مرقوم) ہیں اور یہی اوصاف انجیل میں ہیں۔ (وہ) گویا ایک کھیتی ہیں جس نے (پہلے زمین سے) اپنی سوئی نکالی۔ پھر اس کو مضبوط کیا پھر موٹی ہوئی اور پھر اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہو گئی اور لگی کھیتی والوں کو خوش کرنے تاکہ کافروں کا جی جلائے۔ جو لوگ ان میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے خدا نے گناہوں کی بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔"

سورہ فتح آیت نمبر ۱۰ میں ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (الفتح ۱۰)

ترجمہ : "جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں۔ وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ پھر جو عہد کو توڑے تو عہد کو توڑنے کا نقصان اسی کو ہے جو اس بات کو جس کا اس نے خدا سے عہد کیا ہے پورا کرے تو وہ اسے عنقریب اجر عظیم دے گا۔"

سورہ الحشر آیت نمبر۸ میں ہے۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ○ (حشر۸)

ترجمہ : "ان مفلسان تارک الوطن کے لئے بھی جو اپنے گھروں اور مالوں سے خارج (اور جدا) کردیئے گئے ہیں (اور) خدا کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلبگار اور خدا اور اس کے پیغمبر کے مددگار ہیں۔ یہی لوگ سچے (ایماندار) ہیں۔"

سورہ الحجرات آیت نمبر۹ اور ۱۰ میں ہے۔

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ⑨ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ (حجرات ۱۰)

ترجمہ : "اور مومنوں میں سے دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو۔ اور اگر ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے

والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع لائے۔ پس جب وہ رجوع لائے تو دونوں فریق میں مساوات کے ساتھ صلح کرا دو۔ اور انصاف سے کام لو کہ خدا انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

"مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو اور خدا سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔"

مقام افسوس

صحابہ کرام کے متعلق قرآن پاک میں واضح بشارتوں کے باوجود بعض منافقین اور قرآن ناشناس علمائے سُوء نے ان عظیم ہستیوں کے مقام کو گرانا چاہا اور دین میں رخنہ اندازیاں شروع کر دیں۔ جس کے نتیجے میں تاریخ میں اسلام کے نام پر کئی سیاہ دھبے لگے اور اسلام کی طاقت کمزور ہونے لگی۔ کچھ لوگ صحابہ کرام کو برا بھلا بھی کہنے لگے اور سینکڑوں سال پرانے واقعات کو بنیاد بنا کر آج بھی ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے ہیں۔ جب کہ ان مختلف فرقوں میں پیدا ہونے والے بچوں کا سینکڑوں برس پرانی دشمنیوں سے کوئی تعلق نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام آیت نمبر ۹۵ میں فرمایا ہے۔

"اور جیسا ہم نے تم کو پہلی دفعہ پیدا کیا تھا آج ہی اکیلے اکیلے ہمارے پاس آئے۔"

اور اللہ تعالیٰ سورہ سبا آیت نمبر ۲۵ میں فرماتا ہے۔

قُلْ لَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۲۵

ترجمہ: "کہہ دو کہ نہ ہمارے گناہوں کی تم سے پرسش ہوگی اور نہ تمہارے

اعمال کی ہم سے پرسش ہو گی۔"

کسی کے مرنے کے بعد اس کو برا بھلا کہنا اور سب و شتم کرنا شریعت تو درکنار انسانی اخلاق کے بھی خلاف ہے۔ اور خاص طور پر دینی اجتماعات میں خطبات کو اس گندگی سے آلودہ کرنا تو دین و اخلاق کے لحاظ سے سخت گھناؤنا فعل ہے۔

حضرت عکرمہؓ بن ابوجہل اسلام قبول کرنے سے قبل اپنے ماں باپ کی طرح اسلام کے بدترین دشمنوں میں سے تھے۔ عکرمہ نے ۸ ہجری میں اسلام قبول کیا اور کلمۂ شہادت پڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بخشش کی دعا کی درخواست کی پھر اس کے بعد سچے اور نیک مسلمانوں کی صف میں شامل ہو گئے ان کے اسلام لانے کے بعد کچھ مسلمانوں نے یہ کہہ دیا تھا کہ یہ اللہ کے دشمن کا بیٹا ہے اس پر آپؐ نے انہیں روکا اور فرمایا مُردوں کو برا بھلا کہہ کر زندوں کو تکلیف نہ دو۔

قرآن کریم میں سورہ الانعام کی آیت نمبر۱۰۹ میں ہے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ (انعام ۱۰۹)

ترجمہ : " اور جن لوگوں کو یہ مشرک خدا کے سوا پکارتے ہیں ان کو برا نہ کہنا کہ یہ بھی کہیں خدا کو بے ادبی سے بے سمجھے برا (نہ) کہہ بیٹھیں۔"

یعنی اسلامی آداب زندگی میں یہ ہدایت بھی دی گئی ہے کہ اہل ایمان تبلیغ کے

جوش میں اتنے بے قابو نہ ہو جائیں کہ بحث و تکرار میں بڑھتے بڑھتے مخالفین کے عقائد اور نظریات پر سخت حملے کرنے لگیں کیونکہ یہ چیز ان کو حق کے قریب لانے کے بجائے اور دور پھینک دے گی۔

اللہ تعالیٰ سورہ الحجرات آیت نمبر ۱۲ میں فرماتا ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ‎(حجرات ۱۲)

ترجمہ: "اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں۔"

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں۔ رسول پاکؐ نے فرمایا "کہ اپنے آپ کو بدگمانیوں سے بچاؤ اس لئے کے بدگمانی سے جو بات کی جائے وہ سب سے زیادہ جھوٹی ہوتی ہے اور دوسروں کے معاملات میں معلومات نہ حاصل کرتے پھرو اور ٹوہ میں نہ لگے رہو اور نہ آپس میں تکرار کرو اور نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو اور نہ ایک دوسرے کی کاٹ میں رہو اور اللہ کے بندے بنو اور آپس میں بھائی بھائی بن کر زندگی گذارو۔"

اللہ تعالیٰ سورہ الانعام آیت نمبر ۱۶۰ میں فرماتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ○ (انعام ۱۶۰)

ترجمہ: "جن لوگوں نے دین میں فرقہ بندی کی اور کئی فرقوں میں بٹ گئے تیرا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔"

اور اللہ تعالیٰ سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۰۵ میں فرماتا ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ○
(آل عمران ۱۰۵)

ترجمہ: " اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو متفرق ہو گئے اور احکام بین آنے کے بعد ایک دوسرے سے (خلاف و) اختلاف کرنے لگے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو (قیامت کے دن) بڑا عذاب ہو گا۔"

انبیاء علیہ اسلام کے بعد کوئی انسان ایسا نہیں ہے جس سے زندگی میں کوئی غلطی سرزد نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات مبارکہ بڑی غفور الرحیم ہے۔ ایک انسان جس کی ساری زندگی اعمال صالح میں گذری ہو اور اس سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی ہو تو ہم اسے صالحین کی صف سے خارج نہیں کر سکتے۔ اور ایک انسان جس کی ساری زندگی برے اعمال سے بھری ہو اگر ایک آدھ نیکی کرے تو اسے صالحین کی صف میں شامل نہیں کر سکتے۔ صحابہ کرامؓ کا مقدس گروہ ایسا گروہ تھا جو تمام کے تمام صالح اور متقی لوگ تھے۔ ان پاک لوگوں کی پاکیزگی کی گواہی خود اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں دیتا ہے۔

یہ مقدس لوگ امت مسلمہ اور حضورؐ کے درمیان وسیلہ بنے اور ان ہی کی وجہ سے قرآن اور حدیث کا علم ہم تک پہنچا۔ ان لوگوں نے اپنی جانوں کی قربانی دے کر آپؐ کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچا دیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپؐ کی ذات سے ماں باپ اور بیوی بچوں سے بھی زیادہ محبت کی۔ یہ وہ لوگ تھے جو آپؐ کے وضو کے استعمال شدہ پانی کو بھی ضائع نہیں ہونے دیتے تھے۔ بلکہ

اپنے چہروں اور سینوں پر ملتے تھے۔ آپ کے جسم اطہر سے علیحدہ ہونے والے ناخنوں اور پرانے ملبوسات کی اپنی جان سے زیادہ حفاظت کرتے تھے۔ ان کا مقام پہچاننے کے لئے تو صرف قرآنی آیات ہی کافی ہیں۔

جب ان لوگوں سے اللہ راضی ہو گیا اور انہیں جنت کی بشارت دی تو ہم عام گنہگار لوگ کون ہوتے ہیں جو ان بابرکت ہستیوں پر کسی قسم کے شک کی نگاہ ڈالیں۔

ان لوگوں سے اگر کوئی غلطی ہوئی تو بدنیتی کی وجہ سے نہ ہوئی۔ انہوں نے شرعی اجتہاد کیا۔ ان لوگوں نے اپنے آپ کو سزاؤں کے لئے پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ سے استغفار کی۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (توبہ ۱۱۷)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے نبیؐ اور ان مہاجرین کی توبہ قبول فرمائی جنہوں نے تنگی کے وقت میں نبیؐ کی پیروی کی بعد اس کے قریب تھا کہ ان میں سے ایک فریق کے دل کج ہو جائیں پھر اللہ نے ان کو معاف کر دیا۔ بلاشبہ وہ ان پر مہربان رحمت کرنے والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا کہ تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی۔ نبیؐ کے ساتھ مل کر جہاد کرنے والے اہل ایمان کو اعلیٰ خوبیوں کے مالک

اور جنتی بتایا۔

سورہ تحریم کی آیت نمبر۸ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

"مومنو خدا کے آگے صاف دل سے توبہ کرو امید ہے کہ وہ تمہارے گناہ تم سے دور کر دے گا۔ اور تم کو باغہائے بہشت میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں داخل کرے گا۔ اس دن پیغمبرؐ کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہیں کرے گا۔ بلکہ ان کا نور (ایمان) ان کے آگے اور داہنی طرف (روشنی کرتا ہوا) چل رہا ہوگا اور خدا سے التجا کریں گے کہ اے پروردگار ہمارا نور ہمارے لئے پورا کر اور ہمیں معاف فرما۔ بے شک خدا ہر چیز پر قادر ہے۔"

تاریخ ابن کثیر البدایہ والنہایہ، اور صحیح بخاری اور الرحیق المختوم سیرت نبی میں ہے۔

جب حضورؐ نے فتح مکہ کو روانہ ہونے کے لئے لشکر کی تیاری شروع کی تو اس مہم کو خفیہ رکھنا چاہا۔ ادھر حاطبؓ بن ابی بلتعہ نے ایک رقعہ لکھ کر اطلاع دے بھیجی کہ رسولؐ اللہ حملہ کرنے والے ہیں انہوں نے یہ رقعہ ایک عورت کے ہاتھ بھیجا جس کو اس کا معاوضہ دینا مقرر کیا۔ وہ عورت اپنے سر کی چوٹی میں یہ رقعہ چھپا کر روانہ ہوئی۔ حضورؐ کو وحی کے ذریعے حاطب کی اس حرکت کی اطلاع ہو گئی۔ چنانچہ آپ نے حضرت علیؓ۔ حضرت مقدادؓ۔ حضرت زبیرؓ اور حضرت ابو مرثد غنویؓ کو بھیجا کہ روضہ خاخ پہنچو اور اونٹ پر کجاوہ میں ایک عورت ملے گی جس کے پاس قریش کے نام ایک رقعہ ہوگا۔

یہ حضرات تیزی سے پیچھا کرتے ہوئے وہاں پہنچے اور عورت کو پکڑ لیا۔ پہلے تو اس نے انکار کیا مگر پھر حضرت علیؓ کے ڈانٹنے پر چوٹی کھول کر خط نکالا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطبؓ کو بلا کر پوچھا یہ کیا ہے۔ اس نے کہا رسول اللہؐ میرے خلاف جلدی نہ فرمائیں۔ خدا کی قسم اللہ اور اس کے رسولؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر میرا ایمان ہے میں نہ تو مرتد ہوا ہوں اور نہ ہی مجھ میں تبدیلی آئی ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ میں خود قریش کا آدمی نہیں مگر ان میں چپکا ہوا تھا۔ میرے اہل و عیال اور بچے وہیں ہیں۔ لیکن قریش سے میری رشتہ داری نہیں ہے جو ان کی حفاظت کریں گے۔ اس لئے میں نے سوچا ان پر ایک احسان کر دوں تاکہ اس کے عوض وہ میرے اہل و عیال کی حفاظت کریں۔ اس کے برخلاف دوسرے لوگ جو آپؐ کے ساتھ ہیں ان کے قرابت دار ہیں جو ان کی حفاظت کریں گے۔

اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا "اے اللہ کے رسولؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اجازت دے دیں میں اس کی گردن اڑا دوں۔ یہ منافق ہو گیا ہے اس نے اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کی ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ دیکھو یہ جنگ بدر میں حاضر ہو چکا ہے۔ تمہیں کیا پتہ؟ ہو سکتا ہے اللہ نے اہل بدر کو دیکھ کر کہا ہو کہ تم لوگ جو چاہو کرو۔ میں نے تمہیں بخش دیا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور انہوں نے کہا اللہ اور رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔

سورہ توبہ کی آیت نمبر ۱۰۰ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے پہلے) ایمان لائے مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکوکاروں

کے ساتھ ان کی پیروی کی۔ خدا ان سے خوش ہوا اور وہ خدا سے خوش ہیں اور اس نے ان کے لئے باغات تیار کیئے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ اور وہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔"

یہ اس کتاب کی گواہی ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ جس میں اللہ تعالیٰ خود پکار پکار کر کہتا ہے کہ تم اس پر تعقل کیوں نہیں کرتے۔ تفکر کیوں نہیں کرتے۔ تدبر کیوں نہیں کرتے۔ قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے۔ کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟

بخاری شریف میں رفاع بن رافع سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے ایک دن جبرائیل علیہ اسلام نبیؐ کے پاس آئے اور انہوں نے پوچھا آپؐ اہل بدر کو اپنے گروہ میں کیا سمجھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ "سب مسلمانوں سے افضل یا کوئی ایسا ہی کلمہ فرمایا۔ حضرت جبرائیل نے فرمایا جس قدر فرشتے بدر میں شریک ہوئے تھے ان کو بھی ہم اس طرح اپنے گروہ میں افضل سمجھتے ہیں۔

مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں ۔کہ کوئی ولی کسی صحابی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔ اویس قرنی اپنی تمام تر بلندی و شان کے باوجود چوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف نہ ہو سکے تھے اس لئے ادنیٰ صحابی کے مرتبے کو نہ پہنچ سکے۔ کسی نے امام عبداللہ بن مبارک سے دریافت کیا کہ حضرت معاویہؓ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیز تو امام عبداللہ نے فرمایا کہ حضورؐ کی ہمراہی میں حضرت معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں غبار (دھول) داخل ہوا' وہ بھی عمر بن عبدالعزیز سے کئی گنا بہتر ہے۔

یعنی صحابہ کرامؓ کو آپؐ کی مصاحبت اور رفاقت کا جو شرف حاصل ہوا

پوری امت کے اعمال حسنہ بھی مل کر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

ذرا تصور کیجئے آج جسے خواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جائے وہ اپنے کو دنیا کا خوش نصیب ترین انسان سمجھتا ہے۔ اس کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ دل و دماغ سب منور ہو جاتے ہیں۔ دل محبوب کے در پر جانے کے لئے دن رات تڑپتا رہتا ہے تو کیا مقام ہو گا ان پاکیزہ ہستیوں کا جو حضورؐ کے ایک ارشاد پر اللہ کی راہ کے لئے اپنے گھر کا سارا سامان لے آئے۔ کیا مقابلہ ہے اس ایک سیر جو کا جو اس وقت اللہ کی راہ میں دیا گیا اور حضورؐ کی بارگاہ میں انہیں شرف قبولیت ہوا۔ پہاڑ برابر سونا کی خیرات بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ کیا مقام ہو گا اس شخص کا جو حضورؐ کی آغوش تربیت میں جوان ہوا اور آپؐ کی دامادی کا شرف حاصل ہوا۔ کیا مقام ہو گا ان ام المومنین کا جن کو حضورؐ کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا۔

یہ سب لوگ مدرسہ نبوّت کے طالب علم تھے جن کی تعلیم و تربیت کی نگرانی وحی آسمانی کر رہی تھی اور جب ان کی تعلیم و تربیت کا ہر پہلو سے امتحان ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے رضی اللہ عنہم کی ڈگری عطا فرمائی۔

لیکن بڑے افسوس کا مقام ہے کہ اس وقت جب کہ کفار و مشرکین چاک و چوبند ہو چکے ہیں اور متحد ہو کر عالم اسلام کی طاقت کو برباد کرنے کے درپہ ہیں۔ مسلمان باہمی تفرقہ بازیوں میں پڑے ہیں۔ ایمان و تقویٰ کی کمی ہے اور جھگڑ رہے ہیں چند تاریخی واقعات کی بنا پر تحقیر کر رہے ہیں۔ معزز و مقدس صحابہ کرام کی جب کہ ان تمام واقعات کے رونما ہونے میں منافقین کا ہاتھ تھا اور صحابہ کرام کی نیت نیک تھی۔

شرح عقیدہ واسطیہ' میں ہے

۱۔ حضرت عثمان غنیؓ پر جو الزامات لگائے گئے تھے ان میں جس چیز کا خلاف شرع ہونا ان کو ثابت ہو گیا' اس سے توبہ کا اعلان کھلے طور پر فرمایا۔

۲۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بصرہ کے سفر پر جہاں جنگ جمل کا واقعہ پیش آیا۔ ندامت کا اظہار فرمایا۔ جب وہ اس واقعے کو یاد کرتی تھیں تو اتنا روتی تھیں کہ ان کا دوپٹہ تر ہو جاتا تھا۔

۳۔ حضرت طلحہؓ اپنے اس قصور پر ندامت کا اظہار فرماتے تھے کہ ان سے حضرت عثمانؓ کی مدد کرنے میں کوتاہی ہوئی۔

۴۔ حضرت زبیرؓ نے اپنے اس سفر پر ندامت کا اظہار کیا جس میں جنگ جمل کا حادثہ پیش آیا۔

۵۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے (اس جنگ جمل میں حق پر ہونے کے باوجود) بہت سے پیش آنے والے واقعات پر ندامت کا اظہار فرمایا۔

منہاج السنہ' صفحہ ۶۱ جلد نمبر ۳ میں ہے کہ

حضرت علیؓ کا یہ واقعہ حضرت اسحاق بن راہویہ نے اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ جنگ جمل اور جنگ صفین کے موقعہ پر آپؓ نے ایک شخص کو سنا کہ وہ مخالف لشکر والوں کے حق میں غلو آمیز باتیں کہہ رہا ہے تو آپؓ نے فرمایا ان کے بارے میں بھلائی کے سوا کچھ نہ کہہ' ان لوگوں نے سمجھا ہے کہ ہم نے ان کے خلاف بغاوت کی ہے۔ اس لئے ہم ان سے قتال کر رہے ہیں۔

نیز ایک دفعہ حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ جنگ جمل اور جنگ صفین میں قتل

ہونے والوں کا انجام کیا ہو گا؟ حضرت علیؓ نے دونوں فریقوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"ان میں جو شخص بھی صفائی قلب کے ساتھ مرا ہو گا وہ جنت میں جائے گا۔"

اور جنگ صفین کے دوران راتوں میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ اچھا مقام وہ تھا جو عبداللہؓ بن عمرؓ اور سعدؓ بن مالک نے اختیار کیا کہ اس جنگ سے علیحدہ رہے۔ کیونکہ یہ کام اگر انہوں نے صحیح کیا تب تو ان کے اجر عظیم میں کیا شبہ ہے اور اگر جنگ سے علیحدہ رہنا کوئی گناہ بھی تھا تو اس کا معاملہ بہت ہلکا ہے۔ حضرت حسنؓ کو مخاطب ہو کر فرمایا کرتے تھے۔

"اے حسن! اے حسن! تیرے باپ کو یہ گمان کبھی نہ تھا کہ معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا' تیرے باپ کی یہ تمنا ہے کہ کاش وہ اس واقعہ سے بیس سال پہلے فوت ہو گیا ہوتا۔"

اور جنگ صفین سے واپسی کے بعد لوگوں سے فرماتے تھے کہ امارت معاویہؓ کو بھی برا نہ سمجھو کیونکہ وہ جس وقت نہ ہوں گے تو تم سروں کو گردنوں سے اڑتے ہوئے دیکھو گے۔

سنن بیہقی طبع دائرۃ المعارف دکن' جلد نمبر ۸ صفحہ ۱۷۲ میں ہے اور اسی سنن بیہقی میں حضرت ربعی بن خراش کی روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔

"مجھے امید ہے کہ قیامت کے روز میں اور طلحہؓ و زبیرؓ ان لوگوں میں

سے ہوں گے۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جنت میں ان کے دلوں کی کدورت نکال دیں گے۔"

البدایہ والنہایہ' جلد نمبر ۷ صفحہ نمبر ۱۲۹ ابن حضرت معاویہؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر فرمایا۔

"علیؓ مجھ سے بہتر ہیں اور مجھ سے افضل ہیں اور میرا اور ان کا اختلاف صرف عثمانؓ کے قصاص کے مسئلے پر ہے اور اگر وہ خون عثمانؓ کا قصاص لے لیں تو اہل شام میں' ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے والا سب سے پہلے میں ہوں گا۔

اور جب حضرت معاویہؓ کے پاس حضرت علیؓ کی شہادت کی خبر پہنچی تو وہ رونے لگے تو ان کی اہلیہ نے پوچھا کہ زندگی میں آپ ان سے لڑتے رہے اور اب روتے ہیں؟

حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ تم نہیں جانتی' ان کی وفات سے کیسا فقہ اور کیسا علم اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

تاریخ تاج العروس' کی جلد نمبر ۷ اور صفحہ نمبر ۲۰۸ میں ہے کہ جب قیصر روم نے مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر ان پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا تو حضرت معاویہؓ کو اس کی اطلاع ہو گئی تو انہوں نے قیصر روم کو ایک خط لکھا۔

"اگر تم نے اپنا ارادہ پورا کرنے کی ٹھان لی ہے تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں حضرت علیؓ کے ساتھ صلح کر لوں گا پھر تمہارے خلاف ان کا جو لشکر روانہ ہو گا اس کے ہراول دستے میں شامل ہو کر قسطنطنیہ کو جلا ہوا

کوئلہ بنادوں گا اور تمہاری حکومت کو گاجر مولی کی طرح اکھاڑ دوں گا۔"

تاریخ اسلام کے بیش بہا نگینے

جن صحابہ کرام کے تاریخی کردار پر نکتہ چینی کی جاتی ہے ان میں سے چیدہ چیدہ صحابہ کرام کے تاریخ میں مقام پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ حضورؐ کی بہت پیاری بیوی تھیں۔ آپؓ کا مقام سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے دیکھا جائے کہ قرآن نے امہات المومنین کو کیا مقام دیا ہے۔ سورہ احزاب کی آیت نمبر ۶ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ کِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِکُمْ (احزاب ۶)

ترجمہ : "پیغمبر مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں اور پیغمبر کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔"

سورہ نور کی آیت نمبر ۲۶ کا ترجمہ ہے۔

ترجمہ : "خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے۔ پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے۔ ان کا دامن پاک ہے ان باتوں سے جو بتانے

والے بتاتے ہیں۔ ان کے لئے مغفرت ہے اور رزق کریم ہے۔"

اور حضورؐ سے زیادہ پاکیزہ اور برگزیدہ شخص کون ہو سکتا ہے اور پھر انؐ کی ازواج کے مقام میں تو کسی شک کی گنجائش ہی نہیں۔

سورہ احزاب آیت نمبر۳۲ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

"نبیؐ کی بیویو تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔"

اور قرآن پاک میں جگہ جگہ پیغمبر کی بیویو کہہ کر خطاب کیا اور ان کی زندگی کو مومن عورت کے لئے مثال بنایا اور عورتوں کے سلسلے میں مختلف احکامات ان کو مخاطب ہو کر دئے۔ ان کو آخرت میں بھی حضورؐ کی بیویاں ہونے کی خوشخبری سنائی۔ رحمت اللعالمینؐ کے گھر کے خادم بھی اپنے اعمال صالحہ کی وجہ سے تاریخ کے درخشندہ ستارے بنے اور ام المومنین تو اس گھر کی ملکہ تھیں۔ حضورؐ کے خادم مندرجہ ذیل اصحابؓ تھے۔

حضرت انسؓ بن مالک

یہ حضورؐ کے خادم خاص تھے۔ یہ دس سال تک حضور کی خدمت میں رہے۔ ان سے ۱۲۸۶ احادیث مروی ہیں۔

حضرت عبداللہؓ بن مسعود

حضورؐ کی مسواکیں اور عصاء مبارک ان کی تحویل میں تھا۔ یہ عصاء لے کر آپؐ کے آگے چلتے تھے۔ ان سے ۸۴۸ احادیث مروی ہیں۔

حضرت بلال حبشیؓ

یہ عشق رسول کے بہت بلند مقام پر فائز تھے۔ حضورؐ کے موذن اور آپؐ کے اخراجات کے مہتمم تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ انہیں یا سیدنا یعنی ہمارے سردار کہہ کر پکارتے تھے۔

حضرت اسقحؓ بن شریک

آپؐ کی سواری کے نگران تھے۔

حضرت عقبہؓ بن عامر

حضورؐ کے خچر کی دیکھ بھال کرتے تھے۔

حضرت خولہ امت اللہ بنت زرینہ اور حضرت سلمیٰؓ اس گھر کی خادمائیں تھیں۔

جب ان خادموں کی ذات سچائی' ایمانداری' ذکر الٰہی اور یقین کامل کے بلند مقام پر تھی تو ازدواج مطہرات جو آپؐ کے خلوت و جلوت کی ساتھی تھیں' ان ہستیوں کا کیا مقام ہو گا۔

سورہ احزاب آیت نمبر ۳۴ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِىْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۝ (احزاب ۳۴)

ترجمہ : "نبیؐ کی بیویو یاد رکھو اور بیان کرو اللہ کی آیات اور حکمت ...

ان باتوں کو جو تمہارے گھر میں سنائی جاتی ہیں۔"

۵۳ سالہ عمر میں جب آپؐ کی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جوانی ڈھل چکی تھی، تو شادیاں کرنے میں سب سے بڑا راز اور حکمت یہی تھی کہ آپؐ کی وفات کے بعد کے لئے معلم تیار ہو جائیں آپؐ نے اللہ کے حکم کے مطابق اپنی کسی زوجہ کو طلاق نہ دی اور جب حضورؐ وفات پا گئے تو تمام ازواج مطہرات ام المومنین ہونے کی حیثیت سے اوروں سے محفوظ رہیں۔

وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تمام مسلم امہ کی روحانی مائیں ہیں تو اپنی ماں کے مقام پر شک کرنے سے بڑا گناہ اور کیا ہو گا۔

حضرت عائشہؓ حضرت ابو بکر صدیقؓ جو آنحضرتؐ کے رفیق اور یار غار تھے کی لخت جگر تھیں۔ یہ اعزاز صرف حضرت عائشہؓ ہی کو حاصل ہے کہ وہ آنحضورؐ کی کنواری بیوی تھیں۔

آپؓ صرف نو برس کی تھیں کہ آپؓ کی شادی حضور اکرمؐ سے ہو گئی اس طرح آپؓ کی تعلیم و تربیت زیادہ تر کاشانہ نبوت میں ہوئی۔ آپؓ کی پیدائش کے وقت آپ کے ماں باپ دونوں مسلمان ہو چکے تھے۔

آپؓ کی برکت سے عرب کے بہت سے بے ہودہ خیالات کی اصلاح ہوئی۔ عرب منہ بولے بھائی کی لڑکی سے شادی نہیں کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت خولہؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے حضرت عائشہؓ کے رشتے کی بات کی تو انہوں نے حیرت سے کہا کیا یہ جائز ہے۔ عائشہؓ تو رسولؐ کی بھتیجی ہیں (حضرت ابو بکرؓ حضورؐ کے منہ بولے بھائی تھے۔) لیکن سرور کائنات نے فرمایا تم تو میرے صرف مذہبی بھائی

ہو۔

اہل عرب شوال کے مہینے میں شادی نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ قدیم زمانہ میں
اس مہینے میں عرب میں طاعون پھیلا تھا۔ لیکن حضرت عائشہؓ کا نکاح اور رخصتی
دونوں شوال کے مہینے میں ہوئیں۔

طبقات ابن سعد۔ مستدرک الحاکم اور سید سلیمان ندوی اپنی کتاب سیرت
عائشہؓ میں لکھتے ہیں۔

"حضرت عائشہ سے نکاح کی بشارت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کو پہلے ہی ہو چکی تھی۔ آپؐ نے خواب میں دیکھا تھا کہ کوئی شخص ایک
چیز ریشم میں لپیٹ کر دکھا رہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے آپؐ کی ہے۔ آپؐ
نے کھول کر دیکھا تو حضرت عائشہ صدیقہؓ تھیں۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اکثر وحی حضرت عائشہؓ کے بستر مبارکہ پر نازل
ہوتی تھیں۔ اور حضرت عائشہؓ نے حضرت جبرائیل علیہ اسلام کو اپنی مادی آنکھوں
سے دیکھا بھی تھا۔

حضرت جبرائیلؑ نے ان کے آستانے پر اپنا سلام بھیجا اور آخرت میں پیغمبر کی
چہیتی بیویوں میں سے ہونے کی بشارت دی۔

حضرت عائشہؓ پر اس سے بڑھ کر اور اللہ کا فضل کیا ہو گا کہ انتقال سے
آپؐ نے جو مسواک فرمائی اسے دانتوں سے نرم کرنے کا فریضہ بھی حضرت عائشہؓ
نے انجام دیا۔ اور حضرت عائشہؓ کے سینے سے سر لگائے ہوئے جان جان آفرین کو
سپرد کر دی۔

وفات کے بعد ان ہی کے حجرے کو آپؐ کا مدفن بننا نصیب ہوا۔ جب تک آپؓ زندہ رہیں اس مزار اقدس کی مجاور رہیں۔ قبر نبوی کے پاس سوتی تھیں۔ لیکن جب وہاں حضرت عمرؓ دفن ہوئے تو آپؓ نے وہاں سونا چھوڑ دیا اور وہاں حجاب ...ں آتی تھیں۔

...فک کا واقعہ

حضورؐ جب کسی سفر پر جاتے تو جس بیوی کے نام قرعہ نکلتا تھا اسے ساتھ لے ...اتے تھے۔ غزوہ بنی مصطلق کے سفر میں حضرت عائشہ صدیقہ آپؐ کے ہمراہ تھیں۔ ...استے میں ایک جگہ رات کو قافلے نے پڑاؤ کیا۔ پچھلے پہر حضرت عائشہؓ قضائے ...اجت کے لئے قافلہ سے ذرا دور نکل کر اوٹ میں چلی گئیں اور جب لوٹیں تو دیکھا ...ہ گلے میں ہار نہیں ہے۔ وہ ہار انہوں نے آتے ہوئے اپنی بہن اسماء سے عاریتاً ...یا تھا۔ گھبرا کر ڈھونڈنے لگیں اور وقت کا اندازہ نہ کر سکیں۔ جب ہار مل گیا تو پڑاؤ ...ی جگہ پر واپس پہنچیں تو قافلہ جا چکا تھا۔ اس وقت آپ کم عمر اور دبلی پتلی تھیں ...ر محمل کو ایک سے زیادہ آدمی اٹھاتے تھے۔ اس لئے انہیں وزن کا اندازہ نہ ہو ...سکا کہ محمل خالی ہے یا کوئی بیٹھا ہوا ہے۔ آپؓ چادر اوڑھ کر وہیں لیٹ گئیں کہ ...ب آگے جا کر پتہ چلے گا کہ محمل خالی ہے تو خود ہی تلاش میں واپس آئیں گے۔ ...تنے میں آپؓ کو نیند آ گئی صفوان بن معطل ایک صحابی جو لشکر کے پیچھے رہتے تھے ...اکہ لشکر کی گری پڑی چیزوں کا انتظام کریں۔ جب وہ پڑاؤ والی جگہ پر پہنچے تو انہوں نے حضرت عائشہ کو پہچان لیا۔ کیونکہ حکم حجاب سے پہلے انہوں نے حضرت عائشہ کو ...یکھا ہوا تھا اور حکم حجاب اسی سال نازل ہوا تھا۔

انہوں نے پاس آکر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ حضرت عائشہ سوتے میں
چونک پڑیں۔ صفوانؓ نے اپنا اونٹ بٹھایا اور حضرت عائشہؓ کو سوار کر کے خود او
کی مہار پکڑ کر آگے چل دیئے۔ اور اگلی منزل پر قافلے سے جا ملے۔ یہ کوئی ا
واقعہ نہ تھا کہ غلط فہمی ہوتی۔ لیکن منافقین کو موقع مل گیا اور عبداللہ بن ابی کی
پر حسانؓ بن ثابت۔ حمنہ بنت جحش اور مسطحؓ بن اثاثہ نے آپؓ پر تہمت لگا
ناپاک جسارت کی۔ منافقین اپنے اس اقدام سے پیغمبرؐ اور حضرت ابو بکر صدیق
بدنامی چاہتے تھے۔ اس طرح خاندان نبویؐ میں تفریق اور اسلام کے برادرانہ
اور اجتماعی قوت کو پارہ پارہ کرنا چاہتے تھے۔ ادھر حضرت عائشہؓ کا غم کے مار
حال تھا۔ آنسو تھے کہ تھمنے کا نام نہ لیتے تھے۔

آخر کار سورہ نور کے ذریعے اللہ تعالیٰ حضرت عائشہؓ کی برأت فرمائی۔ ی
نازل ہوئی اور حضورؐ نے سورہ نور کی یہ آیات تلاوت فرمائیں جن کا ترجمہ یہ ہے

"جن لوگوں نے یہ افترا باندھا ہے وہ تم میں سے کچھ لوگ ہیں۔ تم
اس کو برا نہ سمجھو بلکہ اس میں تمہاری بہتری تھی کہ (مومنوں اور
منافقین کی تمیز ہو گئی) ہر شخص کو اس کے حصے کے مطابق گناہ اور جس کا
اس میں بڑا حصہ ہو گا' اسے بڑا عذاب ملے گا۔ اور جب تم نے یہ سنا
مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے بھائی اور بہنوں کی نسبت
نیک گماں کیوں نہیں کیا اور کیوں نہ کہا یہ صریح تہمت ہے اور کیوں
نہیں ان افترا پردازوں نے چار گواہ پیش کیے اور جب گواہ پیش نہ کیے
خدا کے نزدیک جھوٹے ٹھہرے اگر خدا کی عنایت اور مہربانی دین و د
میں تمہارے شامل حال نہ ہوتی تو جو افواہ تم نے اڑائی تھی۔ اس پر تم

سخت عذاب پہنچتا۔ جب تم اپنی زبان سے اس کو پھیلا رہے تھے اور منہ سے وہ بات نکال رہے تھے جس کا تم کو علم نہ تھا۔ اور تم اس کو ایک معمولی بات سمجھ رہے تھے حالانکہ خدا کے نزدیک وہ بڑی بات تھی۔ تم نے سننے کے ساتھ یہ کیوں نہیں کہا کہ ہم کو ناروا بات منہ سے نہیں نکالنی چاہئے خدا پاک ہے۔ یہ بڑا بہتان ہے۔ خدا نصیحت کرتا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو ایسی بات نہ کرو۔ خدا اپنے احکام بیان کرتا ہے اور وہ دانا اور حکمت والا ہے۔

جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں برائی پھیلے۔ ان کے لئے دین اور دنیا دونوں میں بڑی دردناک سزا ہے۔ خدا سب جانتا ہے اور تم کچھ نہیں جانتے۔
جو لوگ بھولی بھالی پاک دامن بیویوں پر تہمت رکھتے ہیں وہ دنیا اور عقبیٰ دونوں میں ملعون ہوں گے اور ان کو بڑا عذاب ہو گا۔ اس دن جب خود ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ پاؤں ان کے کرتوتوں پر گواہی دیں گے۔"

ماں نے کہا لو بیٹی اٹھو اور شوہر کے قدم لو۔

حضرت عائشہ نے نسوانی غرور اور ناز کے ساتھ کہا میں صرف خدا کی شکر گزار ہوں کسی اور مومن کی نہیں۔

حضرت عائشہ کی برأت میں اتنی بڑی سورت کا نازل ہونا ایک بہت بڑے اعزاز اور رتبے کی بات ہے کہ یہ آیات قیامت تک مسلمان تلاوت کرتے رہیں گے۔

اس کے بعد قانون ازالہ کی حیثیت سے تینوں مجرموں کو اسی اسی کوڑے کی سزا دی گئی۔ حسان بعد میں اندھے بھی ہو گئے تھے۔ اللہ نے انہیں دنیا میں بھی

سزا دے دی۔ (یہ واقعہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی کتاب التوبہ میں مفصل مذکور ہے)

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اعلیٰ ظرفی دیکھئے کہ لوگ حسانؓ بن ثابت کو برا کہتے تھے۔ لیکن حضرت عائشہؓ خود اپنی زبان سے برا نہ کہتی تھیں۔ اس کا سبب خود حضرت عائشہؓ کی زبانی مذکور ہے کہ حسانؓ جو ایک استاد کے پایہ کے شاعر تھے وہ حضورؐ کی شان میں شعر کہتے تھے اور حضورؐ کی طرف سے کافروں کو جواب دیتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ صحابی رسول تھے۔

تیمم کے حکم کا نزول

صحیح بخاری اور باب التیمم' میں ہے کہ ایک روز ایک اور سفر میں حضرت عائشہؓ حضورؐ کے ساتھ تھیں، ان کا ہار کہیں گم گیا۔ پہلے تجربے کی بنا پر اس دفعہ حضرت عائشہؓ نے حضورؐ کو اپنے ہار کی گمشدگی سے آگاہ کیا۔ قافلے کو اترنا پڑا نماز کا وقت ہو گیا لیکن وہاں پانی نہ ملا۔ تمام صحابہؓ پریشان تھے کہ اتنے میں وحی نازل ہوئی اور تیمم کا حکم ہوا۔

سورہ نساء میں یہ آیت ہے جس کا ترجمہ ہے۔

"اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا حاجت ضروری سے فارغ ہوئے ہو یا عورتوں سے مقاربت کی ہے اور تم پانی نہیں پاتے تو پاک مٹی کا قصد کرو اور اس سے کچھ منہ اور ہاتھ پر پھیر لو۔ اللہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔"

مجاہدین کا پرجوش گروہ جو اس مصیبت میں پریشان تھا اس ابر رحمت کو دیکھ

مسرت سے لبریز ہو گیا۔ اسلام کے فرزند اُم المومنین کو دعائیں دینے لگے۔ اور جوش مسرت سے بول اٹھے۔

"اے صدیقؓ کے گھر والو اسلام میں یہ تمہاری پہلی برکت نہیں۔"

حضرت ابو بکر صدیقؓ جو اپنی لخت جگر کو ڈانٹنے کو بے تاب تھے۔ انہوں نے بڑے فخر سے اپنی صاحبزادی کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"اے جان پدر مجھے معلوم نہ تھا کہ تو اس قدر مبارک ہے۔ تیرے ذریعے سے خدا نے مسلمانوں کو کتنی آسانی بخشی۔"

اس کے بعد جب قافلہ کی روانگی کے لئے اونٹ اٹھایا گیا تو وہیں اس کے نیچے سے ہار ملا۔

علمی حیثیت

آپؓ بچپن سے ہی بے حد ذہین تھیں اور معاملے کی تہہ تک پہنچ جاتی تھیں۔ کسی مشکل مسئلے کے اصل مدعا تک پہنچنے کے لئے حضورؐ سے بار بار سوال کرتیں۔ علم طب، علم فقہ، علم تاریخ اور شاعری کے بارے میں آپؓ کا علم بہت وسیع تھا۔ آپؓ کو عرب شعراء کے بڑے بڑے قصیدے زبانی یاد تھے۔

آپؓ بڑے اونچے درجے کی عابدہ اور زاہدہ تھیں۔ اخلاق کا یہ عالم تھا کہ کبھی کسی دشمن کی بھی غیبت نہ کرتی تھیں۔ سخاوت کا یہ عالم تھا کہ خود روزے سے ہوتیں گھر میں اگر ایک کھجور، ایک روٹی ہوتی تو وہ بھی سائل کو دے دیتیں۔

صحیح ترمذی میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں۔ "ہم صحابیوں کو
کوئی ایسی مشکل بات کبھی پیش نہیں آئی کہ جس کو ہم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ
سے پوچھا ہو اور ان کے پاس اس کے متعلق کچھ معلومات ہم کو نہ ملی ہو۔

تذکرۃ الحفاظ' میں ہشام بن عروہ سے روایت ہے۔

میں نے قرآن' فرائض' حلال و حرام یعنی فقہ شاعری۔ عرب کی تاریخ اور
نسب کا حضرت عائشہؓ سے زیادہ واقف کار کسی کو نہیں پایا۔

آپؓ بہت علم پرور خاتون تھیں۔ حضورؐ کی وفات کے بعد آپؓ لوگوں کو حضورؐ
کی احادیث اور قران کا درس دیتی تھیں۔ آپؓ کے بیشمار شاگرد تھے۔ جن میں مرد
عورت' غلام' لونڈیاں سب شامل تھے۔ انہوں نے آگے چل کر دین کی بڑی
خدمت کی۔

خواتین کو جب حضورؐ سے کوئی نسوانی مسائل دریافت کرنے ہوتے تو
حضرت عائشہؓ کے ذریعے پوچھتی تھیں۔

آپؓ نے بہت سی احادیث کی تصحیح بھی کی۔ کیونکہ آپؓ حضورؐ کی رفیقِ
حیات۔ خلوت اور جلوت کی ساتھی تھیں۔ اس لئے آپؐ کے احکام کے سیاق
سباق سے حضرت عائشہؓ سے زیادہ کسے واقفیت ہو سکتی تھی۔ آپؓ سے ۲۲۱۰
احادیث مروی ہیں نیز ابو ہریرہؓ سے ۵۳۷۴ اور عبداللہؓ بن عباس سے ۱۶۶۰
احادیث مروی ہیں۔

ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے۔

"حضورؐ نے فرمایا۔ مردوں میں بہت سے کامل گذرے۔ لیکن

عورتوں میں مریمؑ بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کے سوا کوئی کامل پیدا نہ ہوئی۔ عائشہؓ کو عورتوں پر اس طرح فضیلت ہے جس طرح ثرید کو کھانے کی دوسری اقسام پر۔"

(ثرید ایک عربی کھانا ہے جس میں روٹی کو شوربے میں بھگو کر کھاتے ہیں اور عربی میں بہت اعلیٰ غذا سمجھی جاتی ہے۔)

آپؓ فرسودہ توہمات اور کورانہ تقلید کی بڑی سخت مخالف تھیں۔ خاص طور پر جو لوگ عورتوں کو حقیر سمجھتے تھے ان کو سخت ناپسند کرتی تھیں۔ کسی کی تکلیف پر ہنسنے سے منع کرتیں اور فرماتیں کہ کسی مسلمان کو کانٹا چبھ جائے یا اس سے بھی معمولی مصیبت اس پر آئے تو خدا اس کا گناہ معاف فرماتا ہے۔

مدینہ میں رواج تھا کہ جب کسی گھر میں بچہ پیدا ہوتا تو ازراہ عقیدت اسے حضرت عائشہؓ کے پاس لایا جاتا ایک دفعہ ایک عورت آپؓ کے پاس بچہ لائی تو اس کے سر کے نیچے استرا رکھا ہوا تھا۔ آپؓ نے پوچھا یہ کس لئے ہے تو اس نے جواب دیا آسیب بھوت سے بچانے کے لئے آپؓ نے فرمایا۔ اسے فوراً ہٹا دو یہ جاہلیت کی توہمات ہیں۔

مسند احمد ؒمیں ہے کہ ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ اگر کافروں اور مشرکوں نے دنیا میں نیک عمل کئے ہوں تو کیا انہیں آخرت میں کوئی اجر ملے گا۔ یہ سوال کرتے وقت ان کے سامنے مکہ کے ایک سردار عبداللہ بن جدعان کی مثال تھی۔ یہ شخص مشرک ہونے کے باوجود بڑا نرم دل تھا اور نیک مزاج تھا۔ جہالت کے دنوں میں اس نے خونریزی جیسی مصیبت کو روکنے کے لئے مکہ میں سرداروں کی ایک جماعت صلح قائم کی تھی جس میں حضورؐ نے بھی

شرکت فرمائی تھی۔

حضرت عائشہؓ کے استفسار پر آنحضرت نے فرمایا نہیں عائشہؓ۔ اس نے دن یہ نہیں کہا خدایا قیامت میں میری خطا معاف فرما۔ یعنی ایمان باللہ اور بالآخرت کے بغیر کوئی نیک عمل لائق جزا نہیں۔

حضرت عبداللہؓ ابن عباس روایت کرتے تھے کہ رسول اللہ نے دو بار خدا عزو جلال کو دیکھا ہے۔ مسروق تابعی جو حضرتِ عائشہؓ کے شاگرد تھے۔ یہ روایت سن کر ان کے پاس آئے۔ ام المومنینؓ نے فرمایا۔

"تم نے ایسی بات کی ہے جسے سن کر میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں۔ جو تم سے یہ کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کو دیکھا ہے وہ غلط کہتا ہے۔"[۴]

پھر قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ○ (انعام ۱۰۳)

ترجمہ: "نگاہیں اس کو نہیں پا سکتیں اور وہ نگاہوں کو پا لیتا ہے کہ وہ ذات لطیف اور دانا ہے۔"

ادب المفرد امام بخاری باب الشعر میں ہے کہ ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کسی کا پیٹ اگر پیپ سے بھر جائے تو اس سے بہتر ہے کہ اشعار سے بھرے۔ یہ حدیث جب حضرت عائشہؓ کو معلوم ہوئی تو آپؓ نے فرمایا کہ ابو

ہریرہؓ کی حدیث محفوظ نہیں رہی۔ کیونکہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ کسی کا پیٹ اگر پیپ سے بھر جائے تو اس سے بہتر ہے اشعار سے بھرا ہو جو میری ہجو میں کہے گئے۔ (یعنی حضورؐ کے ہجو (برائی) میں کہے گئے ہیں۔ اشعار اس طرح ہیں گویا کسی نے اپنا پیٹ پیپ سے بھر لیا)

اصل یہ ہے کہ شاعری بذات خود خیر ہے نہ شر۔ یہ کلام کی ایک قسم ہے۔ اگر مضمون تقویٰ اور ثقافت کے خلاف نہیں تو شعر برائی نہیں۔

امام بخاری ادب المفرد میں شاعری کے محاسن اور برائیاں بیان کرتے ہوئے حضرت عائشہؓ کا قول لکھتے ہیں کہ

"بعض اشعار اچھے ہوتے ہیں۔ بعض برے ہوتے ہیں۔ اچھے لے لو اور برے چھوڑ دو۔"

سید سلمان ندوی اپنی کتاب "سیرت عائشہؓ" میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے مبارک عہد میں عورتوں کو مسجدوں میں آکر نماز پڑھنے کی اجازت تھی۔ لیکن آپؓ اچھی طرح واقف تھیں کہ قدرتاً "یہ اجازت کب تک قائم رہنی چاہیے۔ جب فتوحات کا دائرہ وسیع ہو گیا اور عجمی عورتوں کے بہت سے فیشن عرب عورتوں نے بھی اپنا لئے تو عورتوں کی اخلاقی حالت کا تنزل محسوس کیا تو فرمایا۔

"اگر رسول اللہؐ کو معلوم ہوتا کہ عورتوں کی حالت کیا ہوگی تو آپؐ ان کو مسجد میں آنے سے اس طرح روک دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا۔"

اس زمانے میں لوگ قربانی کے گوشت کو نمک لگا کر رکھ چھوڑ دیتے تھے۔ ایک

بار رسول اللہؐ نے حکم دیا کہ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ نہ رکھا جائے تو
نے خیال کیا کہ یہ حکم ہمیشہ کے لئے ہے اور بعض نے صرف اس زمانے کے
مختص سمجھا۔ حضرت عائشہؓ نے بھی اس حکم کو وقتی حکم سمجھا اور اس کی نہا
معقول وجہ یہ بیان کی کہ اس زمانے میں لوگ کم قربانی کر سکتے تھے اس لئے ر
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا کہ بعض لوگ قربانی نہیں کر سکتے
لئے ان کو بھی گوشت مل جائے۔

بعض لوگ نفل نماز بیٹھ کر پڑھتے ہیں کیونکہ احادیث سے یہ ثابت ہے
حضور نے نفل نماز بیٹھ کر پڑھی لیکن حضرت عائشہؓ نے فرمایا یہ اس وقت کی
ہے کہ جب رسول اللہؐ کمزور ہو چکے تھے۔

"یعنی جب طاقت ہو تو نفل نماز کھڑے ہو کر پڑھ سکتے ہو۔"

جب عرب کے بعد عجم کے علاقے بھی فتح ہو گئے تو عربوں میں جدید شرا
کے جدید ناموں کا رواج ہو گیا تو لوگ اس کی حرمت کے بارے میں دریافت کرنے
لگے۔ کیونکہ عربی میں خمر صرف انگوری شراب کو کہتے ہیں اور اب بہت سی جدید
شرابیں آ گئی تھیں۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ شراب کے برتنوں میں
چھوہارے تک نہ بھگوئے جائیں۔ پھر عورتوں کو مخاطب ہو کر فرمایا اگر تمہارے
مشکوں کے پانی سے بھی نشہ پیدا ہونے لگے تو وہ بھی حرام ہے۔ رسول اللہؐ نے ہر
نشہ پیدا کرنے والی چیز کو حرام قرار دیا ہے۔

خانہ کعبہ پر ہر سال نیا غلاف چڑھایا جاتا تھا اور پرانا اتار لیا جاتا تھا۔ سیدہ
عائشہؓ کے زمانے میں خانہ کعبہ کے متولی ادب کی بنا پر پرانے غلاف دفن کر دیتے

تھے۔ تاکہ ناپاکی کی حالت میں کوئی اسے پہن نہ لے۔ حضرت عائشہؓ نے جو شریعت کی نکتہ شناس تھیں اس تعظیم کو غیر شرعی قرار دے دیا۔ کیونکہ خدا اور رسولؐ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا تھا۔ اس رواج سے غلط اعتقادات پھیلنے کا خطرہ تھا۔ آپؓ نے کعبہ کے متولی شیبہ بن عثمانؓ سے کہا پرانے غلافوں کو گڑھے میں دفن کرنا کوئی اچھی بات نہیں۔ جب وہ کعبہ سے اتر ہی گیا تو اس کو ناپاکی کی حالت میں پہن لیا تو کوئی مضائقہ نہیں۔ تم اسے بیچ دیا کرو اور جو رقم وصول ہو اسے غریبوں اور یتیموں میں تقسیم کر دیا کرو۔

لوگوں نے حضرت عائشہؓ سے بیان کیا کہ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے بدشگونی تین چیزوں میں ہے۔

عورت میں، گھر میں اور گھوڑے میں۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا یہ صحیح نہیں ہے۔ ابو ہریرہؓ نے آدھی بات سنی اور آدھی بات نہیں سنی۔ جب وہ پہنچے تو حضورؐ پہلا فقرہ کہہ چکے تھے۔ آپؐ نے فرمایا۔

"یہود کہتے ہیں کہ بدشگونی تین چیزوں میں ہے۔ عورت میں، گھر میں اور گھوڑے میں۔"

حضرت ابو سعید خدری کا جب انتقال ہونے لگا تو انہوں نے نئے کپڑے منگوا کر پہنے اور سبب یہ بیان کیا کہ حضورؐ فرماتے ہیں۔ مسلمان جس لباس میں مرتا ہے اسی میں اٹھایا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو فرمایا۔

"خدائے پاک ابو سعید پر رحمت نازل کرے۔ لباس سے مراد اعمال ہیں۔ ورنہ آپؐ کا تو صاف ارشاد ہے کہ قیامت کے روز لوگ

برہنہ تن، برہنہ پا اور برہنہ سر اٹھیں گے۔"

مُردے پر عذاب کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ حضرت ابن عباسؓ اور دیگر صحابہؓ روایت کرتے ہیں کہ مُردوں کو اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب نازل ہوتا ہے۔

حضرت عائشہؓ نے اس کی تصحیح کی اور فرمایا کہ یہ حدیث یوں ہے کہ جب کوئی مرتا ہے تو اس پر اس کے گذشتہ اعمال کی وجہ سے عذاب نازل ہوتا ہے۔ رونے والے اپنے اعمال کی جزا خود پائیں گے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

"اور کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔"

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب وہ ایک یہودی کے جنازے کے پاس سے گذر رہے تھے اور اس کے رشتے دار اس کے پاس نوحہ اور ماتم کر رہے تھے۔

اصابہ سیوطی بحوالہ حاکم میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کی ہے ناجائز لڑکا تینوں میں (ماں باپ اور بچہ) بدتر ہے۔ حضرت عائشہؓ نے سنا تو فرمایا یہ صحیح نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص منافق تھا۔ اور آپؐ کو برا بھلا کہتا تھا۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہؐ اس کے علاوہ وہ ولد الزنا (ناجائز بچہ) بھی ہے۔ آپؐ نے فرمایا وہ تینوں میں بدتر ہے۔ یعنی اپنے ماں باپ سے زیادہ برا ہے۔ یہ خاص واقعہ تھا عام نہ تھا یعنی وہ ایک پیغمبرؐ کو برا بھلا کہتا تھا۔ خدا فرماتا ہے۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (سورہ بنی اسرائیل)

ترجمہ: "اور کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا"۔

یعنی قصور تو ماں باپ کا ہے۔ بچے کا کیا گناہ ہے۔

حضرت عائشہؓ نے اپنے اس فتویٰ سے معاشرتی طور پر ایسے بچوں سے والدین کی بدنامی کا داغ دھو دیا۔

حضرت عائشہؓ نے واضح کیا کہ کوئی عورت مسافرت میں بیوہ ہو جائے تو اپنے گھر آسکتی ہے۔ کیونکہ یہ عدّت کے زمانے میں گھر سے نکلنا نہیں۔ بلکہ گھر میں آنا ہے۔ اس مسئلے کی وضاحت سے اُمت کی بہت سی مشکل آسان ہو گئی۔

حضرت ابن عمرؓ نے ایک دفعہ اپنے شاگردوں سے کہا کہ مہینہ ۲۹ دن کا ہوتا ہے۔ حضرت عائشہؓ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا خدا ابن عمرؓ پر رحم فرمائے۔ حضورؐ نے فرمایا تھا مہینہ کبھی ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے۔

حضرت عائشہؓ نے واضح کیا کہ احرام کی حالت میں سفید کپڑوں کی پابندی صرف مرد کے لئے ہے۔ عورتیں رنگین کپڑے۔ زیور اور موزے پہن سکتی ہیں۔ اور خوشبو لگا سکتی ہیں۔ کیونکہ ہم عورتیں احرام میں رنگ دار کپڑے پہن لیتیں تھیں۔ خوشبو لگا لیتیں۔ حضورؐ یہ دیکھتے تھے اور منع نہیں فرماتے تھے۔

ایک دفعہ ابو ہریرہؓ اور ابن عباسؓ کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوا کہ اگر کوئی حاملہ عورت بیوہ ہو جائے تو چند روز کے بعد اس کے بچہ پیدا ہو جائے تو اس کی عدّت کا زمانہ کیا ہو گا۔ قرآن مجید میں دونوں کے متعلق علیحدہ علیحدہ احکام ہیں کہ بیوگی کے لئے عدّت کا زمانہ ۴ ماہ دس دن ہے اور حاملہ بیوہ عورت کے لئے وضع حمل تک۔

ابن عباسؓ نے فرمایا جو مدت ان دونوں میں زیادہ ہو گی۔ ابو ہریرہ نے فرمایا وضع حمل کے بعد مدت ختم ہو جائے گی۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا اس صورت میں وضع حمل کے فوراً بعد تک ہے۔ اس کا ثبوت "سبعہ" کے واقعہ میں موجود ہے۔ انہیں بیوگی کے تیسرے دن ولادت ہو گئی تھیں اور اس وقت ان کو دوسرے نکاح کی اجازت مل گئی تھی۔

آپؓ نے فرمایا مساجد میں طویل واعظ نہ کرو اور واعظ کے الفاظ مشکل نہ ہوں جو عوام کی سمجھ میں نہ آسکیں۔ دعائیں مختصر مانگا کرو۔

مکہ معظمہ کے قریب وادی محصب ہے۔ رسول اللہؐ نے ایام حج میں وہاں قیام فرمایا تھا۔ اس لئے بعد کے اصحابہؓ بھی یہاں قیام فرماتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس کو سنن میں شامل کر لیا لیکن آپؓ فرماتی تھیں۔ یہاں کے قیام کو سنن میں شامل نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ حضورؐ نے یہاں قیام اس لئے کیا تھا کہ یہاں سے حج میں کوچ کرنے میں آسانی ہوتی تھی یہ قیام کسی مذہبی نقطہ نگاہ سے نہ تھا۔

بعض مسلمان جنگ جملؓ کی وجہ سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ذات پر اعتراضات کرتے ہیں۔ لیکن یہ جنگ ایک غلط فہمی کا نتیجہ تھی۔ ورنہ آپؓ تو اُمّ المومنین کی حیثیت سے اپنے بچوں میں صلح کی نیت سے آئی تھیں اور ہو سکتا ہے کہ آپؓ کے پیش نظر یہ نقطہ بھی ہو کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب حضرت عثمانؓ مکہ گئے ہوئے تھے اور خطرہ تھا کہ کہیں کفار نے آپؓ کو شہید نہ کر دیا ہو اس پر مسلمانوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ببول کے درخت کے نیچے تمام صحابہ اکرام کو جمع فرمایا اور تمام مجاہدین سے بیعت لی اور اس بیعت کا مفہوم یہ تھا کہ جب تک جان میں جان ہے کفار سے شکست تسلیم نہیں کریں گے۔ اور اس بیعت میں آنحضرتؐ نے اپنے ایک ہاتھ کو عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیا تھا۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اس بیعت کو بیعت رضوان قرار دیا اور فرمایا بالتحقیق اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں سے راضی ہو گیا۔ جب کہ وہ درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

یہ بیعت ایک طرح سے حضرت عثمانؓ کی شہادت کی صورت میں ان کے خون کے قصاص کے لئے بھی تھی۔ جنگ جمل سے پہلے حضرت عثمانؓ کے قاتل گرفتار نہیں ہوئے تھے اور حضرت عائشہؓ کو حضرت علیؓ سے یہی مطالبہ تھا کیونکہ اس وقت خلیفہ حضرت علیؓ تھے اور سبائی فرقے کے بہت سے لوگ اور قاتلین عثمانؓ حضرت علیؓ کی بیعت کر چکے تھے۔ اور جنگ کا باعث بھی انہی لوگوں کی شرارت تھی۔ کیونکہ دوسری صورت میں ان کی موت تھی۔ جنگ کے بعد طبری کی روایت کے مطابق حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ دونوں نے اپنی دلی صفائی کا اعتراف مجمع عام میں کیا۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت علیؓ کا اہل بیت میں داخل ہونا ہمیں حضرت عائشہؓ کی روایت ہی سے معلوم ہوتا ہے۔

ابن اثیر اسد الغابہ میں۔ ابن عبد البرا لستیعاب میں اور سیوطی تاریخ الخلفا میں لکھتے ہیں کہ اس شخص کی زبانی ہے جو امام حسنؓ کی وفات کے وقت ان کے پاس موجود تھے۔

امام حسنؓ وصیت فرماتے ہیں کہ "میں نے عائشہؓ سے درخواست کی تھی کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے گھر میں دفن ہونے کی اجازت دیں۔ انہوں نے اجازت دے دی تھی۔ لیکن معلوم نہیں شرما شرمی میں انہوں

نے اجازت دے دی یا کیا۔ میرے مرنے کے بعد ان سے اجازت پھر لینا۔ اگر وہ خوشی سے اجازت دے دیں تو وہیں دفن کرنا۔ میں سمجھتا ہوں کہ لوگ تم کو ایسا کرنے سے روکیں گے اگر واقعتاً" وہ روکیں تو اس میں ان لوگوں سے ردّوکد کی ضرورت نہیں مجھے بقیع میں دفن کرنا۔

جب حضرت حسنؓ کا انتقال ہوا تو حضرت حسینؓ نے جا کر حضرت عائشہؓ سے اجازت طلب کی۔ انہوں نے کہا بخوشی۔ مروان بن حکم کو معلوم ہوا تو اس نے کہا" حسینؓ اور عائشہؓ (نعوذ باللہ) دونوں جھوٹ کہتے ہیں۔ عثمانؓ کو تو قبرستان تک میں دفن نہ ہونے دیا گیا اور حسنؓ عائشہؓ کے گھر میں دفن ہوں گے۔" (حضرت عثمانؓ کی میت تین دن تک بے گور و کفن پڑی رہی تھی فسادیوں نے انہیں جنت البقیع کے گوشے میں یا باہر یہودیوں کی زمین میں دفن کرنے دیا۔ اب یہ جگہ جنت البقیع میں شامل ہو چکی ہے۔)

چونکہ حضرت امام حسنؓ کی وصیت تھی کہ اگر مزاحمت ہو تو جنگ و جدال سے پرہیز کرنا۔ اس لئے جنازہ جنت البقیع میں لایا گیا اور یہیں حضرت فاطمہؓ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

متعہ

متعہ اس کو غیر دائم یا عارضی نکاح بھی کہتے ہیں۔ (امام خمینی توضیح المسائل صفحہ نمبر ۳۶۰) متعہ اصل میں کسی بے شوہر عورت سے ایک مقررہ مدت کے لئے معاوضہ پر عارضی نکاح ہے۔ اس کی مدت چند ماہ یا چند دن یا ۱۔۲ گھنٹے بھی ہو سکتی ہے۔ اس مدت کے دوران وہ کسی اور سے نکاح نہیں کر سکتی۔

صحیح بخاری میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم خیبر کو متعہ سے منع فرمادیا تھا۔ یعنی آغاز اسلام میں سات ہجری تک متعہ جائز تھا۔

اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لئے اس میں بہت سی باتوں پر پابندی مرحلہ وار لگی ہے۔ عرب زنا" شراب اور جوئے کے خوگر تھے۔ یہی وجہ ہے شراب پر پابندی مرحلہ وار لگی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ شراب کی حرمت کے بارے میں تین احکام آئے۔ جب حضورؐ مدینہ تشریف لائے تو اس وقت لوگ شراب پیتے تھے چنانچہ سورہ بقرہ میں ارشاد ہے۔ (ترجمہ)

"آپؐ سے پوچھتے ہیں کہ شراب اور جوئے کا کیا حکم ہے؟ کہو ان دونوں چیزوں میں بڑی خرابی ہے۔ اگرچہ ان میں لوگوں کے لئے (بظاہر) کچھ منافع بھی ہے۔ مگر ان کا گناہ ان کے فائدے سے بہت زیادہ ہے۔"

کیونکہ اس میں شراب کو حرام نہیں کیا گیا۔ اس لئے لوگ حسب معمول شراب پیتے رہے۔ لیکن ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ ایک مہاجر صحابی نماز مغرب میں تلاوت کے دوران نشے کی حالت میں قرآن مجید کو غلط سلط کردیا۔ چنانچہ حضورؐ پر چار ہجری کو سورہ نساء کی آیت نمبر ۴۳ اتری جس میں ارشاد ہے۔

"اے ایمان لانے والو جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ۔ نماز اس وقت پڑھنی چاہیئے۔ جب تم جانو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔"

آخر کار سورہ مائدہ آیت نمبر ۹۰ تا ۹۲ میں شراب کی حرمت کا قطعی حکم آیا۔

"اے ایمان والو شراب۔ جوا بت اور پانسے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں۔ ان سے پرہیز کرو۔ امید ہے تمہیں فلاح نصیب ہو گی۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے اور تمہیں خدا کی یاد اور نماز سے روک دے۔ پھر کیا تم ان چیزوں سے باز رہو گے؟ اللہ اور اس کے رسول کی بات مانو اور باز آجاؤ۔ لیکن اگر تم نے حکم عدولی کی تو جان لو کہ ہمارے رسول پر بس صاف صاف حکم پہنچا دینے کی ذمہ داری تھی۔ جو لوگ ایمان لے آئے اور نیک عمل کرنے لگے انہوں نے پہلے جو کچھ کھایا پیا تھا اس پر کوئی گرفت نہیں بشرطیکہ وہ آئندہ ان چیزوں سے بچے رہیں (جو حرام کی گئی ہیں) اور ایمان پر ثابت قدم رہیں۔ اور اچھے کام کریں۔ پھر جس جس چیز سے روکا جائے اس سے رکیں اور جو فرمان الٰہی ہو اسے مانیں پھر خدا ترسی کے ساتھ نیک رویہ رکھیں۔ اللہ نیک کردار لوگوں کو پسند کرتا ہے۔"

چنانچہ اس حکم کے بعد آپؐ نے اعلان فرمایا کہ اب جن کے پاس شراب ہے۔ وہ اسے پی نہیں سکتے۔ نہ بیچ سکتے ہیں۔ چنانچہ اس وقت مدینہ کی گلیوں میں شراب بہا دی گئی۔ بعض لوگوں نے پوچھا ہم یہودیوں کو تحفہ کیوں نہ دے دیں۔ آپؐ نے فرمایا جس نے یہ چیز حرام کی ہے اس نے تحفتہ" دینے سے بھی منع کر دیا ہے۔ بعض لوگوں نے پوچھا ہم شراب کو سرکے میں کیوں نہ تبدیل کر لیں۔ آپؐ

نے اس سے بھی منع فرمایا اور حکم دیا نہیں اسے بہا دو۔ ایک صاحب نے با اصرار دریافت کیا کہ دوا کے طور پر استعمال کی اجازت تو ہے۔ فرمایا نہیں یہ دوا نہیں بیماری ہے۔ ایک اور صاحب نے عرض کی یا رسول اللہ ہم ایسے علاقے کے رہنے والے ہیں۔ جو نہایت سرد ہے۔ اور ہم شراب پی کر سردی اور تھکان کا مقابلہ کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جو چیز تم پیتے ہو نشہ کرتی ہے۔ انہوں نے عرض کی۔ ہاں۔ "لیکن ہمارے علاقے کے لوگ نہ مانیں گے۔" آپ نے فرمایا نہ مانیں تو ان سے جنگ کرو۔"

اس طرح اسلام میں شروع کے دنوں میں بیویوں کی تعداد پر کوئی پابندی نہ تھی۔ لیکن بعد میں ایک وقت میں چار سے زیادہ بیویاں رکھنے پر پابندی کا حکم آ گیا۔ (یہ پابندی صرف مسلمانوں کے لئے تھی۔ حضورؐ کو چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دی تھی۔ کیونکہ شارع القرآن ہونے کی حیثیت سے امت کو شرعی مسائل سمجھانے کے لئے ان کی ہر شادی پر مصلحت تھی۔)

ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بھی حکم دیا کہ اگر تم انصاف نہ کر سکو تو تمہارے لئے ایک ہی بہتر ہے۔

ایک صاحب نے متعہ کی حرمت کے بارے میں حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا تو انہوں نے سورہ مومنون کی آیت نمبر ۵-۶ کے ذریعے متعہ کی حرمت کی سند پیش کی۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰۤی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۝ (مومنون)

ترجمہ: "اور جو لوگ اپنی عصمت کی حفاظت کرتے ہیں لیکن اپنی

بیویوں کے ساتھ یا اپنی باندیوں کے ساتھ ان پر کوئی ملامت نہیں"۔

اور ممتوعہ نہ بیوی ہے نہ باندی (لونڈی)"

حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی معزز شریف آدمی کبھی اپنی بہن یا بیٹی کو عارضی
نکاح میں دینے کو آمادہ نہیں ہو گا۔ اور نہ ہی آج تک ایسا ہوا ہے۔

لونڈی

غیر مسلم اسلام میں لونڈیوں پر بھی بہت اعتراض کرتے ہیں۔ اسلام سے پہلے
عربوں میں غلام اور لونڈیوں کا بہت رواج تھا۔ ان کو ایک دم سے آزاد کرنا او
لاوارث چھوڑ دینا بھی ٹھیک نہ تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اپنے غلام او
لونڈی سے اچھا سلوک کرو۔ جو خود کھاؤ ان کو کھلاؤ۔ ان پر ان کی ہمت سے زیا
بوجھ نہ ڈالو اور ساتھ ہی کئی گناہوں کا کفارہ غلام کو آزاد کرنا رکھ دیا۔

اسلام کے بعد لونڈی ان کو بنایا جاتا تھا جو عورتیں کفار کے ساتھ جنگ
صورت میں گرفتار ہو کر آتی تھیں۔ جن کے شوہر قتل ہو جاتے تھے یا دار الحر
میں رہ جاتے تھے۔

اسلام میں چونکہ جنگ کی حالت میں عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا جائز نہیں
اور اس وقت کوئی دار الامان بھی نہ تھے اور اسلام میں زنا حرام ہے۔ اسلا
شریعت میں کنوارے زانی اور زانیہ کے لئے ۱۰۰ کوڑوں کی سزا ہے اور شادی ش
کے لئے سنگ ساری کی سزا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سورہ نور میں سزا
مقرر کی گئیں ہیں۔ لیکن یہ سزا صرف خاندانی عورتوں کے لئے ہے کیونکہ ان
ایک خاندان کی یعنی ماں باپ کی اور شوہر کی حفاظت میسر ہوتی ہے۔ اس

برعکس سورہ نساء میں ہے کہ اگر لونڈی زنا کا ارتکاب کرے تو اس کی سزا نصف یعنی ۵۰ کوڑے ہے۔ کیونکہ اس کو کوئی خاندانی تحفظ میسر نہیں ہوتا۔

اسلامی شریعت میں جو عورتیں جنگ میں گرفتار ہوں ان کو پکڑتے ہی ہر سپاہی ان کے ساتھ صحبت کا حقدار نہیں ہے۔ بلکہ اسلامی قانون یہ ہے کہ ایسی عورتیں حکومت کے حوالے کر دی جائیں۔ حکومت کو اختیار ہے کہ چاہے ان کو رہا کر دے۔ چاہے ان کا تبادلہ ان مسلمان قیدیوں سے کر دے جو دشمن کے ہاتھ میں ہوں۔ اور چاہے تو ان کو سپاہیوں میں تقسیم کر دے۔

جو قیدی عورت اس طرح کسی کی ملکیت میں دی جاتی ہے وہ گھر کے کام کاج کے لئے اس کی خادمہ ہوتی ہے۔ لیکن اگر کوئی باندی سے صحبت کرنا چاہے تو وہ عورت اس پر اس وقت تک حرام ہے جب تک اسے ایک مرتبہ ایام ماہ واری نہ آجائے۔ اور یہ اطمینان نہ ہو جائے کہ وہ حاملہ نہیں ہے۔ اور اگر وہ حاملہ ہے تو وضع حمل تک اس کا جسم مالک پر حرام ہے۔

جو عورت جس مرد کی ملکیت ہو اس کے علاوہ کسی مرد کو اسے ہاتھ لگانے کی اجازت نہ ہو گی۔ اس عورت سے جو اولاد ہو گی وہ اس مرد کی جائز اولاد ہو گی اور اس کی اولاد کے وہی حقوق ہوں گے جو شریعت میں صلبی اولاد کے ہوتے ہیں۔ صاحب اولاد ہو جانے کے بعد عورت فروخت نہ کی جا سکے گی۔ اور مالک کے مرتے ہی اپنے آپ آزاد ہو جائے گی۔

کیونکہ لونڈی کے مہر کی رقم کم ہوتی ہے۔ اس لئے سورہ نساء کی آیت نمبر ۲۵ میں ہے۔

"جو شخص تم میں سے مومن آزاد عورتوں (یعنی بیبیوں) سے

نکاح کرنے کا مقدور نہ رکھے۔ تو مومن لونڈیوں ہی سے جو تمہارے قبضے میں آگئی ہوں (نکاح کر لے) اور خدا تمہارے ایمان کو اچھی طرح جانتا ہے۔ تم آپس میں ایک دوسرے کے ہم جنس ہو تو ان لونڈیوں کے ساتھ ان کے مالکوں سے اجازت حاصل کر کے نکاح کر لو اور دستور کے مطابق ان کا مہر بھی ادا کرو بشرطیکہ عفیفہ ہوں۔ نہ ایسی کہ کھلم کھلا بدکاری کریں اور نہ درپردہ دوستی کرنا چاہیں۔ پھر نکاح میں آکر بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھیں تو جو سزا آزاد عورتوں (یعنی بیبیوں) کے لئے ہے اس کی آدھی ان کو دی جائے۔ یہ لونڈی کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت اس شخص کے لئے ہے جسے گناہ کر بیٹھنے کا اندیشہ ہو۔ اور اگر صبر کرو تو یہ تمہارے لئے بہت اچھا ہے اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔"

اگر کوئی مالک اپنی لونڈی کا نکاح کسی اور سے کر دے تو وہ اس سے اپنے گھر کے کام کاج کی خدمت تو لے سکتا ہے۔ کیونکہ اس کا شوہر غریب ہے۔ فدیہ کی رقم ادا نہیں کر سکتا۔ اور نان نفقہ اور رہائش مہیا نہیں کر سکتا۔ مگر اس کا جسم اپنے مالک پر حرام ہے۔

شریعت نے لونڈیوں کی تعداد میں پابندی اس لئے نہیں لگائی کیونکہ جنگی حالات غیر یقینی ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ اتنا زیادہ قتال ہوتا ہے کہ آدمی بہت کم رہ جاتے ہیں اور خواتین قیدی بہت زیادہ۔ اس طرح کم از کم ان کو ایک آدمی کا تحفظ مل جاتا ہے۔ اور وہ بے آسرا نہیں ہوتیں اور نہ کھلے عام فحاشی اور زنا کا کوئی جواز رہتا ہے۔

شریعت کا مطلب یہ نہیں کہ امیر لوگ اپنے دولت کے بل بوتے پر بے شمار لونڈیاں خرید خرید کر جمع کر لیں اور اپنے گھر کو عیاشی کا اڈا بنا لیں۔

شانِ حضرت ابوبکر صدیقؓ

ترپنے پھڑکنے کی توفیق دے
دلِ مرتضٰی سوزِ صدیق دے

حضرت ابو بکرؓ کے والد کا نام ابو قحافہ تھا۔ قریش کی شاخ بنی تمیم سے تعلق رکھتے تھے۔ چھٹی پشت میں مرہ بن کعب پر آپؓ کا نسب حضورؐ سے مل جاتا ہے۔ حضورؐ کی پیدائش سے دو سال بعد پیدا ہوئے۔ نام عبداللہ اور لقب صدیق تھا۔

آپؓ کا گھر وہ پہلا گھر تھا جہاں قصرِ نبوت کے بعد ایمان و توحید کی شمع روشن ہوئی۔ اعلان نبوت سے پہلے بھی وہ آپؐ کے دوست تھے۔ وہ آپؐ کے رفیق اور یارِ غار تھے۔ ہجرت کے وقت آپؓ جب حضور اکرمؐ کے ساتھ غار ثور میں تین دن تک رہے تو آپؓ کی اس غار میں رفاقت ہی کی وجہ سے آج بھی گہرے دوستوں کے لئے یارِ غار کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔

غار ثور میں نہ صرف آپؓ کو رفاقت کا شرف حاصل ہوا بلکہ میزبانی کا شرف بھی حاصل ہوا۔ آپؓ کی بیٹی اسماء غار میں آپؐ کو کھانا پہنچاتی تھیں۔ آپؓ کے غلام عامر بن فہیرہ بکریاں چرانے کے بہانے غار میں دودھ دے جاتے۔ آپؓ کے بڑے بیٹے کفار کی دن بھر کی سرگرمیوں کی آپؐ کو رات کو رپورٹ پہنچاتے۔

جس رات حضورؐ غار میں تشریف لے گئے اور ابو بکرؓ آپؐ کے ساتھ تھے تو حال یہ تھا کہ کبھی آپؐ کے آگے چلتے اور کبھی پیچھے۔ حضورؐ نے اس کی وجہ پوچھی تو

عرض کی یا رسول اللہ مجھے پیچھا کرنے والے کا خیال آتا ہے تو پیچھے چلنے لگتا ہوں اور
جب یہ اندیشہ ہوتا ہے کہیں آگے سے کوئی خطرہ نہ ہو تو آگے آجاتا ہوں۔ حضور
نے فرمایا تمہارا مطلب ہے کہ جب کوئی آفت آئے تو میری بجائے تم پر آئے۔

عرض کی جی ہاں'۔ پھر جب غار پر پہنچے تو عرض کی آپ ذرا ٹھہریں میں اندر جا
کر غار کو آپؐ کے لئے صاف اور محفوظ کردوں۔ چنانچہ اندر جا کر غار کو صاف او
محفوظ کیا پھر نکلے تو یاد آیا کہ ایک بل رہ گیا ہے۔ پس واپس گئے اور اسے بھی بند کر
دیا۔ بعض روایات میں اسکی تفصیل اس طرح ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق
اندھیرے میں ٹٹول کر ایک ایک سوراخ اور بل کو تلاش کرتے اور اپنی چادر پھاڑ
پھاڑ کر اس کو بند کرتے جاتے۔

ایک روایت حافظ ابو القاسم بغوی نے ابن ابی ملیکہ سے نقل کی ہے۔ جس
میں نافع بن عمر الجمعی کا یہ بیان درج ہے کہ غار میں ایک بل رہ گیا تھا تو حضرت ابو بکر
نے اس پر اپنی ایڑی لگادی۔ تاکہ کوئی موزی جانور اس سے نکل کر حضورؐ کو کاٹ نہ
لے۔

غار میں رفاقت کی نسبت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپؓ کو ثانی اثنین یعنی
غار ثور میں جو "دو تھے ان کا دوسرا" کا لقب دیا۔ سورہ توبہ آیت نمبر ۴۰ میں اللہ
تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"اگر تم پیغمبر کی مدد نہ کرو گے تو خدا ان کا مددگار ہے (وہ وقت تم کو
یاد ہو گا) جب کافروں نے ان کو گھر سے نکال دیا (اس وقت) دو (ہی
شخص تھے جن) میں (ایک ابو بکرؓ تھے) دوسرے (خود رسول اللہؐ)۔ جب

وہ دونوں غار میں تھے۔ اس وقت پیغمبر اپنے رفیق کو تسلی دیتے تھے کہ غم نہ کرو۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔"

عشق رسولؐ آپؓ کے رگ و پے میں سرایت کر چکا تھا۔ ہجرت سے پہلے جب مسلمانوں کی تعداد ۳۹ ہو گئی تو ایک جگہ اکٹھے ہو کر حضورؐ نے خطبہ توحید دیا۔ اس پر کفار نے آپؐ پر دست درازی شروع کر دی۔ حضرت ابو بکرؓ چھڑانے لگے تو کفار نے ان کو اتنا پیٹا کہ بے ہوش ہو گئے اور ناک بالکل چپٹی ہو گئی۔ اسی حالت میں انہیں گھر پہنچایا گیا۔ جب ہوش آئی تو پہلا سوال یہی کیا کہ رسول اللہؐ کا کیا حال ہے؟ اور اس وقت تک چین نہ آیا نہ کچھ کھایا پیا جب تک حضورؐ کی خیریت معلوم نہ کر لی۔

حاکم کی روایت حضرت علیؓ سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل سے پوچھا۔ "ہجرت میں کون میرے ساتھ ہو گا۔ تو انہوں نے کہا۔ "ابو بکرؓ"۔

ابن جریر عروہ بن زبیر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے ہجرت کرنے والے صحابہ کے ساتھ جانے کے لئے دو اونٹنیاں خرید رکھی تھیں۔ جب انہیں یہ امید ہو گئی کہ ان کو حضورؐ کی ہمراہی کا شرف حاصل ہو گا تو انہوں نے ان اونٹنیوں کو خوب کھلا پلا کر تیار کیا۔

اس واقعہ پر حضرت عمرؓ فرماتے تھے۔ خدا کی قسم ابو بکرؓ کی ایک رات آل عمرؓ کی ایک رات سے افضل ہے۔ اور ان کا ایک دن آل عمرؓ ایک دن سے افضل ہے۔

مکہ میں صرف آپؓ کا مزاج حضورؐ سے ملتا تھا۔ حضورؐ جب ۲۰ سال کے تھے تو آپؓ ۱۸ سال کے تھے اور تب سے آپؐ کے دوست تھے۔

آپؓ کا پیشہ تجارت تھا اور قوم کے رئیسوں میں سے تھے۔ اپنے اخلاق کی

وجہ سے لوگوں میں بہت مقبول تھے۔ گویا اسلام لانے سے پہلے اسلامی طریق حیات اختیار کر چکے تھے۔

خلیفہ بننے کے بعد بھی کچھ عرصہ تک اپنے گذر اوقات کے لئے مدینہ کے بازار میں کپڑا بیچتے رہے۔ لیکن پھر جب مصروفیات بڑھ گئیں تو صحابہؓ کے زور دینے پر بیت المال سے معمولی وظیفہ قبول کیا۔

مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابو بکرؓ حضورؐ پر ایمان لائے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کی سورہ الزمر آیت نمبر ۳۳ میں ہے۔

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ (الزمر ۳۳)

ترجمہ : "اور وہ جو صداقت لایا اور وہ جس نے صداقت کی تصدیق کی۔"

اس میں وہ جو صداقت لایا سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جس نے صداقت کی تصدیق سے مراد ابو بکر صدیقؓ ہیں۔

۲۷ رجب کو ہجرت سے ایک سال پہلے معراج کا واقعہ پیش آیا۔ صبح جب خبر مکہ میں پھیلی تو کوئی اس واقعہ پر یقین کرنے کو تیار نہ تھا۔ کئی مسلمان یہ سن کر اسلام سے پھر گئے۔ لوگ اس واقعہ کی تصدیق کے لئے حضرت ابو بکرؓ کے پاس گئے جو لوگ اسلام کے خلاف تھے وہ خوش تھے کہ ابو بکر صدیقؓ جو حضورؐ کے رفیق ہیں وہ نہ مانے تو خود ہی تحریک اسلام ختم ہو جائے گی۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہ واقعہ سن کر فرمایا اگر واقعی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ بیان فرمایا ہے تو بالکل سچ ہے۔ پھر آپؓ حرم کعبہ میں آئے۔ وہاں آپؐ کا مذاق اڑانے کے لئے ایک مجمع موجود تھا۔

حضرت ابو بکرؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ کیا آپؐ نے ایسا فرمایا ہے۔ حضورؐ نے جواب دیا "ہاں" حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی وہاں کا نقشہ بیان کریں۔ آپؐ نے بیت المقدس کا نقشہ۔ اس طرح بیان فرمایا گویا وہ آپؐ کے سامنے موجود ہے۔ مجمع میں بکثرت لوگ ایسے تھے جو بیت المقدس جا چکے تھے۔ خود حضرت ابو بکرؓ نے بیت المقدس دیکھا ہوا تھا۔ اس لئے جو لوگ آپؐ کو جھٹلانا چاہ رہے تھے۔ وہ حضرت ابو بکرؓ کی اس تصدیق اور تدبر سے حیران رہ گئے اور جھٹلانے کی جرأت نہ کر سکے۔

جس وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ ایمان لائے اس وقت ان کے پاس چالیس ہزار درھم نقد موجود تھے۔ لیکن دس سال بعد جب انہوں نے مدینہ ہجرت کی تو ان کے پاس صرف پانچ ہزار درہم تھے۔ حالانکہ اس دوران وہ برابر تجارت کرتے رہے اور نفع کماتے رہے۔

غزوہ تبوک غزوہ عُسرہ جو کہ خشک سالی اور مسلمانوں کی تنگ دستی کے دنوں میں ہوا۔ اس کیلئے حضورؐ نے اپنے صحابہ کرامؓ سے چندے کی اپیل کی۔ اس موقع پر حضرت عثمانؓ نے اپنی فیاضی اور دریا دلی سے لشکر اسلام کی مدد کی جو نو سو اونٹ ایک ہزار دینار جو تقریباً" ساڑھے پانچ کلو سونے کے سکے کے برابر اور ساڑھے ۲۹ کلو چاندی اور ایک سو گھوڑے کے برابر تھی۔ تمام اونٹ اور گھوڑے پالان اور کجاوے کے ساتھ تھے۔

حضرت عمرؓ جن کے پاس کافی مال تھا اس کا آدھا حصہ لے کر حضورؐ کی خدمت میں گئے اور دل میں سوچا کہ آج میں حضرت ابو بکرؓ سے بازی لے جاؤں گا۔ لیکن وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ حضرت ابو بکرؓ اپنے گھر کا سارا سامان لے آئے ہیں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھ کو یقین ہو گیا ہے کہ اب میں حضرت ابو بکرؓ سے کبھی

بازی نہیں لے جا سکتا۔

رسول اللہؐ نے پوچھا کہ اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا۔ انہوں نے عرض کیا۔ میں نے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑا ہے۔ اس واقعے کو علامہ اقبال نے اپنی نظم میں بہت ہی خوبصورت طریقے سے بیان کیا ہے۔ نظم کے آخر میں لکھتے ہیں۔

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لئے خدا کا رسولؐ بس

سیدنا بلال حبشیؓ امیہ بن خلف کے غلام تھے وہ سنگدل انسان انہیں دوپہر کے وقت تپتی ہوئی زمین پر لٹا دیتا اور سینے پر بھاری پتھر رکھ دیتا لیکن حضرت بلال حبشیؓ اس حالت میں بھی احد احد پکارتے۔ بقول اقبال

وہ آستاں نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کے لئے
کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کے لئے

حضرت ابو بکرؓ نے بلال حبشیؓ کو خرید کر آزاد کر دیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ "حضرت ابو بکرؓ ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے سردار کو آزاد کیا۔ حضرت عمرؓ حضرت بلال حبشیؓ کو یا سیدنا' کہتے تھے۔

اس کے علاوہ آپؓ نے بے شمار غلام اور لونڈیاں خرید خرید کر اللہ کی رضا کے لئے آزاد کئے۔ اس پر آپؓ کے والد ابو قحافہ نے کہا۔ ابو بکرؓ تم زیادہ تر عورتوں اور وہ بھی بوڑھوں کو خرید کر آزاد کرتے ہو۔ بھلا یہ تمہارے کس کام آئیں گے۔ ان کے بجائے تم تندرست و توانا غلام مردوں کو خرید کر آزاد کرو تو کبھی وقت پڑنے پر وہ تمہاری مدد بھی کر سکتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا میں تو یہ سب کچھ اللہ

خداوندی حاصل کرنے کے لئے کرتا ہوں۔

گویا ان کا یہ اقدام بالکل قرآن پاک کی سورہ لیل کی آیات ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱ کے مطابق تھا۔

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۙ الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۚ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۙ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۚ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ؏ (والضحیٰ ۱۷ تا ۲۱)

ترجمہ: "اور جو بڑا پرہیز گار ہے وہ (اس سے) بچالیا جائے گا۔

"جو مال دیتا ہے تاکہ پاک ہو"۔

"وہ اس لئے نہیں (دیتا کہ) اس پر کسی کا احسان ہے۔ جس کا وہ بدلہ اتارتا ہے۔"

"بلکہ وہ اپنے خداوند اعلیٰ کی رضا مندی حاصل کرنے کے لئے دیتا ہے۔"

"اور وہ عنقریب خوش ہو جائے گا۔"

شاہ ولی اللہ ازالتہ الخفا میں اور دیگر علماء کا کہنا ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکرؓ صدیق کی فضیلت میں اتری ہے۔

ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ پہنچتے ہی ایک مسجد بنانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ مسجد کے لئے حضورؐ نے جو زمین پسند فرمائی۔ وہ دو یتیم بچوں سہل' اور سہیل' کی ملکیت تھی۔ جو سعد بن زرارہ کی کفالت میں تھے۔ انہوں نے اسے مفت آپؐ کی نذر کرنا چاہا۔ لیکن آپؐ نے نذر قبول نہ کی۔ اس قطعہ زمین کی قیمت ادا کرنے کی

سعادت حضرت ابو بکر صدیقؓ کو حاصل ہوئی۔

اس سے بڑھ کر اور عشق رسولؐ کیا ہو گا کہ آپؓ نے اپنی پیاری بیٹی عائشہ صدیقہؓ کا نکاح صرف چھ سال کی عمر میں رسول کریمؐ سے کر دیا۔ نکاح تو ہجرت سے پہلے ہو چکا تھا۔ مدینہ پہنچنے کے بعد جب حضرت عائشہؓ کی عمر ۹ سال ہو گئی تو حضرت ابو بکرؓ نے حضورؐ سے رخصتی کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا۔ "میرے پاس مہر ادا کرنے کو نہیں۔" اس پر حضرت ابو بکرؓ نے مہر کی رقم آپؐ کی خدمت میں پیش کر دی اور حضرت عائشہؓ کو انتہائی سادگی سے رخصت کیا۔

صلح حدیبیہ کی بعض شرائط ایسی تھیں جو بظاہر بالکل مسلمانوں کے حق میں نہ تھیں۔ تمام صحابہؓ قریش مکہ کے خلاف غصے سے بھرے ہوئے تھے۔ لیکن اس وقت بھی صرف حضرت ابو بکرؓ کی ہستی ایسی تھی جو سراپا یقین تھی۔ آپؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا۔ رسول اللہؐ جو کچھ کرتے ہیں اللہ کے حکم سے کرتے ہیں۔ یقیناً اس میں بھلائی ہو گی۔ اس کے بعد سورہ فتح نازل ہوئی اور صلح نامہ کی یہی شرائط فتح مکہ کا پیش خیمہ ہوئیں۔

سورہ الحدید آیت نمبر ۱۰ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِؕ لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَؕ اُولٰٓىٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْاؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰىؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝ (حدید ۱۰)

ترجمہ : "اور تم کو کیا ہوا کہ خدا کے راستے میں خرچ نہیں کرتے۔

حالانکہ آسمانوں اور زمینوں کی وراثت خدا ہی کی ہے۔ جس شخص نے تم میں سے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور لڑائی کی وہ (اور جس نے یہ کام پیچھے کیے وہ) برابر نہیں۔ ان کا درجہ ان لوگوں سے بڑھ کر ہے جنھوں نے بعد میں خرچ (اموال) اور کفار سے جہاد و قتال کیا اور خدا نے سب سے (ثواب) نیک (کا) وعدہ تو کیا ہے اور جو کام تم کرتے ہو خدا ان سے واقف ہے۔"

حضرت ابو بکرؓ نے بھی حضورؐ کی وفات کے دو سال بعد اتنی ہی عمر اور اسی دن وفات پائی تھی جس دن حضورؐ نے وفات پائی تھی دونوں کا جنازہ ایک ہی چارپائی پر اٹھایا گیا اور دونوں کی تدفین رات کو ہوئی آپؓ زندگی میں بھی حضورؐ کے رفیق رہے اور وفات کے بعد بھی حضورؐ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

آپؓ نے اپنی خلافت سے پہلے حضرت عائشہؓ کو جائیداد کا ایک ٹکڑا ہبہ کیا تھا۔ وفات کے وقت آپؓ نے حضرت عائشہؓ کو فرمایا کہ اس میں سے اپنے بھائیوں کو حصہ دے دینا۔ اس طرح حضورؐ کی طرح آپؓ نے کوئی وراثت بھی نہ چھوڑی اور نہ ہی کبھی بیت المال میں کچھ جمع ہونے دیا جو تھا مسلمانوں میں برابر تقسیم کر دیتے تھے۔

آپؓ کے ذاتی کردار کا یہ عالم تھا کہ مسطح بن اثاثہ ان لوگوں میں شریک تھے۔ جو حضرت عائشہؓ کے خلاف بہتان پھیلا رہے تھے۔ ان کے پورے خاندان کی کفالت حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے ذمے لے رکھی تھی۔ مسطح کی ماں حضرت ابو بکرؓ کی خالہ زاد تھیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ سورہ نور کی آیات میں جب اللہ تعالیٰ نے میری برات نازل فرمائی تو حضرت ابو بکرؓ نے قسم کھالی کہ وہ آئندہ کے لئے مسطح بن اثاثہ کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیں گے۔ کیونکہ انہوں نے نہ رشتہ داری کا

خیال کیا اور نہ ان احسانات ہی کی کچھ شرم کی جو وہ ساری عمران پر اور ان کے
خاندان پر کرتے رہے تھے اس پر سورہ نور کی آیت نمبر ۲۲ حضورؐ پر نازل ہوئی
ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا
أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ
لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ (النور ۲۲)

ترجمہ: "اور جو لوگ تم میں صاحب فضل اور صاحب وسعت ہیں
وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ رشتہ داروں اور محتاجوں اور وطن چھو
جانے والوں کو کچھ خرچ پات نہیں دیں گے ان کو چاہیے کہ معاف
دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ خدا تم کو بخش دے؟
خدا بخشنے والا مہربان ہے۔"

اس کو سنتے ہی حضرت ابو بکرؓ نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور پھر مسطح کی م
کرنی شروع کر دی اور پہلے سے زیادہ ان پر احسان کرنے لگے۔ آپ کی رحم دلی عف
درگزر کی یہ بہترین مثال ہے۔ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؓ سے
بے حد محبت تھی۔ اس کا آپؐ نے کئی دفعہ اظہار کیا۔ وفات سے کچھ دنوں پہ
فرمایا!

"ابو بکرؓ اپنی صحبت اور مال کے لحاظ سے میرا سب سے بڑا محسن
ہے۔ اگر میں خدا کے سوا کسی کو اپنا دوست بنا سکتا تو ابو بکرؓ کو بناتا۔ لیکن
اسلامی اخوت و محبت افضل ہے۔"

اس کے بعد حکم ہوا کہ ابو بکرؓ کے دروازے کے سوا مسجد کے احاطہ میں جس قدر دروازے ہیں بند کر دئے جائیں۔ ایک دفعہ حضرت عمرو بن العاص نے پوچھا کہ مردوں میں آپؐ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ "ابو بکرؓ"

اسلام سے پہلے عرب میں چند ہی لوگ تھے جو لکھنا جانتے تھے۔ انہیں چند لوگوں میں حضرت ابو بکرؓ بھی تھے۔ آپؓ کا شمار کاتبین وحی میں بھی ہے۔

حج فرض ہونے کے پہلے ہی سال آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ ہی کو امیر حج مقرر کیا۔

صرف آپ ہی کو خلیفہ رسول اللہ کے لقب سے مخاطب کیا گیا۔ باقی سب خلفاء امیر المومنین کہلائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے الفاظ ہیں۔

"حضورؐ کی وفات کے بعد مسلمانوں کی حالت بکریوں کے اس ریوڑ کی سی تھی جو جاڑوں کی ٹھنڈی رات میں بارش کی حالت میں جنگل بیاباں میں بغیر چرواہے کے رہ جائے۔ مگر صدیق اکبرؓ کی ایمانی قوت نے دشمنوں کی طاقت کی پرواہ نہ کی اور ان کے سامنے فولادی دیوار بن گئے۔"

آپؓ ہی کے حکم سے قرآن پاک صحیفہ واحد میں لکھا گیا۔ (یہ کام حضرت عمرؓ کے مشورے سے ہوا)

علامہ محب الدین طبری اپنی کتاب "الریاض النفرہ" میں اور محمد حسین ہیکل اپنی کتاب "ابو بکر صدیق اکبرؓ" میں لکھتے ہیں۔

"ابو بکرؓ کی وفات سے مدینہ تھرا اٹھا۔ اور لوگوں پر کرب و اضطراب

کی وہی کیفیت طاری ہو گئی جس کا نظارہ رسول اللہؐ کی وفات کے وقت دیکھنے میں
تھا۔ علیؓ بن ابی طالب روتے ہوئے آئے اور دروازے پر کھڑے ہو کر کہنے لگے

"اے ابو بکرؓ اللہ تم پر رحم کرے۔ واللہ! تم پہلے آدمی تھے جس نے رسول
اللہؐ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اسلام قبول کیا تھا۔ ایمان و اخلاص میں تمہارا ہم
کوئی نہ تھا۔ خلوص و محبت میں تم سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ اخلاق، قربانی
اور بزرگی میں تمہارا ثانی کوئی نہ تھا۔ اسلام اور مسلمانوں کی جو خدمت تم نے
اور رسول اللہؐ کی رفاقت میں جس طرح ثابت قدم رہے اس کا بدلہ اللہ ہی تمہیں
دے گا۔ جب ساری قوم رسول اللہؐ کی تکذیب میں مشغول تھی تو تم نے آپؐ کی
آواز پر لبیک کہا۔ جب ساری قوم آپؐ کو اذیتیں پہنچانے کے درپے تھے۔ تو تم نے
آپؐ کی حفاظت کی۔ جب رسول اللہؐ کی باتوں پر لوگ مطلق کان نہ دھرتے تھے
تم نے آپؐ سے مل کر اسلام کی تبلیغ کا فریضہ انجام دیا۔ تمہیں اللہ نے اپنی کتاب
میں "صدیقؓ" کے لقب سے سرفراز فرمایا"۔ چنانچہ فرماتا ہے۔

وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ

اے کافرو! اس شخص کے حالات پر غور کرو جو تمہارے پاس صدق و یقین سے بھرپور
پور باتیں کرنے آیا ہے۔ (رسول اللہؐ) اور اسے بھی دیکھو جو ان باتوں کی تصدیق
کرتا ہے (ابو بکرؓ) واللہ! تم اسلام کے حصن حصین تھے۔ کافروں کے لئے تمہارا
وجود انتہائی اذیت بخش تھا۔ تمہاری کوئی دلیل وزن سے خالی نہیں ہوتی تھی
تمہاری بصیرت اور فہم و فراست کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ تمہاری سرشت

کمزوری کا ذرا سا بھی دخل نہ تھا۔ تم ایک پہاڑ کی مانند تھے جسے تند و تیز آندھیاں بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا سکتیں۔ اگرچہ تم جسمانی لحاظ سے کم زور تھے لیکن دینی لحاظ سے جو قوّت تمہیں حاصل تھی اس کا کوئی مقابلہ ہی نہیں ہو سکتا۔ تم اپنے آپ کو بندہ پر تقصیر سمجھتے تھے۔ لیکن اللہ کے نزدیک تمہارا مرتبہ بے حد بلند تھا۔ تم دنیا والوں کی نظر میں واقعی ایک جلیل القدر انسان تھے اور مومنوں کی نگاہوں میں انتہائی رفیع الشان شخصیت کے مالک۔ لالچ اور نفسانی خواہشات تمہارے پاس بھی نہ پھٹکتی تھیں۔ ہر کمزور انسان تمہارے نزدیک اس وقت تک قوّی تھا اور ہر قوّی انسان اس وقت تک کمزور جب تک تم قوّی سے کمزور کا حق لے کر اسے نہ دلوا دیتے تھے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں تمہارے اجر سے محروم نہ رکھے اور ہمیں تمہارے بعد بے یار و مددگار نہ چھوڑ دے۔ بلکہ ہمارے سہارے کے لئے کوئی نہ کوئی سامان پیدا کرے۔"

حضرت علیؓ کا خطبہ ختم ہوا تو لوگ بے اختیار رونے لگے چند ماہ بعد حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بیوہ اسماء بنت عمیس سے نکاح کر لیا اور حضرت ابو بکرؓ کے فرزند محمد بن ابو بکرؓ کی نہایت محبت اور شفقت سے پرورش کی۔

اپنے تو اپنے غیر مسلم مؤرخین بھی آپ کی فضیلت کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے۔ جدید مغربی مؤرخ جے جے سونڈرس J.J.Saunders اپنی کتاب

A history of Medieval Islam London 1978

میں لکھتے ہیں۔

"پہلے خلیفہ کی یاد میں مسلمانوں کے دلوں میں ہمیشہ ایک ایسے

انسان کے طور پر جاگزیں رہی جو بے لوث وفاداری اور نرم و لطیف شفقت و مہر کا حامل تھا۔ اور جس کے مضبوط و مستحکم سکون و اطمینان کو کوئی سخت سے سخت طوفان بھی درہم برہم نہ کرسکا۔ ان کا عہد حکومت اگرچہ مختصر تھا لیکن اس میں کامیابیاں حاصل ہوئیں وہ بہت اہم نتائج کی حامل تھیں۔ ان کا زبردست ثبات استقلال نے ردہ کے بحران پر قابو پا کر عرب قوم کو دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل دیا۔ اور ان کے تسخیر شام کے عزم بالجزم نے عربوں کی عالمی سلطنت کی بنیاد دی۔"

انگریز مورخ سرجان گلب (Sir John Glubb) اپنی کتاب The Empire of the Arabs میں لکھتا ہے۔

"ابو بکرؓ اور عمرؓ دونوں ہی پیغمبر اسلام کے بہت قریبی دوست اور ساتھی رہے تھے۔ اور انہوں نے اپنی زندگیوں کو پوری طرح اسلام کے لئے وقف کر دیا تھا۔ خود پیغمبرؐ کی مانند وہ بھی دولت کی محبت سے بے گانہ تھے۔ (یعنی اس کو جمع کرنے کے خلاف تھے) اور حکومت و طاقت حاصل کرنے کے بعد بھی انہوں نے کسانوں جیسی زندگی کو برقرار رکھا۔ موٹے اون وغیرہ سے بنے ہوئے پیوند لگے کپڑوں میں ملبوس وہ اب بھی بکریوں کا دودھ ایسے دوہتے جیسے وہ اس سے پیشتر دوہتے رہے تھے۔"

یہی مصنف اپنی دوسری تصنیف The Great Arab Conquests میں لکھتا ہے۔

"پہلے دونوں خلفاء شہنشاہوں کی سی طاقت رکھنے کے باوجود غریب

پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس اور کفایت شعار رہے اور انہوں نے معمولی جھونپڑوں میں غریب اور مسکین کسانوں کی طرح اپنی زندگی بسر کی۔ دونوں میں ایک قدر مشترک یہ تھی کہ انہوں نے جزئیات تک میں پیغمبرؐ کی مثال اور نمونہ پر عمل کرنے کا عزم بالجزم کیا ہوا تھا۔ اس عزم نے دونوں کو منکسر المزاج بنا دیا تھا۔ کیونکہ ان کے سامنے اپنا کوئی ذاتی مفاد یا عزت و توقیر نہ تھی۔ دونوں نے ایسی واضح سادگی کا نمونہ پیش کیا جو اکثر ان لوگوں کا خاصہ ہوتا ہے۔ جو خود کو مکمل طور پر مذہب کے لئے وقف کر دیتے ہیں۔"

ایک اور انگریز مورخ آر۔ وی۔ سی۔ باڈلے (R.V.C.Bodley) اپنی کتاب "The Messenger" میں حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں لکھتا ہے۔

"حضرت ابو بکرؓ ایک امیر تاجر تھے اور بڑے غریب ماحول سے ترقی کر کے یہ درجہ اور دولت حاصل کی تھی۔ وہ بہت ہوشیار اور سمجھدار تھے۔ حالانکہ آپ آخر تک محمدؐ کی راست راز رہے اور وہ اسلام کے پہلے خلیفہ بھی بنے لیکن آپؓ کے سوچنے کا انداز اور رہن سہن کے طریقے درویشانہ تھے۔"

ہالینڈ کے مشہور مستشرق اور مورخ پروفیسر رائن ہارٹ ڈوزی (Dosy) عبرت نامہ اندلس میں حضرت ابو بکرؓ کے ایمان کی مضبوطی کی بہت تعریف کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

"جب پیغمبر خدا کا انتقال ہوا تو اسلام کا قصر متزلزل ہو کر گرنے کے قریب تھا۔ آپؐ کی وفات ایک زبردست اور عالمگیر بغاوت کے لئے

اشارہ ہو گئی۔ ہر جگہ مرتدین کو بالادستی حاصل ہونے لگی اور روزانہ مسلمان عمال جن میں مہاجر اور انصار دونوں تھے۔ مدینہ واپس آنے لگے کیونکہ مرتدین ان کو ان کے علاقے سے خارج کرنے لگے تھے۔ غرض نوبت یہاں تک پہنچی کہ مدینہ کے اردگرد جو قبائل تھے انہوں نے بھی سر اٹھایا اور مدینے کے محاصرے کے لئے تیاریاں شروع کر دیں۔ لیکن ان تمام خطروں میں امیرالمومنین ابو بکر صدیقؓ کو تذبذب یا تردد نہ ہوا لشکر اس وقت ان کے پاس نہ تھا کیونکہ رسول اللہؐ کی وصیت کو نہایت وفاداری سے انجام دینے کے لئے وہ فوج کو شام کی فتح کے لئے روانہ کر چکے تھے۔ اکثر مسلمان اس خیال سے کہ گھر میں خدشے درپیش ہیں کہتے ہی رہے کہ شام کی مہم کو ابھی ملتوی رکھا جائے۔ مگر انہوں نے (ابو بکر صدیقؓ) یہی جواب دیا کہ جو حکم پیغمبرؐ دے چکے ہیں میں اسے منسوخ نہیں کر سکتا۔ خواہ اس میں مدینہ بھیڑیوں کا شکار ہی کیوں نہ ہو جائے۔ اس لشکر کا کام وہی تھا جو رسول اللہ بتا گئے تھے۔ اگر امیرالمومنین ابو بکرؓ ذرا نرمی کرتے تو مرتدین سے معاملہ کرنے پر راضی ہو جاتے اور تھوڑی بہت رعائتیں منظور کر کے مرتدین کی مخالفت دور کر دیتے یا نجد کے اکثر قبائل کو اپنا خیر خواہ کر لیتے کیونکہ نجد سے وفود آئے ہوئے تھے اور وہ کہتے تھے کہ اگر عشر کی رقم ان کو معاف کر دی جائے تو وہ نمازیں جاری رکھیں گے۔ بڑے بڑے مسلمانوں کی اس وقت یہ رائے تھے کہ ان وفود کو نفی میں جواب نہ دیا جائے۔ لیکن یہ امیرالمومنین ابو بکرؓ ہی تھے جنہوں نے اس خیال کو برا اور اس مقدس دعوت کی شان کے خلاف سمجھا۔ جس کو دشمنوں سے محفوظ و مصئون رکھنا ان کا فرض تھا۔ انہوں (ابو بکر صدیقؓ) نے کہا کہ "اسلام کی شریعت ایک ہے۔ اس میں فرق نہیں ہو سکتا اور اس کی ہدایتوں میں کسی طرح کی کمی بیشی نہیں کی جا

سکتی۔"

یہ سن کر عمرؓ بولے۔ ابو بکرؓ کا ایمان ہم سب کے ایمانوں سے اگر وہ جمع کئے جائیں، زیادہ ہے۔

عمرؓ کا یہ خیال درست تھا کیونکہ خلیفہ اول کی عظمت اور قوت کا راز حقیقت میں ان کا یہی زبردست ایمان تھا۔

خود پیغمبر خدا سے شہادت ملتی ہے کہ جس قدر لوگوں نے ان کی نبوت کو تسلیم کیا۔ تھوڑی دیر کے لئے انہیں تامل ضرور ہوا تھا لیکن ابو بکرؓ کو مطلق نہیں ہوا۔ حضرت ابو بکرؓ کو نہ کوئی قدرت حاصل تھی نہ وہ کوئی بہت بڑے آدمی تھے۔ مگر ان میں وہ چیز موجود تھی جس سے ان کے دشمن محروم تھے۔ اور یہ چیز وہ تھی جس نے خود رسول اللہ کو فتحیاب وفیروزمند کیا تھا یعنی ایمان کی مضبوطی۔"

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام' کا عیسائی مصنف حضرت ابو بکرؓ کی اعلیٰ سیرت اور بلند اخلاق کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار یوں کرتا ہے۔

"صدیق اکبرؓ حضورؐ کے بچپن کے ساتھی تھے۔ آپؐ پر غیر متزلزل ایمان رکھتے تھے۔ واقعہ معراج پر لوگوں نے شک کیا تو آپؓ نے اس واقعے کو بلا چوں و چرا تسلیم کر لیا۔ اسی وجہ سے آپؓ کا لقب صدیق پڑ گیا۔ جب آپؓ کو معلوم ہوا کہ حضورؐ کے ساتھ ہجرت کرنے کی سعادت ملنے والی ہے تو فرط مسرت سے آنسو نکل آئے۔ آپؓ نے مسلمان غلاموں کو کفار کے پنجہ سے آزاد کرایا۔ اسلام کے لئے ہر قربانی دی۔ ہر مصیبت میں حضورؐ کا ساتھ دیا۔ حضورؐ کی مفارقت کبھی گوارا نہ کی۔ اسی لئے حبشہ کی ہجرت بھی نہ کی۔ قرآن مجید میں ہجرت کے بیان میں آپؓ کا ذکر کیا گیا ہے۔ آپؓ نے تمام مشکلات کا ثابت قدم رہ کر مقابلہ کیا۔

مانعین زکوٰۃ اور لشکر اسامہؓ کی روانگی کے معاملہ میں مستقل مزاجی کا ثبوت دیا۔"

امریکہ کے مورخ فلپ کے ہٹی (Philip K. Hitti) اپنی کتاب تاریخ عرب (History of the Arabs) میں آپؓ کی تعریف اس طرح کرتے ہیں۔

"حضرت ابو بکرؓ نے عرب میں اس وقت امن و امان قائم کیا جب پورہ عرب شورشوں کا گہوارہ بن گیا تھا۔ مدینہ سے آپؓ کا گھر دور تھا لیکن آپؓ روزانہ پیدل مدینہ آیا کرتے تھے۔"

ایک اور جگہ ابن سعد اور ابن اثیر کے حوالے سے پروفیسر ہٹی لکھتا ہے۔

"آپ کا عقیدہ حضورؐ پر غیر متزلزل تھا۔ اس لئے آپؓ کا لقب صدیق پڑ گیا۔ آپؓ مستقل مزاج اور مضبوط کردار کے مالک تھے۔"

اینڈرے سرویئر (Andre Servier) اپنی کتاب

"Islam and the Psychology of Muslim"

میں لکھتا ہے۔

"اس معمر اور نیک سیرت انسان (ابو بکرؓ) نے حکومت کی باگ ایسے وقت میں سنبھالی جب کہ چاروں طرف بغاوت برپا تھی۔ مگر آپؓ نے اپنی مذہبی عقیدت مندی اور غیر متزلزل عزم سے حضرت محمدؐ کی شروع کردہ اشاعت اسلام کو پھر سے زندہ کر دیا۔"

سر ولیم میور (Sir William Muir) جیسا متعصب مورخ بھی آپؓ

کی عظمت کا اعتراف ان لفظوں میں کرتا ہے۔

"اگرچہ آپؓ کا عہد حکومت مختصر تھا لیکن محمدؐ کے بعد اسلام ابو بکرؓ سے زیادہ کسی اور کا ممنون و احسان مند نہیں ہے۔ (یعنی ابو بکرؓ سے زیادہ اسلام کی خدمت کسی اور نے نہیں کی) آپؓ نے نوزائیدہ اسلام کو مکمل طور پر ختم ہونے سے بچالیا۔"

ایچ جی ویلز (H.G. Wells) اپنی کتاب (A Short History of the World) میں لکھتا ہے۔

"یہ کہا گیا ہے کہ اسلامی سلطنت کے صحیح معنوں میں بنیاد رکھنے والے محمدؐ سے زیادہ آپؐ کے دوست اور مددگار حضرت ابو بکرؓ تھے۔ اگر محمدؐ ابتدائی اسلام کے ذہن اور تصور تھے تو ابو بکرؓ اس کا ضمیر اور عزم تھے۔ اور جب کبھی محمدؐ گھبراتے یا پریشان ہوتے تو ابو بکرؓ انؐ کی ڈھارس بندھاتے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انتقال ہوا تو ابو بکرؓ آپؐ کے خلیفہ بنے اور ایک ایسے ایمان کے ساتھ جو پہاڑوں کو بھی اپنی جگہ سے ہلا کر رکھ دیتا ہے۔ انہوں نے بڑی سادگی اور ہوش مندی سے تین تین یا چار چار ہزار عربوں پر مشتمل چھوٹی سی افواج کے ساتھ ساری دنیا کو اللہ کے تابع فرمان بنانے کا بیڑا اٹھایا۔"

ٹی ڈبلیو ارنلڈ (T.W. Arnold) نے اپنی کتاب "The Preaching of Islam" میں لکھا ہے۔ کہ

"وہ (ابو بکرؓ) ایک دولت مند تاجر تھے۔ اعلیٰ کردار، ذہانت اور

قابلیت کی بناء پر ان کے ہم وطن ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے اپنی دولت کا بڑا حصہ مسلمان غلاموں کو خریدنے پر صرف کر دیا۔ جنہیں ان کے آقا (کفار) اسلام قبول کرنے پر اذیتیں دیتے تھے۔"

ایک مشہور مستشرق نولڈیکے کہتا ہے۔

"اللہ اور محمدؐ کی رسالت پر ابو بکرؓ کے ایمان کو اس پہاڑ سے تشبیہ دی جاسکتی ہے جو کسی حالت میں بھی اپنی جگہ سے نہیں سرکتا۔"

شانِ حضرت عمر فاروقؓ

اب تلک یاد ہے قوموں کو حکایت ان کی
نقش ہے صفحہ ہستی پہ صداقت ان کی

(اقبال)

آپؓ قریش کی شاخ بنو عدی کے معزز فرد تھے۔ آپؓ کا سلسلہ نسب ساتویں پشت پر حضورؐ سے جا ملتا ہے۔

یہ وہ عظیم ہستی ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے ایسی بصیرت ایسی بہادری اور جلال بخشا کہ آپؓ حق و باطل میں امتیاز کرنے کی علامت بن گئے۔ اور تاریخ میں آپؓ کو 'فاروق اعظم' کا لقب ملا۔

حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کی دعا حضورؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمائی تھی۔

محمد حسین ہیکل مصری مصنف نے اپنی کتاب 'فاروق اعظم' میں لکھا ہے۔ کہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود فرماتے ہیں۔

"عمرؓ کا اسلام ہماری فتح ان کی ہجرت ہماری کامیابی اور ان کی امارت خدا کی رحمت تھی۔ جب تک عمرؓ اسلام نہیں لائے تھے ہم کعبہ میں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے لیکن جب وہ مسلمان ہوئے تو قریش کو لڑ بھڑ کر مجبور کر دیا کہ مسلمانوں کو کعبے میں نماز سے نہ روکیں۔" وہ یہ بھی فرماتے تھے کہ "جب سے عمرؓ نے اسلام قبول کیا ہم سربلند ہیں۔"

حضرت صہیبؓ بن سنان سے ایک روایت منقول ہے کہ۔

"جب عمرؓ مسلمان ہوئے اسلام کھل کر سامنے آ گیا اور اس کی دعوت اعلانیہ دی جانے لگی۔ ہم کعبہ کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھتے اور بیت اللہ کا طواف کرتے، زیادتی کرنے والے سے بدلہ لیتے اور دریدہ دہنی سے پیش آنے والے کو منہ توڑ جواب دیتے تھے۔"

حضرت عمرؓ نے بھی قریش کے ہاتھوں وہی تکلیفیں برداشت کیں جو دوسرے صحابہؓ برداشت کرتے تھے۔ مولانا شبلی نعمانی اپنی کتاب 'الفاروق' میں بحوالہ انساب الاشراف بلاذری طبقات ابن سعد و اسد الغابہ ابن عساکر و کامل ابن الاثیر لکھتے ہیں۔

"جب حضورؐ ارقمؓ کے مکان میں جو کوہ صفا کے نیچے واقع ہے مقیم تھے تو حضرت عمرؓ نے اندر قدم رکھا تو رسول اللہؐ خود آگے بڑھے اور دامن پکڑ کر فرمایا۔ "کیوں عمرؓ کس ارادے سے آئے ہو؟" نبوت کی پر رعب آواز نے ان کو کپکپا دیا۔ نہایت خضوع کے ساتھ عرض کی۔ "ایمان لانے کے لئے"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بے ساختہ 'اللہ اکبر' پکار اٹھے اور ساتھ ہی تمام صحابہؓ نے مل کر اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا کہ مکہ کی تمام پہاڑیاں گونج اٹھیں۔"

محاضرات الخضری، جلد نمبر ۱ صفحہ ۲۹۴ میں ہے۔

"عام طور سے مسلمان ہجرت مدینہ کے وقت کافروں کے شر سے بچنے کے لئے یہ سفر خاموشی سے کر رہے تھے۔ مگر حضرت عمرؓ نے اسے پسند نہ کیا۔ آپؓ نے اپنے بدن پر ہتھیار سجائے اور پھر کافروں کے مجمع

میں سے گذرتے ہوئے خانہ کعبہ پہنچے وہاں بڑے اطمینان سے طواف کیا' نماز ادا کی پھر بلند آواز سے اعلان کیا "میں مدینہ جا رہا ہوں جسے اپنی ماں کو اپنے غم میں رلانا ہو وہ اس وادی کے باہر مجھ سے مقابلہ کرے" مگر کافروں میں سے کسی کو مقابلہ کرنے کی جرات نہ ہوئی۔"

اس روایت کی تصدیق اور مورخین نہیں کرتے۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے خاموشی سے ہجرت کی ہو۔ لیکن ایسا انہوں نے بزدلی سے نہ کیا ہو گا۔ کیونکہ بزدلی کا ان کی ساری زندگی میں کہیں نام و نشان نہ تھا بلکہ ایسا حضورؐ کے حکم سے کیا ہو گا۔ آپؓ کے اسلام قبول کرنے سے اسلام کو بہت تقویت ملی۔ آپؓ سچے عاشق رسول تھے جب بھی کسی کو آپؐ کے فرمان کی خلاف ورزی کرتے ہوئے دیکھتے تو فوراً" تلوار نکال کر اس کا سر قلم کرنے کو تیار ہو جاتے۔

عمر فاروقؓ حد درجہ ذہین۔ سلیم الطبع' بالغ نظر اور صائب الرائے تھے۔ قرآن پاک کے متعدد احکامات آپؓ کی رائے کے مطابق نازل ہوئے۔ آپؓ فقہ اور اجتہاد میں بلند مقام رکھتے تھے آپؓ کے تفقہ فی الدین کی صداقت اس واقعے سے ملتی ہے۔

ایک یہودی اور منافق مسلمان میں کسی بارے میں تنازعہ ہوا انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کروایا۔ آپؐ نے بیانات کے بعد یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ وہ منافق مسلمان حضرت عمرؓ کے پاس آیا کہ آپؓ مسلمان ہونے کے ناطے اس کا ساتھ دیں گے۔ حضرت عمرؓ ان دنوں حضورؐ کے حکم سے مدینے میں قضا کرتے تھے۔ جب آپؓ کو معلوم ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس مقدمے کا فیصلہ فرما چکے ہیں اور اب منافق مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے تو تلوار اٹھا کر

منافق کا سر قلم کر دیا۔ اس کے وارث حضورؐ کے پاس گئے اور خون کا دعویٰ کیا او
قسمیں کھانے لگے کہ ہم عمرؓ کے پاس صرف اس لئے گئے تھے کہ شاید صلح کرو
دیں۔ تب سورہ النساء کی آیت نمبر ۶۵ نازل فرمائی گئی۔ تمام مفسرین نے اس آیت
کی شان نزول میں یہی واقعہ لکھا ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ
ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا
تَسْلِيْمًا ۝ (نساء ۶۵)

ترجمہ : "تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعا
میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کرو اس سے اپنے دل م
تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہو
گے۔"

اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس فیصلے کی توثیق کی اور مستقل طور پر یہ اصول ے
پایا کہ نبی کریمؐ کے فیصلے کو آخری حیثیت حاصل ہے اور جو اس فیصلے کو درس
تسلیم نہ کرے وہ مومن نہیں۔

الہامی شخصیت

مدینہ میں حضرت عمرؓ کی بے شمار صلاحیتیں ظاہر ہوئیں۔ محمد حسین ہیکل ا
کتاب "عمر فاروق اعظم" میں لکھتے ہیں کہ مدینہ میں حضرت عمرؓ کی کچھ ا
صلاحیتیں بھی ظاہر ہوئیں جو مکہ میں ظاہر نہ ہوئی تھیں۔ مثلاً "یہ معلوم ہوا کہ وہ
الہامی شخصیت کے مالک ہیں۔ جو کچھ سوچتے ہیں کم و بیش وہی ہو جاتا ہے۔ مدینہ کی
ابتدائی زندگی میں مسلمان نماز کے لئے خود بخود جمع ہو جاتے تھے۔ اعلان کا کوئی

ذریعہ نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی فکر تھی۔ پہلے خیال آیا کہ بگل کو ذریعہ اعلان بنایا جائے لیکن یہ یہودیوں کا طریقہ تھا۔ اس لئے آپؐ نے پسند نہ فرمایا اور حکم دیا عیسائیوں کی طرح ناقوس بجا کر اعلان کیا جائے۔ چنانچہ ناقوس تیار ہوا اور حضرت عمرؓ کے سپرد یہ خدمت کی گئی کہ وہ کل صبح آئیں تو اس کے لئے دو لکڑیاں خرید لائیں۔ رات کو حضرت عمرؓ اپنے گھر میں سو رہے تھے۔ کہ آپؓ نے خواب میں کسی کو کہتے سنا۔ "ناقوس نہ بجاؤ۔ نماز کے لئے اذان دو۔" صبح آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خواب سنانے حاضر ہوئے۔ لیکن رسالت مابؐ کو اس سے پہلے وحی نازل ہو چکی تھی۔ روایت ہے کہ حضرت عبداللہؓ بن زید حضرت عمرؓ سے پہلے رسول اللہؐ کی خدمت میں پہنچے اور کہا یا رسول اللہؐ آج رات میں نے خواب دیکھا کہ ایک سبز پوش ہاتھ میں ناقوس لئے میرے پاس آیا۔ میں نے کہا اے خدا کے بندے یہ ناقوس بیچے گا؟ بولا تم اس کا کیا کرو گے؟ میں نے جواب دیا نماز کا اعلان کریں گے۔ اس نے کہا اگر میں اس سے بھی اچھی ترکیب بتا دوں۔ یہ کہہ کر حضرت عبداللہؓ بن زید نے اذان سنائی۔

حضورؐ نے حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا۔ حضرت عمرؓ اس وقت گھر میں تھے۔ اور عرض کی اے اللہ کے نبیؐ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں نے بھی یہی خواب دیکھا تھا۔ اس دن سے اذان دی جانے لگی اور آج تک دن میں پانچ مرتبہ ان مبارک کلمات سے فضا معطر ہوتی ہے۔

مولانا شبلی اپنی کتاب الفاروق، محمد حسین ہیکل اپنی کتاب فاروق اعظم، اور تاریخ عمر بن خطاب ابن جوزی صفحہ نمبر ۳۶ میں لکھتے ہیں۔

"جنگ بدر میں مسلمانوں نے دشمن کے ۷۰ آدمی گرفتار کئے جن

میں سے بیشتر قریش کے سردار اور امراء تھے۔ ان قیدیوں کے متعلق سب سے زیا
مخالفانہ روش حضرت عمرؓ کی تھی۔ جب کہ قیدیوں کو اپنی زندگی عزیز تھی اور چا
تھے کہ ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ وہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس سفارش
کے لئے گئے۔ انہوں نے سفارش کا وعدہ کر لیا۔ جب کہ حضرت عمرؓ کا جواب ایک
قہر آلود نگاہ تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے خدمت نبویؐ میں عرض کی ان قیدیوں پر احسا
کیا جائے اور انہیں فدیہ کی رقم لے کر چھوڑ دیا جائے۔ فدیے کی رقم سے
مسلمانوں کو قوت پہنچے گی۔ لیکن حضرت عمرؓ کا غصہ اپنی آخری حد تک پہنچا ہوا تھ
انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ یہ اللہ کے دشمن ہیں۔ انہوں نے آپؐ کو جھٹلایا' آ
سے لڑے اور آپؐ کو مکہ سے نکال دیا۔ ان کی گردنیں ماردی جائیں۔ یہ گمراہی
سردار اور کفر کے امام ہیں ان کے قتل سے اسلام کو سربلندی حاصل ہوگی اور ا
شرک ذلیل ہو جائیں گے۔

اس مسئلے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے مشورہ کیا
بات فدیہ قبول کر لینے پر ختم ہوئی۔ آپؐ نے فدیہ لے کر قیدیوں کو آزاد کر د
لیکن اس کے بعد فوراً" وحی نازل ہوئی اور سورہ الانفال آیت نمبر ۶۷ میں ار
باری تعالیٰ ہے۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ۭ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ڰ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (انفال ۶۷)

ترجمہ: "پیغمبر کو شایان نہیں کہ اس کے قبضے میں قیدی رہیں جب
تک (کافروں کو قتل نہ کرے) زمین میں کثرت سے خون (نہ) بہا دے

تم لوگ دنیا کے مال کے طالب ہو اور خدا آخرت (کی بھلائی) چاہتا ہے اور خدا غالب حکمت والا ہے۔"

اس طرح اسیران بدر کے سلسلے میں بھی حضرت عمرؓ کی رائے نے الہامی شخصیت ہونے کا ثبوت فراہم کردیا۔ جیسا کہ پہلے اذان کے مسئلے پر ظاہر ہوچکا تھا۔

اس واقعے سے حضرت عمرؓ رسول اللہؐ کے اور قریب ہو گئے جس طرح حضرت ابو بکرؓ آپؐ کے قریب اور دوست تھے۔ اور حضورؐ نے حضرت عمرؓ کی بیٹی حضرت حفصہؓ سے شادی کرلی۔ اور وہ بھی حضرت ابو بکرؓ کی بیٹی حضرت عائشہؓ کی طرح ام المومنین ہو گئیں اور یہ اعزاز کتنا بڑا ہے کہ دونوں پیارے دوست حضورؐ کے سُسر بھی ہوئے۔

عبداللہ بن ابی ایک مشہور منافق تھا اور حضرت عمرؓ اسے بڑی حقارت سے دیکھتے تھے۔ جب وہ مرا تو رسول اللہؐ نے اس کی نماز جنازہ پڑھانی چاہی۔ لیکن حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور اسلام سے اس کے بغض کا ذکر کرتے ہوئے قرآن شریف کی سورہ توبہ آیت نمبر ۸۰ کا حوالہ دیا جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

"اے رسولؐ ان کے لئے دعائے مغفرت چاہو نہ چاہو (برابر ہے) اگر تم ۷۰ بار بھی ان کے لئے مغفرت چاہو گے تو بھی اللہ انہیں نہیں بخشے گا۔"

رحمتہ اللعالمینؐ حضرت عمرؓ کی اس جرأت تنقید پر مسکرائے اور فرمایا کہ "اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ ستر بار سے زیادہ مغفرت چاہنے پر اس کی بخشش ہو جائے گی تو میں اس سے زیادہ بار اس کے لئے مغفرت چاہوں گا۔"

اس کے بعد نماز جنازہ پڑھی اور اس کی میت کے ساتھ تشریف لے گئے یہاں
تک کہ اس کے دفن سے فارغ ہو گئے اس کے بعد یہ وحی نازل ہوئی۔ سورہ توبہ
آیت نمبر ۸۴

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى
قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ
فٰسِقُوْنَ ۝ (توبہ ۸۴)

ترجمہ : "اور اے پیغمبر ان میں سے کوئی مر جائے تو کبھی اس (کے
جنازے) پر نماز نہ پڑھو اور نہ ہی اس کی قبر پر جا (جا کر) کھڑے ہونا۔
خدا اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرتے رہے اور مرے بھی تو
نافرمان"

اہل مکہ کو نبیذ (شراب) کا بے حد شوق تھا۔ خود حضرت عمرؓ جاہلیت میں
شراب پیتے تھے۔ دوسرے مسلمان بھی مکہ میں اور ہجرت کے بعد بھی شراب پیتے
تھے۔

حضرت عمرؓ نے محسوس کیا کہ شراب لوگوں میں ہیجان اور غصہ پیدا کرتی ہے
اسے پی کر شرابی ایک دوسرے سے بد زبانی کرتے ہیں۔ یہودی اور منافقین اوس
خزرج کو بھڑکانے کے لئے شراب نوشی کے اوقات سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ اس
وقت تک شراب کے بارے میں کوئی وحی نہ آئی تھی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے بارگاہ
خداوندی میں عرض کی "یا اللہ ہمیں شراب کے متعلق کچھ بتا"۔ چنانچہ سورہ
میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس میں بڑا نقصان ہے۔ کیونکہ اس میں شراب
ممانعت نہ تھی۔ اس لئے بعض مسلمان ابھی بھی شراپ پیتے تھے اور بعض

نماز پڑھتے ہوئے بھی انہیں کچھ پتہ نہ چلتا کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے پھر عرض کی "اے اللہ ہمیں شراب کے متعلق ہدایت دے۔ اس میں عقل اور مال دونوں کا نقصان ہے"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورہ نساء کی یہ آیت نازل ہوئی۔

"اے ایمان والو جب تم نشہ کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ۔ نماز اسوقت پڑھو جب تم جانو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔"

اس حکم سے مسلمان نماز کے وقت شراب سے بچنے لگے۔ لیکن ایک دن ایک انصار اور ایک مہاجر کا شراب پیتے ہوئے جھگڑا ہو گیا اور انصاری نے کباب کی ہڈی مہاجر کو کھینچ ماری۔ دونوں نشے میں تھے نوبت مار کٹائی تک جا پہنچی۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا تو بارگاہ الٰہی میں پھر درخواست کی "اے اللہ ہمیں شراب کے بارے میں مفصل ہدایت دے۔ یہ عقل اور مال دونوں کی دشمن ہے۔" سورہ مائدہ کی یہ آیت نازل ہوئی۔ جس میں حکم ہوا اے مسلمانو! شراب اور جوا اور بتوں کے استھان اور پانسے یہ سب پلید اور شیطانی کام ہیں۔ ان سے بچے رہو تاکہ تم مراد کو پہنچو۔ شیطان تو چاہتا ہی یہ ہے کہ شراب اور جوئے سے تم میں عداوت اور بغض پیدا کر دے اور تمہیں خدا کی یاد اور نماز سے باز رکھے۔ تو اب بھی تم باز آتے ہو یا نہیں۔

اس پر بعض مسلمانوں نے کہا کہ احد اور بدر کے میدان میں فلاں فلاں کے پیٹ میں شراب تھی جب وہ شہید ہوئے۔ یہ کیسے پلید ہو سکتی ہے۔ اس پر سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۹۳ نازل ہوئی۔

"جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک کام کئے ان پر پہلے جو کچھ کھا پی چکے اس کا کچھ گناہ نہیں۔"

امام بخاری حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ رسول اکرمؐ سے کہا کرتے تھے کہ ازواج مطہرات کو پردہ کرائیے۔ لیکن آپؐ نے ایسا نہ کیا۔ ایک دفعہ اُم المومنین حضرت سودہؓ رات کے وقت قضائے حاجت کے لئے نکلیں۔ حضرت سودہؓ بھاری بھر کم تھیں۔ حضرت عمرؓ اس وقت باہر ایک مجلس میں بیٹھے تھے انہیں دیکھ کر بولے۔ "میں نے آپؓ کو پہچان لیا ہے۔" خود حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ سے عرض کی کہ آپؐ کے پاس ہر قسم کے لوگ آتے ہیں امہات المومنین کو پردے کا حکم دیجئے۔ (آپؓ کیونکہ حضورؐ کے سسر بھی تھے اس لئے ایسا مشورہ دے سکتے تھے۔)

اس پر آیات حجاب نازل ہوئی۔ سورہ احزاب آیت نمبر ۳۲۔ ۳۳۔ ۵۹ میں ہے۔

"اے پیغمبر کی بیویوں تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم (خدا سے) ڈرتی ہو تو (غیر مردوں سے) دبی زبان میں بات نہ کرو۔ ایسا کرو گی تو جن کے دلوں میں کھوٹ ہے اس کو لالچ پیدا ہو گا اور کھری کھری صاف بات کیا کرو اور اپنے گھروں میں جمی رہو اور دور جاہلیت جیسی زینت و آرائش کا مظاہرہ نہ کرو۔ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اللہ یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندی باتیں دور کردے اور تم کو پاک و صاف بنادے۔"

"اے نبیؐ کہہ دو اپنی بیویوں سے اور بیٹیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہ اپنی چادر کا گھونگھٹ نکال لیں اس سے وہ پہچانی جائیں تاکہ کوئی انہیں ستائے نہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ایک دفعہ ازواج مطہرات نے تقاضائے بشریت کی بنا پر ایک دوسرے سے رشک و رقابت کا مظاہرہ کیا۔ حضورؐ ان سے ناراض ہوئے اور الگ رہنے لگے۔ اور تقریباً" ایک ماہ تک ناراض رہے۔ چونکہ حضرت حفصہؓ حضرت عمرؓ کی بیٹی تھیں۔ اس لئے آپ ازواج مطہرات کے پاس گئے اور فرمایا اگر حضورؐ آپؓ سب کو طلاق دے دیں تو ہو سکتا ہے کہ پروردگار اپنے رسولؐ کو آپ سے بہتر بیویاں عطا کردے۔ اس لئے بہتر ہے کہ آپ سب باز آجائیں۔ ورنہ اللہ اپنے رسول کو نعم البدل عطا فرمادے گا۔ اس کے بعد حضورؐ کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی اور عرض کی اگر حضورؐ مجھے حکم دیں تو میں حفصہؓ کی گردن مار دوں۔ اور عرض کی کہ حضورؐ ازواج مطہرات کی کون سی بات قلب رسالت پر گراں گذر رہی ہے؟ اگر حضور انہیں طلاق دے چکے ہیں تو جبرائیل۔ میکائیل ابو بکرؓ اور تمام مسلمان آپؐ کے ساتھ ہیں۔ چنانچہ قرآن شریف کی سورہ تحریم کی آیت نمبر ۱ سے ۵ تک نازل ہوئیں۔

ترجمہ :"اے پیغمبر جو چیز اللہ نے تم پر حلال کی ہے تم اسے (اپنے اوپر) حرام کیوں کرتے ہو؟ (کیا اس لئے) اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہو اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔ خدا نے تم لوگوں کے لئے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے اور خدا ہی تمہارا

کارساز ہے۔ اور وہ دانا اور حکمت والا ہے۔ اور (یاد کرو) جب پیغمبر نے اپنی ایک بیوی سے راز کی بات کہی (اور کہا کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا) پھر جب اس نے (دوسری بی بی کو) خبر کردی اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبر پر اس کا حال کھول دیا۔ تو پیغمبر نے (اس بیوی کو) کچھ تو جتلایا اور کچھ نہیں جتلایا (چشم پوشی کی اس کی عزت رکھنے کو) جب پیغمبر نے اس بیوی کو یہ جتلایا تو وہ کہنے لگی تم کو یہ حال کس نے بتایا۔ پیغمبر نے کہا جاننے والے خبردار نے (اے پیغمبر کی دونوں بیویو) اللہ تعالیٰ کی درگارہ میں (اس قصور سے) توبہ کرو (تو تمہارے حق میں بہتر ہو گا) تمہارے دل جھک پڑے ہیں اور اگر تم دونوں (ایک دوسرے کی مددگار بن کر) پیغمبر پر زور ڈالنا چاہو گی۔ تو یہ سمجھ رکھو کہ خدا اور جبرائیل اور نیک مسلمان سب پیغمبر کے حمائتی ہیں۔ اور فرشتے الگ ان کے علاوہ بھی مددگار ہیں اگر پیغمبر تم کو طلاق دے دیں تو عجب نہیں ان کا پروردگار تمہارے بدلے ان کو تم سے بہتر بیویاں عنایت فرما دے جو فرمانبردار ایمان دار' نماز گذار' توبہ کرنے والیاں' عاجزی کرنے والیاں' روزہ رکھنے والیاں بیاہی ہوئی اور کنواریاں ہوں۔"

جب یہ آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ نے اپنی توبہ کرنے والی' عبادت گذار اور صاحب ایمان ازواج سے رجوع فرمالیا اور کہتے ہیں ازواج مطہرات میں اس کے بعد کبھی کوئی ایسا واقع پیش نہ آیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ام المومنین کہا اور حضورؐ نے اللہ کے حکم سے کسی بیوی کو طلاق نہ دی اور نہ ہی اس کے بعد کوئی اور شادی کی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے بارگاہ نبویؐ میں عرض کی یا رسول اللہ اگر ہم مقام ابراہیم پر نماز پڑھیں؟ تو اس پر سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۲۵ نازل ہوئی

وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرٰهِيمَ مُصَلًّى بقرہ ۱۲۵

ترجمہ : "اور جس مقام پر ابراہیم کھڑے ہوئے تھے اس کو نماز کی جگہ بنالو۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ "اللہ تعالیٰ نے عمرؓ کی زبان اور دل کو حق کے لئے وقف کردیا ہے۔" یا ارشاد ہوتا تھا۔ "اللہ نے حق کو عمرؓ کی زبان پر جاری کردیا ہے۔"

تاریخ ابن کثیر البدایہ والنہایہ' میں حافظ ابوالفدا عماد الدین حضرت عمرؓ کی خدا خوفی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

"قرآن کی آیات سن کر غش کھا کر گر جاتے تھے آپؓ کو لیٹے لیٹے اٹھا کر آپؓ کے گھر لے جایا جاتا۔ کئی کئی روز تک آپؓ کی عیادت کی جاتی مگر خدا کے خوف کے سوا کوئی مرض نہ ہوتا۔"

ڈاکٹر محمد حسین ہیکل اپنی کتاب "حضرت عمرؓ فاروق اعظم" میں لکھتے ہیں۔

"حضرت عمرؓ صاف گو اور بے باک تھے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ رسول اللہؐ نے آپؓ کی رائے سے اتفاق نہ کیا۔ مثلاً" حضرت عمرؓ عبداللہ بن ابی اور ابو سفیان کو مارنا چاہتے تھے لیکن آپؐ نے انہیں معاف کردیا۔ صادق الاخلاص اور مخلص مسلمان تھے ایک دفعہ آپؐ نے ابو ہریرۃؓ کو اس اعلان کے لئے بھیجا کہ جس نے تہہ دل سے لا اللہ الا اللہ کہہ دیا. اسے جنت کی بشارت دی جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے یہ اعلان سنا تو حضرت

ابو ہریرہؓ کو سختی کے ساتھ حضورؐ کی خدمت میں واپس بھیج دیا۔ اور خود بھی ان کے پیچھے پیچھے گئے اور عرض کی ایسا نہ کیجئے۔ مجھے ڈر ہے لوگ اس پر تکیہ کر کے بیٹھ رہیں گے۔ انہیں عمل کرنے دیجئے۔ نبی اکرمؐ نے ان کی رائے کو شرف پسندیدگی عطا کرتے ہوئے فرمایا۔ "ٹھیک ہے انہیں عمل کرنے دو"۔

اسلام لانے کے بعد آپؓ ہروقت آنحضورؐ کے ساتھ رہے اور ہر معاملے میں بے خوف ہو کر پر خلوص اور بے باک مشورے دیتے رہے۔ چونکہ آپؓ کا مشورہ ہمیشہ اخلاص پر مبنی ہوتا تھا۔ اس لئے حضورؐ کبھی ان سے ناراض نہ ہوئے۔

ایسا شخص واقعی احترام و تعظیم کا مستحق ہے جو اپنی ذات کو نظرانداز کر کے عام فلاح و بہبود کے لئے پر خلوص رائے دے۔ حضرت عمرؓ میں بہترین مجتہدانہ صلاحیتیں تھیں اور آپؓ مملکت اسلامیہ کے ایک مخلص بے لوث اور بہترین مشیر تھے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید مرتب نہیں ہوا تھا۔ مولانا شبلی اپنی کتاب "الفاروق" میں لکھتے ہیں کہ قرآن مجید کے متفرق اجزاء متعدد صحابہ کے پاس کھجور کے پتوں، ہڈیوں اور پتھر کی تختیوں پر محفوظ تھے۔ کلام پاک کی مختلف سورتیں مختلف صحابہ کو حفظ تھیں اور ابو بکرؓ کے عہد میں جب مسیلمہ کذاب سے لڑائی ہوئی تو سینکڑوں حافظ قرآن صحابہؓ شہید ہو گئے۔ جب لڑائی ختم ہوئی تو حضرت عمرؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس گئے اور جا کر کہا کہ اس طرح حفاظ قرآن اٹھتے گئے تو قرآن جاتا رہے گا۔ اس لئے ابھی سے اس کی جمع اور تدوین کی فکر کرنی چاہیئے۔

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا جو کام رسول اللہؐ نے نہیں کیا تو میں کیوں کروں۔

حضرت عمرؓ نے بار بار اس کی مصلحت اور ضرورت بیان کی یہاں تک کہ حضرت ابو بکرؓ ان کی رائے سے متفق ہو گئے۔ صحابہ میں سے وحی لکھنے کا کام سب سے زیادہ زیدؓ بن ثابت نے کیا تھا۔ چنانچہ وہ طلب کئے گئے اور اس خدمت میں مامور ہوئے کہ جہاں جہاں سے قرآن کی سورتیں یا آیتیں ہاتھ آئیں اکٹھی کی جائیں۔ حضرت عمرؓ نے مجمع عام میں اعلان کیا کہ جس نے قرآن کا کوئی حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا ہو میرے پاس لے آئے۔ اور اس کا اہتمام کیا گیا کہ جو شخص کوئی آیت پیش کرتا اس پر دو شخصوں کی شہادت لی جاتی تھی کہ ہم نے اس کو آنحضرتؐ کے عہد میں قلمبند دیکھا تھا۔ جب تمام سورتیں جمع ہو گئیں تو سعیدؓ بن العاص بتاتے جاتے تھے اور حضرت زیدؓ بن ثابت لکھتے جاتے تھے۔ مگر ان لوگوں کو حکم تھا کہ اگر کسی لفظ کے تلفظ ہجہ میں اختلاف ہو تو قبیلہ مضر کے لہجہ کے مطابق لکھا جائے۔ کیونکہ قرآن مجید مضر ہی کی زبان میں اترا ہے۔

فدک کا معاملہ

ابن ہشام میں اور فتوح البلدان بلاذری میں ذکر فدک سے شبلی نعمانی اپنی کتاب ''الفاروق'' میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح خیبر سے واپس آ رہے تھے تو آپ نے محیصہؓ بن مسعود انصاری کو فدک والوں کے پاس تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا۔ فدک یہودیوں کے قبضے میں تھا اور ان کا سردار یوشع بن نون ایک یہودی تھا۔ یہودیوں نے صلح کا پیغام بھیجا اور معاوضہ میں آدھی زمین دینی منظور کرلی۔ اس وقت سے یہ باغ اسلام کے قبضے میں تھا۔ عرب کے اور مقامات میں بھی اسی طرح فتح ہوئی کہ ان پر چڑھائی نہ کرنی پڑی

تھی۔ فدک آنحضورؐ کی ملکیت خاص نہ تھا۔ لیکن یہ غلط فہمی اس لئے ہوئی کہ حضور نے اس باغ کی آمدنی کو اپنے اہل خانہ کے لئے مخصوص کرلیا تھا اور آپؐ اس میں سے مسافروں۔ فقرائے بنی ہاشم اور ان کی بیواؤں کی شادی کرتے تھے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضورؐ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے باغ فدک کا مطالبہ کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہ جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے کہ پیغمبر کی کوئی میراث نہیں ہوتی بلکہ ان کی چھوڑی ہوئی جائیداد صدقہ ہوتی ہے۔

حضرت عمرؓ بھی اس جائیداد کو رسول اللہ کا خالصہ سمجھتے تھے جو ذاتی ملکیت نہیں ہوتا بلکہ جو شخص جانشین وقت ہوتا ہے۔ وہ اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے بھی حضورؐ کے بعد اس طرح آمدنی کا استعمال کیا۔ جس طرح حضورؐ کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کے پاس باغ فدک کے دعویدار ہو کر آئے تھے تو انہوں نے کہا تھا کہ اس میں وراثت کا قائدہ جاری نہیں ہو سکتا۔

حتیٰ کہ حضرت علیؓ کی خلافت کے بعد یہ باغ حضرت حسنؓ کو جانشین ہونے کی حیثیت سے ملا۔ اگر حضرت علیؓ اسے وراثت سمجھتے تو اپنی اولاد میں وراثت کے قانون کے مطابق تقسیم کرتے۔

دور خلافت

حضرت ابو بکرؓ نے آپؓ کی صلاحیتوں کے اعتراف کے پیش نظر اپنی زندگی ہی میں آپؓ کو خلیفہ نامزد کر دیا تھا اور آپؓ کا عہد تاریخ اسلام کا ایک عظیم عہد ثابت ہوا۔ آپؓ کے عہد خلافت میں دس برس کی مختصر مدت میں ۲۲ لاکھ ۵۱ ہزار ۳۰ مربع میل علاقہ فتح ہوا۔ اس وسیع رقبے میں عراق' شام' ایران' بلوچستان' مکران' مصر' آرمینیہ' آذربائیجان' اردن' خراسان اور کرمان وغیرہ ممالک شامل تھے۔ یہ سب حضرت عمرؓ کے عہد کی فتوحات ہیں۔ یہ سب ہوس ملک گیری کے لئے نہ تھا۔ بلکہ ایران اور روم والے کسریٰ و قیصر بار بار خود مسلمانوں سے ٹکرانے کی کوشش کرتے تھے جس کا ان کو سبق سکھایا گیا۔

آپؓ کے عہد میں بے مثال عدل فاروقی دیکھنے کو ملا۔ ایک معمولی آدمی سے لے کر بڑے سے بڑے حاکم کی معمولی سی خطا بھی معاف نہ کی جاتی تھی اور شریعت نے جو سزائیں مقرر کی تھیں ان کے مطابق حد جاری کی جاتی۔

حضرت عمرؓ کے دور میں اسلامی جمہوریت کی شان بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔ آپؓ کو جب بھی کوئی بڑی مہم پیش ہوتی تو جلسہ عام بلا کر مشورہ لیتے اور بعض اوقات کوئی ادنیٰ آدمی کبھی صحیح مشورہ دیتا تو اس کی رائے کو اپنی رائے پر ترجیح دیتے۔ ایک بار آپؓ نے ایک مجلس میں فرمایا "عورتوں کے مہر میں رفتہ رفتہ بہت اضافہ ہو گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کے لئے کوئی حد مقرر کر دوں۔" جلسے کے خواتین والے حصے سے آواز آئی۔ قرآن پاک کی آیت کا حوالہ دیا گیا۔

اللہ تو فرماتا ہے کہ "تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو بہت سا مال

دے دے تو پھر واپس نہ لے۔"

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

"میری بہن نے صحیح کہا ہے۔ عمرؓ غلطی پر تھا۔"

آپؓ اکثر اوقات فرماتے تھے کہ اگر میں راہ حق پر چل رہا ہوں تو میری مدد کرو۔ اور اگر کسی معاملے میں غلطی کروں تو صحیح راہ سمجھاؤ ایک دفعہ ایسی ہی تقریر کر رہے تھے کہ ایک بدو اٹھا اور تلوار میان سے کھینچ کر کہا۔

"اگر آپ حق سے منہ موڑیں گے تو ہم اس کے ذریعے آپ کو راہ راست پر لائیں گے۔"

یہ سن کر خوش ہوئے اور فرمایا۔

"الحمد اللہ' میری قوم میں ایسے لوگ ہیں جو میرے کام پر نگاہ رکھتے ہیں۔"

آپ اپنی رعایا کی معمولی سے معمولی بات کا خیال رکھتے تھے۔ راتوں کو اٹھ کر گشت کرتے اور غریب بیواؤں اور ضرورت مندوں کے معمولی کام بھی اپنے ہاتھوں سے کر دیتے اور لوگوں کو پتہ بھی نہ چلتا تھا کہ یہ امیرالمومنین ہیں۔

آپؓ شرک سے سخت نفرت کرتے تھے اور زبردست قسم کے موحد تھے۔

عروسہ نیل

اشہر مشاہیر الاسلام 'جلد نمبر ۳ صفحہ ۲۰۹۔ البدایہ والنہایہ' جلد نمبر ۷۔

"تاریخ ملت" از مفتی زین العابدین و مفتی انتظام اللہ میں ہے کہ عمرو بن عاص نے جب مصر کو فتح کیا تو وہاں قدیم زمانہ سے ایک دستور جاری تھا ہر سال قبطی مہینہ کی ۱۲ تاریخ کو مصری ایک کنواری لڑکی کو دلہن بنا کر دریائے نیل میں ڈال دیتے تھے اور اس دن کو عید قرار دے کر بڑی خوشی مناتے۔ دوسرے بت پرست قوموں کی طرح وہ بھی دریائے نیل کو دیوتا مانتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اگر دریائے نیل کو لڑکی کی بھینٹ نہ چڑھائی تو وہ ناراض ہو جائے گا اور پانی نہ دے گا۔

عمرو بن عاص کے پاس قبطیوں کا ایک وفد آیا انہوں نے اس رسم پر عمل کرنے کی اجازت طلب کی۔ عمرو بن عاص نے اس خون کو جائز نہ رکھا اور قبطیوں کو کہہ دیا۔

"اسلام نے ان خرافات کو باطل کر دیا ہے۔"

کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ دریائے نیل نے پانی نہ دیا اور اہل مصر کو زراعت میں مشکلات پیدا ہو گئیں۔ حتیٰ کہ بعض قبیلوں نے جن کا دارومدار ہی زراعت پر تھا' ترک وطن کا ارادہ کر لیا۔ حضرت عمرؓ نے عمرو بن عاص کو جواب دیا کہ تم نے قبطیوں سے جو کچھ کہا بالکل درست کہا۔ تمہیں ایک خط بھیجتا ہوں اسے دریائے نیل میں ڈال دینا۔

حضرت عمرؓ کے خط کا مضمون یہ تھا۔

"اللہ کا بندہ اور مسلمانوں کے امیر کی طرف سے دریائے نیل کے نام

اما بعد اے نیل اگر تو اپنے اختیار سے بہتا ہے تو نہ بہہ لیکن اگر تیری روانی کا سرچشمہ خداوند قہار کے ہاتھ میں ہے تو ہم خدا سے دعا

کرتے ہیں کہ وہ تجھے جاری رکھے۔"

حضرت عمرؓ کی ہدایت کے مطابق یہ خط دریائے نیل میں بہا دیا گیا۔ خدا کا کر
ایسا ہوا کہ دریائے نیل میں اتنا پانی آیا کہ اس سے پہلے کبھی نہ آیا تھا۔

آپؓ کو رسول اللہؐ کی ذات اور اہل بیت سے بے حد عقیدت تھی۔ یہی وج
ہے کہ آپؓ نے اپنی آخری عمر میں حضرت علیؓ کی بیٹی ام کلثوم سے شادی کی۔ پہلے
تو حضرت علیؓ نے حضرت ام کلثوم کی صغیر سنی کی وجہ سے انکار کیا۔ لیکن جب
حضرت عمرؓ نے اصرار کیا کہ میں اس رشتے سے اہل بیت کے اور قریب ہونا چا
ہوں۔ تو حضرت علیؓ مان گئے اور چالیس ہزار درہم حق مہر پر نکاح ہوا۔ (طبری
شبلی نعمانی۔ صحیح بخاری۔ ابن اثیر میں شادی کی تفصیل ہے۔)

آپؓ نے نہایت سادہ زندگی گذاری۔ پیوند لگے کپڑے پہنتے' بیت المال
ایک چھٹانک شہد بھی لینا ہوتا تو اجازت لیتے۔ جب بیت المقدس فتح ہوا تو آپ
وہاں اس شان سے تشریف لے گئے کہ لباس پیوند در پیوند تھا اور غلام اونٹ پر بی
ہوا تھا مہار آپؓ کے ہاتھ تھی۔ جب مسلمان عرض کرتے ہیں کہ امیر المومنین کف
پر رعب اور ہیبت کے لئے عمدہ پوشاک زیب تن کر لیں تو جواب ملتا ہے۔

"خدا نے جو عزت دی ہے وہ اسلام کی عزت ہے اور بس ہمارے
لئے کافی ہے۔"

اولیات فاروقی

حضرت عمرؓ نے ایسا زبردست انتظام حکومت کیا جس کی مثال آج تک دنیا

نہیں ملتی۔ آپؓ نے ہر شعبے میں جو نئی نئی باتیں ایجاد کیں اسے مورخین نے اکٹھا کر کے لکھا ہے جسے "اولیات فاروقی" کہتے ہیں۔ اس میں سے چیدہ چیدہ یہ ہیں۔

۱۔ بیت المال یعنی قومی خزانہ قائم کیا۔

۲۔ عدالتیں قائم کیں اور قاضی مقرر کئے۔

۳۔ تاریخ اور سن ہجری کا آغاز کیا۔

۴۔ امیرالمومنین کا لقب اختیار کیا۔

۵۔ رضا کار فوج بنائی اور ان کی تنخواہیں مقرر کیں۔

۶۔ باقاعدہ فوج ترتیب دی اور فوجی چھاؤنیاں بنائیں۔

۷۔ گھوڑوں کی مختلف نسلوں کی تشخیص کی اور گھوڑوں کو داغنے اور نمبر لگانے کا طریقہ ایجاد کیا۔

۸۔ دفتر مال قائم کیا۔

۹۔ زمینوں کی پیمائش کروائی۔

۱۰۔ مردم شماری کروائی۔

۱۱۔ مقبوضہ ممالک کو صوبوں میں تقسیم کیا۔

۱۲۔ نئے شہر آباد کروائے مثلاً "کوفہ، بصرہ، حیرہ، فسطاط، موصل وغیرہ۔

۱۳۔ بہت سی نہریں کھدوائیں جن میں مشہور نہر ابو موسیٰ، نہر معقل، نہر سعد۔ نہر امیرالمومنین۔

۱۴۔ پولیس کا محکمہ ایجاد کیا۔

۱۵۔ جیل خانے قائم کئے۔

۱۶۔ محکمہ افتاء قائم کیا گیا جس کے تحت جگہ جگہ قاضی مقرر کئے جو ہر وقت عوام کو مفت قانونی مشورے دیتے تھے۔

۱۷۔ عدلیہ اور انتظامیہ کا دائرہ الگ الگ تھا۔

۱۸۔ قاضی براہ راست خلیفہ کے ماتحت تھا۔

۱۹۔ کوئی گورنر کسی قاضی کو معزول نہیں کر سکتا تھا۔

۲۰۔ خود خلیفہ بھی شرعی جواز کے بغیر قاضی کو معزول نہیں کر سکتا تھا۔

۲۱۔ وفاقی محتسب یا شعبہ تحقیقات قائم کیا۔

آپؓ نے پہلی دفعہ شعبہ تحقیقات کا تعارف کروایا۔ جس کے سربراہ بن مسلم نہایت جلیل القدر صحابی تھے۔ آپؓ کے روبرو کسی کو غلط بیانی جرأت نہ تھی۔ محمدؓ بن مسلم نے تحقیق و تفتیش کے بعد سعد بن ابی وقا اور عمار بن یاسرؓ جیسے ممتاز صحابہ کو گورنری سے معزول کر دیا تھا۔

۲۲۔ سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے مجلس شوریٰ کا قیام کیا۔ جس کے ر خاص خاص صحابہ تھے۔ مہاجرین اور انصار کے شیوخ بھی شریک ہو تھے۔ اس کی دوسری شکل مشاورت عامہ تھی۔ اہم معاملات میں تم مہاجرین۔ انصار کو مسجد نبوی میں جمع کر کے مشورہ لیا جاتا تھا۔

۲۳۔ درہ کا استعمال کیا۔

۲۴۔ مسافروں کے آرام کے لئے سرائیں بنوائیں۔

۲۵۔ لا وارث بچوں کے لئے وظیفے مقرر کئے اور ان کی پرورش

انتظامات کئے۔

۲۶۔ مفلوک الحال عیسائیوں اور یہودیوں کے لئے وظیفے مقرر کئے۔

۲۷۔ آپؓ نے اپنے عہد میں ان بچوں کا روزینہ مقرر کیا جب ان بچوں کا دودھ چھڑوا دیا جاتا تھا۔ تاریخ ابن کثیر' اور دیگر تواریخ میں آپؓ کے غلام اسلم سے روایت ہے کہ ایک دن آپؓ شہر کا گشت کر رہے تھے کہ گھر سے بچے کے رونے کی آواز آئی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وقت سے پہلے بچے کا دودھ چھڑوایا جا رہا ہے۔ تاکہ وظیفہ ملنا شروع ہو جائے۔ اس واقعہ سے آپؓ پر رقت طاری ہو گئی اور آپؓ نے اپنے منادی کو حکم دیا کہ آج سے ہر مسلمان بچے کے لئے پیدائش کے فورا" بعد روزینہ مقرر کرتے ہیں۔

۲۸۔ مکاتب مقرر کئے اور معلموں و مدرسوں کے وظیفے مقرر کئے۔ اماموں اور موذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں۔

۲۹۔ مساجد میں راتوں کو روشنی کا انتظام کیا۔

۳۰۔ نماز تراویح جماعت سے قائم کی۔

۳۱۔ فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کا اضافہ کیا۔

۳۲۔ مساجد میں واعظ کا طریقہ قائم کیا۔ آپؓ کی اجازت سے تمیم داری نے واعظ کہا اور یہ اسلام کا پہلا واعظ تھا۔

۳۳۔ شراب کی حد ۸۰ کوڑے مقرر کی۔

۳۴۔ یہ قائدہ قرار دیا کہ اہل عرب غلام نہیں بنائے جاسکتے۔

۳۵۔ ہجو کہنے پر سزا مقرر کی۔

۳۶۔ غزلیہ اشعار میں عورتوں کا نام لینے سے منع کیا۔

حضرت عمرؓ کی خلافت سے پہلے غیر ملکوں کے سکے رائج تھے جو عموماً" سونے تھے۔ آپؓ نے ٹکسال بنوائی چاندی کے سکے بنوائے اور ان پر عربی الفاظ لکھوائے۔

۳۸۔ اعمال حکومت کی تقرری سے پہلے ان کی قابلیت کا امتحان آپؓ خود لیتے تھے۔

شہادت

آپؓ کو ابو لولو فیروز 'نامی ایک غلام نے خنجر کے چھ وار کر کے شہید کر دیا۔ زخمی حالت میں آپؓ نے اپنے صاحب زادے عبداللہؓ سے کہا حضرت عائشہؓ کے پاس جا کر درخواست کرو کہ حجرے میں آنحضرتؐ کے قریب دفن ہونے کی اجازت دے دیں۔ وہ گئے تو ام المومنین رو رہی تھیں۔ جواب میں فرمایا' یہ جگہ میں اپنے لئے رکھی تھی لیکن عمرؓ کو اپنی ذات پر ترجیح دیتی ہوں۔ صاحبزادے نے واپس کر خوشخبری دی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا" میری سب سے بڑی آرزو یہی تھی۔ آپؓ حجرہ نبویؐ میں دفن ہیں یہ آپؓ کے لئے بہت بڑا اعزاز ہے۔

مولانا شبلی اپنی کتاب 'الفاروق' میں لکھتے ہیں۔

"تمام دنیا کی تاریخ میں کوئی ایسا حکمران دکھا سکتے ہو؟ جس کی معاشرت یہ ہو کہ قمیض میں دس دس پیوند لگے ہوں۔ کاندھے پر مشک رکھ کر غریب عورتوں کے ہاں پانی بھر آتا ہو۔ فرش خاک پر پڑا رہتا ہو۔ بازاروں میں پڑا پھرتا ہو۔ جہاں جاتا ہو' جریدہ و تنہا چلا جاتا ہو۔ اونٹوں

کے بدن پر اپنے ہاتھ سے تیل ملتا ہو۔ در و دربار نقیب و چاؤش حشم و حزم کے نام
سے نا آشنا ہو۔ اور پھر یہ رعب و داب ہو کہ عرب و عجم اس کے نام سے لرزتے
ہوں اور جس طرف رخ کرتا ہو زمین دہل جاتی ہو۔ سکندر و تیمور تیں تیں ہزار
فوج رکاب میں لے کر نکلتے تھے۔ جب ان کا رعب قائم ہوتا تھا۔ عمر فاروقؓ کے سفر
شام میں سواری کے ایک اونٹ کے سوا کچھ نہ تھا لیکن چاروں طرف غل پڑا ہوا تھا
کہ مرکز عالم جنبش میں آگیا ہے۔"

"اللہ اکبر"

جب اس انگارہ خاکی میں ہوتا ہے یقین پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پر روح الامیں پیدا

(اقبال)

شان حضرت عثمان غنیؓ

آپؓ کا تعلق قریش کی شاخ بنو امیہ سے ہے۔ ماں اور باپ دونوں قریشی تھے۔ سلسلہ نسب پانچویں پشت پر رسول اللہؐ سے مل جاتا ہے۔ آپؓ کی والدہ ماجدہ اروی بنت کریز رسول اللہؐ کی حقیقی پھوپھی زاد ہمشیرہ تھیں۔ اس طرح حضرت عثمان آپؐ کے بھانجے بھی تھے۔ آپؓ بچپن ہی سے نہایت حسین و جمیل 'ذہین' ہونہار باحیا اور پاکیزہ اطوار کے تھے۔ آپؓ چھوٹی عمر سے ہی برے کاموں سے طبعی نفرت اور نیک کاموں سے دلی رغبت رکھتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کے لئے کامل الحیاء والایمان کے لفظ استعمال کئے ہیں۔

آپؓ نے بچپن ہی سے لکھنا۔ پڑھنا سیکھ لیا تھا اور اس میں کمال مہارت حاصل کی۔ اس بنا پر رسول اللہؐ نے آپؓ کو کاتبان وحی میں شامل کیا۔ آپؓ خاندان بنو امیہ میں سب سے پہلے اور اولین اسلام قبول کرنے والوں میں چوتھے نمبر پر ہیں ابن عساکر نے موسیٰ بن طلحہ سے روایت کی ہے کہ عثمانؓ ان صحابہ اکرامؓ میں سے تھے جن سے حضورؐ تاحیات خوش رہے۔ حضورؐ نے اپنی پیاری صاجزادی حضرت رقیہؓ کی شادی آپؓ سے کی۔ اور مکہ مکرمہ میں اس جوڑے کو بہترین جوڑا کہا جاتا تھا۔ حافظ ابن کثیر مختلف روایات سے لکھتے ہیں کہ بہترین جوڑا جسے انسان نے دیکھا ہے 'حضرت رقیہؓ اور ان کے خاوند عثمانؓ ہیں۔ سیدہ رقیہؓ کے انتقال کے بعد سیدہ ام کلثومؓ کا نکاح بھی آپؓ سے کر دیا۔ علامہ ابن عبد البر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں روایت حضورؐ سے ثابت ہو چکی ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ "میں نے اپنے پروردگار سے دعا کی ہے کہ میرے سسرال اور داماد کو جہنم میں داخل نہ فرمائے۔"

سیدہ ام کلثومؓ کا بھی کچھ عرصے بعد انتقال ہو گیا تو صحیح بخاری اور دیگر تواریخ میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ "اگر میری کوئی اور بیٹی ہوتی تو میں اس کا بھی عثمانؓ سے عقد کر دیتا۔"

یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ حضورؐ نے اپنی ہر شادی بھی اللہ کے حکم سے کی اور اپنے بچوں کی شادی بھی اللہ کے حکم سے کی تھی۔

حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کے بارے میں فرمایا کہ وہ ایسے شخص تھے جنہیں ملاء اعلیٰ میں ذوالنورین کہہ کر پکارا گیا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں۔

"علماء کا قول ہے کہ پوری انسانی تاریخ میں حضرت عثمانؓ کے سوا کوئی آدمی موجود نہیں جس نے نبیؐ کی دو صاحبزادیوں سے شادی کی ہو۔ اس بنا پر ان کو ذوالنورین کہا گیا ہے۔"

جوانی میں آپؓ نے اہل قریش کے نمایاں لوگوں کی طرح تجارت کا پیشہ اختیار کیا۔ اور اپنی دیانتداری اور صداقت کی وجہ سے خوب ترقی کی۔ آپؓ ایک دولت مند تاجر اور معزز انسان کی حیثیت سے مشہور ہوئے اور غنی کا لقب پایا۔

اللہ نے آپؓ کی تجارت میں اس قدر برکت ڈالی تھی کہ آپؓ کے بارے میں مشہور تھا کہ آپؓ مٹی بھی خریدتے تو سونا بن جاتی تو یہ مبالغہ نہ تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپؓ بے حد فیاض اور سخی تھے۔ اپنا روپیہ ہمیشہ اسلامی اور فلاحی امور پر بے دریغ خرچ کیا۔ آپؓ سخاوت میں بے مثال سمندر کی طرح تھے۔ کئی غزوات کے موقع پر آپؓ نے دل کھول کر مسلمانوں کی امداد کی۔ ایک دفعہ قحط کے موقع پر غلے

سے لدے ہوئے اونٹوں کا غلہ مفت لوگوں میں تقسیم کیا۔

نبوت کے پانچویں سال حبشہ کی طرف اسلام کی پہلی ہجرت کرنے والوں میں
آپؓ کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہؓ بھی شامل تھیں۔ ہجرت حبشہ کے وقت حضو
نے فرمایا۔ "حضرت ابراہیم اور حضرت لوط کے بعد عثمانؓ پہلے شخص ہیں جنہوں
اہل بیت (زوجہ) کے ساتھ ہجرت کی۔

آپؓ نے مسلمان ہونے کے بعد تمام صبر آزما مصائب اور جگر گداز مظا
صبر و سکون اور اطمینان قلب کے ساتھ برداشت کیا۔ جب آپؓ نے اسلام قبو
کیا تو آپؓ کے چچا حکم بن العاص نے پکڑ کر رسی سے باندھ دیا۔ لیکن دین محم
آپؓ کی ثابت قدمی دیکھ کر آخر کار چھوڑ دیا۔

آپؓ نے دوسری ہجرت مدینہ طیبہ کی اور آپؓ کی مواخات حضورؐ نے اوس
بن ثابت انصاری سے کردی۔ دونوں خاندانوں میں بڑی محبت پیدا ہو گئی۔ اس لیے
حضرت اوسؓ بن ثابت انصاری کے بھائی حسانؓ بن ثابت انصاری نے حضر
عثمانؓ کی شہادت پر ایک پرسوز مرثیہ لکھا اور تمام عمر اس سانحہ پر غم زدہ اور رنجیدہ
رہے۔

چھ ہجری کو جب حضورؐ نے کعبتہ اللہ کی زیارت اور عمرے کا ارادہ فرمایا تو
معلوم ہوا کہ مشرکین اس پر آمادہ نہیں ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ یہ جماعت
کرنے آئی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سفیر بنا کر مکہ
بھیجا۔ جب آپ کافی دیر تک واپس نہ آئے تو آپ کی شہادت کی جھوٹی خبر
خون کا بدلہ لینے کے لئے بیعت رضوان عمل میں آئی اس میں حضورؐ نے اپنے ایک
ہاتھ کو دوسرے ہاتھ میں دے کر اسے حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیا۔

قرآن پاک نے اس بیعت کو بیعت رضوان قرار دیا اور فرمایا۔ بالتحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے راضی ہو گیا جب کہ وہ درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔ اس بیعت میں حضورؐ نے حضرت عثمانؓ کی عدم موجودگی کے باوجود انہیں موجود قرار دیا۔

دوسرا موقع غزوہ بدر کا ہے جب حضرت عثمانؓ کی اہلیہ اور حضورؐ کی لخت جگر جنابہ رقیہؓ بہت علیل تھیں۔ حضورؐ نے ان کی تیمارداری کے لئے حضرت عثمانؓ کو مدینہ چھوڑ دیا اور لشکر میں شامل نہیں کیا تھا۔

لیکن بدر کے مال غنیمت میں ان کا وہی حصہ تھا جو دوسرے بدری صحابہ کو ملا تھا گویا حضرت عثمانؓ کو وہاں بھی موجود سمجھا جنگ بدر کے بعد حضرتؓ رقیہ کا انتقال ہو گیا تھا۔

حضرت عثمانؓ کے مکہ جانے کے بعد بعض اصحابؓ نے کہا عثمان کو خانہ کعبہ کا طواف مبارک ہو۔ حضورؐ تک جب یہ قول پہنچا تو حضورؐ نے فرمایا کہ

"مجھے یقین ہے کہ اگر عثمان عرصہ دراز تک بھی مکہ رہ جائیں تو بھی وہ اس وقت تک طواف نہ کریں گے جب تک میں طواف نہ کروں۔"

اور واقعی قریش نے حضرت عثمانؓ کو کہا کہ جب تم مکہ آ ہی گئے ہو۔ تو ہم تمہیں کعبہ کے طواف کی اجازت دیتے ہیں۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے یہ پیشکش قبول نہ کی اور حضورؐ کے بغیر طواف کرنے سے انکار کر دیا۔

آپ نے مسجد نبوی اور مسجد قبا کی تعمیر میں دل کھول کر مدد کی۔ ۷ ہجری میں مدینہ میں شدید قحط پڑا تو آپ نے سینکڑوں من غلہ خرید کر مفت تقسیم کیا۔ مدینہ

ہجرت کے بعد ایک یہودی سے بیئر رومہ (کنواں) چوبیس ہزار درہم میں خرید کر
وقف کر دیا۔

۹ ہجری میں قیصر روم کے عرب پر حملہ کے پیش نظر آپ نے سینکڑوں گھوڑے
اور ایک ہزار دینار حضورؐ کی خدمت میں پیش کیے۔ جنگ تبوک کے لئے دس ہزار
دینار نقد، سینکڑوں اونٹ اور ستر گھوڑے معہ ساز و سامان پیش کر دیئے۔

البدایہ والنہایہ میں ہے کہ آپ کے اس بے مثال جہاد بالمال کے پیش نظر
آپؓ کو حضورؐ نے بہت دعائیں دیں۔ اور فرمایا:

"آج کے بعد عثمانؓ کا کوئی عمل نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"

یہ فقرہ آپؐ نے دو دفعہ کہا۔

خلیفہ بننے کے بعد آپؓ نے مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع کروائی۔ حضرت عثمانؓ کا
سب سے بڑا کارنامہ عالم اسلام کو ایک مصحف قرآن مجید اور اس کی ایک قرأت پر
جمع کرنا ہے۔ اس متفقہ مصحف کو لکھوا کر تمام ممالک اسلامیہ میں شائع کروایا۔
حضرت عثمانؓ کے اس عظیم کام کی وجہ سے امت میں ان کا ایک لقب جامع القرآن
بھی مشہور ہے۔ حضرت عثمانؓ نے ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس محفوظ مصحف
کی سات نقول کروائیں اور مکہ معظمہ مدینہ منورہ۔ یمن۔ شام۔ بصرہ۔ بحرین اور
کوفہ میں ایک ایک نسخہ محفوظ کر دیا۔ ان نسخوں میں سے چار نسخے دنیا میں آج تک
اصلی حالت میں محفوظ ہیں۔

۱۔ حجرہ نبویؐ کا نسخہ ۲۔ آثار نبویہ استنبول کا نسخہ

۳۔ کتاب خانہ مصر کا نسخہ ۴۔ کتاب خانہ ماسکو کا نسخہ

مدینہ کا شہر نشیبی علاقے میں واقع تھا۔ یہاں اکثر سیلاب آتے تھے۔ آپ نے مدینے کے قریب ایک بند بنوایا۔ اور نہر کھدوا کر سیلاب کا رخ پھیر دیا۔ آپ نے رفاعہ عامہ کے بھی بے شمار کام کیے۔ پل۔ سڑکیں۔ سرائیں بنوائیں۔ کنویں کھدوائے۔ بہت سے لوگوں کو نئے وظائف دیئے اور سابقہ وضائف میں اضافہ کیا۔

آپ نے سب سے پہلے فوج کے شعبے میں امیر معاویہ کو بحری بیڑے کے قیام کا حکم دیا۔ بحری بیڑے کے قیام سے مسلمانوں نے بحر روم کے اہم جزیرے قبرص پر قبضہ کر لیا۔

امام احمد کی مسند اور صحیح بخاری میں یہ حدیث ابو عثمان النہدی سے بحوالہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک باغ میں تھا۔ پس ایک شخص اجازت طلب کرتا ہوا آیا میں نے پوچھا کون ہے۔ اس نے کہا۔ ابو بکرؓ۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ ان کو اجازت دو اور جنت کی بشارت دو۔ پھر حضرت عمرؓ آئے تو آپؐ نے فرمایا انہیں اجازت دو اور جنت کی بشارت دو۔ پھر حضرت عثمانؓ آئے تو آپؐ نے فرمایا انہیں اجازت دو اور انہیں پہنچنے والی مصیبت پر جنت کی بشارت دو۔

البدایہ ولنہایہ۔ امام احمد کی مسند احمد اور ترمذی میں ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت عائشہ نے حضورؐ سے دریافت فرمایا کہ جب حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ آتے ہیں آپ پروا نہیں کرتے اور ٹانگ سے کپڑا درست نہیں کرتے۔ لیکن جب حضرت عثمانؓ آتے ہیں تو کپڑا ٹھیک کر لیتے ہیں۔ تو حضورؐ نے فرمایا۔

"کیا میں اس سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔"

دولت و ثروت میں آپ تمام صحابہ اکرامؓ سے زیادہ امیر تھے تجارت کے
ذریعے آپ نے اتنی دولت کمائی کہ پورے عرب میں آپ کے مقابلے کا کوئی دولت
مند نہ تھا۔ مگر جب خلیفہ بنے تو مصروفیات کی بنا پر اپنا کاروبار جاری نہ رکھ سکے
لیکن دریا دلی اور سخاوت کا وہی عالم رہا۔ علامہ طبری بسند روایت کرتے ہیں کہ
آپ ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرتے آخری وقت میں اونٹوں اور بکریوں کے بڑے
بڑے ریوڑوں میں سے سخاوت کی بنا پر صرف دو اونٹ رہ گئے جو حج کے لئے تھے۔

امام ابن کثیر رحمتہ اللہ کہتے ہیں کہ آپ صائم الدھر تھے۔ یعنی ہمیشہ روزہ رکھتے
تھے۔ جس دن جام شہادت نوش فرمایا اس دن بھی روزے سے تھے۔

آپ احادیث بیان کرنے میں بہت احتیاط کرتے اور آپ نے اس خوف سے
بہت کم احادیث بیان کی ہیں کہ کہیں ارشاد رسول اللہ نقل کرتے ہوئے الفاظ میں
کوئی کمی بیشی نہ ہو جائے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو یہ کہتے سنا ہے کہ

"جو شخص میری طرف سے وہ منسوب کرے جو میں نے نہیں کہا وہ
اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے۔"

عہد رسالت میں بہت کم اصحابہ نے قرآن حفظ کیا تھا۔ آپ کو یہ سعادت
حاصل تھی کہ آپ نے آنحضورؐ کی زندگی میں سارا قرآن حفظ کر لیا تھا۔ اور آپ
فرض عبادات کے علاوہ بعض دفعہ پوری پوری رات قیام کی حالت میں تلاوت
قرآن پاک میں گذار دیتے تھے۔ اور بقول اقبال

فغان نیم شبی بے نوائے راز نہیں

امام ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ایام حج میں حجر اسود کے قریب ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھا اور یہ آپ کی عادت شریفہ تھی۔

جس وقت آپ شہید ہوئے اس وقت بھی قرآن کریم سامنے کھلا ہوا تھا۔ ظالموں نے جب آپ کو شہید کیا تو خون مبارک کے قطرے اس آیت پر گرے۔

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ بقرۃ ۱۳۷

ترجمہ: "خدا تم کو بس کافی ہے اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔"

آپ بے حد صلہ رحمی کرنے والے اور نرم دل تھے شہادت کے وقت جب آپ دنیا کی سب سے بڑی مملکت کے خلیفہ تھے تو بھی آپ نے اپنی جان بچانے کی خاطر کسی کا ایک قطرہ خون بہانا بھی گوارا نہ کیا۔

ابن عساکر نے ابو ثور فہمیؒ سے روایت کی ہے۔ میں حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ وہ محصور تھے۔ آپ نے فرمایا۔

"میرے دس خصائل میرا رب ہی جانتا ہے۔

۱۔ میں اسلام قبول کرنے میں چوتھا ہوں۔

۲۔ رسول اللہؐ نے اپنی صاحبزادی میرے نکاح میں دی۔

۳۔ وہ وفات پا گئیں تو آپ نے دوسری صاحبزادی میرے نکاح میں دی۔

۴۔ نہ میں نے کبھی گانا سنا۔

۵۔ نہ ہی لہو لعب کی کبھی تمنا کی۔

۶۔ جب سے حضورؐ کی بیعت دائیں ہاتھ سے کی پھر اس ہاتھ سے کبھی اپنی شرم گاہ کو مس نہ کیا۔

۷۔ جب سے اسلام لایا کوئی جمعہ ایسا نہ تھا کہ میں نے غلام آزاد نہ کیا ہو۔

۸۔ نہ عہد جاہلیت اور نہ عہد اسلام میں کبھی زنا کیا۔

۹۔ نہ ہی کبھی چوری کی۔

۱۰۔ اور میں نے عہد رسالت میں پورا قرآن حفظ کر لیا تھا۔

میرے خاک و خون سے تو نے یہ جہاں کیا ہے پیدا
صلۂ شہید کیا ہے؟ تب و تابِ جاوِدانہ
(اقبال)

شانِ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

یہ نقطہ میں نے سیکھا ابو الحسن سے
کہ جاں مرتی نہیں مرگ بدن سے

(اقبال)

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضورؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا حضرت ابو طالب اور فاطمہ بنت اسد بن ہاشم کے فرزند تھے۔ جب آپؐ کے دادا فوت ہو گئے تو آپؐ کے چچا ابو طالب نے ہی نہایت شفقت سے آپؐ کی پرورش کی۔ آپؐ کو اپنی چچی فاطمہ بنت اسد سے بے حد محبت اور عقیدت تھی۔ اور انہیں اپنی ماں کے برابر جانتے تھے۔ حضرت فاطمہ بنت اسد نے اسلام قبول کر لیا تھا اور حضورؐ کے ساتھ مدینہ ہجرت بھی کی تھی۔ آپ بھی ہاشمی خاندان سے تھیں جس سال آپؐ کے شفیق چچا فوت ہوئے اور حضرت خدیجہ فوت ہوئیں آپؐ کو اس قدر غم ہوا کہ اس سال کو عام الحزن کا نام دیا۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب فاطمہ بنت اسد فوت ہوئیں تو حضورؐ نے خود ان کی قبر کی کھدائی میں حصہ لیا پھر قبر میں لیٹ کر دیکھا اور اپنا کرتا مبارک انہیں پہنانے کے لئے کہا۔ حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے۔ کہ آپؐ نے ان کی وفات پر فرمایا۔

"اے میری ماں۔ اللہ آپ پر رحم کرے۔ آپ میری ماں کے بعد ماں تھیں۔ آپ خود بھوکی رہتی تھیں اور مجھے کھلاتی تھیں۔ آپ کو خود لباس کی ضرورت ہوتی تھی۔ لیکن آپ مجھے پہناتی تھیں۔"

حضرت ابو طالب نے چونکہ ہر مشکل گھڑی میں آپ ؐ کا ساتھ دیا تھا۔ اس لئے جب مکہ میں قحط پڑا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے مشورہ کیا کہ حضرت ابو طالب بہت کثیر العیال ہیں اس لئے ہمیں ایک بیٹا پرورش کے لئے لے لینا چاہیئے۔ تاکہ ان کا بوجھ کچھ کم ہو جائے۔ چنانچہ آنحضرت ؐ نے حضرت علیؓ کی پرورش اپنے ذمہ لے لی۔ جو اس وقت کم سن تھے یعنی چار پانچ برس کے تھے۔ اس طرح آپ کی تربیت و پرورش آغوش محمد ؐ میں ہوئی اور بارگاہ رسالت میں انہیں ہمیشہ درجہ تقرب حاصل رہا۔

حضرت علیؓ کو بچپن ہی میں قبول ایمان کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت خدیجہؓ کے بعد سب سے پہلے اسلام کون لایا؟ اس بارے میں کئی روائتیں ہیں۔ بعض روایات میں حضرت ابو بکرؓ کی اوّلیت ظاہر ہوتی ہے اور بعض میں حضرت زید بن حارث کی۔ لیکن محققین نے اس کا فیصلہ یوں کیا ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ اسلام لائیں۔ مردوں میں حضرت ابو بکرؓ۔ غلاموں میں زید بن حارثہؓ اور بچوں میں سب سے پہلے حضرت علیؓ نے اسلام قبول کیا۔ آپؓ کی عمر اس وقت دس سال تھی۔

حضرت علیؓ کی ولادت باسعادت قریباً ۶۰۰ عیسوی میں خانہ کعبہ میں ہوئی آپ کے والد نے آپ کا نام علیؓ اور والدہ نے حیدر رکھا۔ آپ کے القاب مرتضیٰ اور اسد اللہ ہیں کنیت ابو الحسن اور ابو تراب ہے اور آپ برادر خیر البشرؐ ہیں۔

یہ وہ خوش بخت جوان تھے کہ جب حضورؐ نے ہجرت کے بعد ہر مہاجر کو ایک واخاتی بھائی بنایا تو سید المرسلین فخر موجودات محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے

ان کو دین اور دنیا میں اپنا بھائی قرار دیا اور ان کو اپنےؐ سے وہ نسبت دی جو موسیٰ کلیم اللہ کو اپنے بھائی ہارون سے تھی۔

صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب سب مہاجرین کے مواخاتی بھائی بنا دیئے گئے تو حضرت علی رنجیدہ ہو کر گھر چلے گئے۔ اس پر آپؐ نے حضرت بلالؓ کو انہیں بلانے کے لئے بھیجا اور فرمایا۔

"میں نے تمہیں اپنی ذات کے لئے پیچھے رہنے دیا تھا کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم کو میرے ساتھ وہی نسبت ہو جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہو گا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ازالتہ الخفاء عن خلافتہ الخلفا میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔

"میں نے سب لوگوں سے پہلے حضورؐ کے ساتھ نماز پڑھی۔"

تفسیر ابن کثیر۔ مسند احمد۔ مسند بزار۔ تاریخ ابو الفداء۔ ابن جریر طبری اور بعض دوسری کتابوں میں ہے کہ جب ۴ نبوت کو یہ آیت نازل ہوئی

(سورہ شعراء آیت ۲۱۴)

وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ شعراء ۲۱۴

ترجمہ: "اور اپنے نزدیکی رشتہ داروں کو خدا کا خوف دلائیے۔"

آپؐ نے اہل خانہ کو اسلام کی دعوت عام دی تقریباً "۴۰ اقربا موجود تھے۔ جن میں حضرت حمزہ حضرت عباسؓ۔ ابو لہب اور ابو طالب بھی موجود تھے۔ آپ نے

توحید کی دعوت دی اور فرمایا اے بنی عبدالمطلب میں تمہارے سامنے دنیا و آخرت کی بہترین نعمت پیش کرتا ہوں۔ آپ میں سے کون میرا مددگار۔ میرا بھائی اور میرا ساتھی بنتا ہے۔ سب لوگ خاموش رہے لیکن حضرت علیؓ جن کی عمر اس وقت ۱۳ یا ۱۴ سال تھی صرف ان کی صدا بلند ہوئی اور فرمایا۔

"گو میں سب سے چھوٹا ہوں۔ میری ٹانگیں پتلی ہیں اور مجھے آشوب چشم ہے تاہم میں آپ کا ساتھی اور مددگار بنوں گا۔"

حضرت علیؓ نے حضورؐ سے جو پیمان وفا باندھا تھا اسے آخری وقت تک نبھایا۔ آپ ہر دکھ سکھ میں رسول اللہؐ کے ساتھی رہے۔ جب ۷ نبوی کو مشرکین مکہ نے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا تو حضرت علیؓ بھی اپنے والدین اور دوسرے عزیزوں کے ساتھ ۳ سال تک شعب ابی طالب میں محصور رہے اور بھوک اور پیاس کے بے انتہا مصائب جھیلے۔ ابولہب کے سوا بنی ہاشم اور بنی مطلب کے سارے افراد خواہ مسلمان رہے ہوں یا کافر سمٹ کر شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے۔ ان کے ساتھ نہ کوئی شادی بیاہ کر سکتا تھا اور نہ خرید و فروخت۔ ان کا مطالبہ یہ تھا کہ وہ آنحضورؐ کو قتل کرنے کے لئے مشرکین کے حوالے کر دیں۔ حضرت ابو طالب نے اپنے جد اعلیٰ عبدالمناف کے دو صاحبزادوں ہاشم اور مطلب سے وجود میں آنے والے خاندانوں کو جمع کیا اور انہیں دعوت دی کہ اب تک وہ اپنے بھتیجے کی تنہا حفاظت و حمایت کرتے آئے ہیں اب اسے سب مل کر انجام دیں۔ ابو طالب کی یہ بات عربی حمیت کے پیش نظر ان دونوں خاندانوں کے سارے مسلم اور کافر افراد نے قبول کی۔ البتہ حضورؐ کے سگے چچا ابو طالب کے بھائی ابولہب الگ ہو کر مشرکین قریش سے جا ملا۔ ابولہب خاندان قریش کی وہ واحد

ہستی ہے۔ جس کی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نام لے کر مذمت کی۔

شعب ابی طالب میں ان کے خاندان پر بے حد ظلم ہوئے۔ غلے اور سامان خورد و نوش کی آمد بند ہو گئی۔ فاقہ کشی کا یہ حال تھا کہ بلکتے ہوئے بچوں اور عورتوں کی آوازیں گھاٹی کے باہر سنائی دیتی تھیں۔ بھوک کے مارے ان لوگوں کو پتے اور سوکھے چمڑے کھانے پڑے۔ ان حالات میں تین سال کا طویل عرصہ گذارا۔ جس صحیفے پر معاشرتی مقاطعہ لکھ کر خانہ کعبہ میں لٹکایا گیا تھا۔ اسے مکڑی کھا گئی۔ اور صرف جہاں جہاں لفظ اللہ لکھا تھا وہ بچ گیا۔ قریش کے کچھ لوگوں نے مشرکین کو سمجھایا تو یہ معاشرتی مقاطعہ ختم ہوا۔ مکڑی کے صحیفہ کو کھانے کا علم پہلے ہی حضورؐ کو خواب میں ہو گیا تھا۔ اور انہوں نے ابو طالب کو بتا دیا تھا۔ اس کے چند ماہ بعد حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات ہو گئی۔ ان دو ہستیوں کے اس دنیا سے اٹھ جانے کے بعد تو مسلمانوں پر ظلم و ستم کی انتہا ہو گئی اور آخر کار اللہ کے حکم سے مسلمانوں کو مدینہ ہجرت کرنی پڑی۔

ہجرت نبوی کے وقت حضرت علیؓ کو یہ لازوال شرف حاصل ہے کہ حضورؐ نے انہیں اہل مکہ کی امانتیں واپس کرنے کی ذمہ داری سپرد فرمائی اور اپنی سبز حضرموتی چادر اوڑھا کر اپنے بستر پر لٹا دیا۔ اگرچہ یہ اپنی جان کو خطرے میں ڈالنے والا کام تھا۔ لیکن حضرت علی بخوشی حضورؐ کے بستر پر لیٹ گئے۔

سیرت ابن ہشام جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۹۱۔ طبری جلد نمبر ۲ صفحہ [illegible] تاریخ یعقوبی جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۹۔ مسند احمد جلد نمبر ۱ صفحہ ۳۴۸ اور حجتہ الاسلام محمد غزالیؒ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں۔

"جب شب ہجرت میں جناب حضرت علیؓ آنحضرتؐ کے بستر پر سو

رہے تھے تو پروردگار نے جبرئیل اور میکائیل کی جانب وحی کی کہ میں نے تم دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے اور تم دونوں میں کسی ایک کی عمر دوسرے سے زیادہ بنائی ہے۔ تم دونوں میں سے کوئی ہے کہ اپنی عمر کا حصہ اپنے دوسرے بھائی کو دے دے۔ دونوں نے اپنی عمر کی کمی گوارا نہ کی۔ خدا تعالیٰ کا حکم ہوا کہ تم دونوں علیؓ کی مثل نہیں ہو سکتے۔ میں نے اسے اپنے حبیب محمد رسول اللہؐ کا بھائی بنایا ہے۔ دیکھو وہ اپنے بھائی کے بستر پر سو رہا ہے اور اپنی جان کو میرے رسول پر قربان کرتا ہے اور اپنی زندگی کو انؐ پر فدا کر رہا ہے۔ تم دونوں زمین پر جا کر اس کو اس کے دشمنوں سے بچاؤ جناب جبریل حضرت علیؓ کے سر مبارک کی طرف اور میکائیل پاؤں کی طرف اترے اور تمام رات ان کی حفاظت کرتے رہے اور پکارتے رہے۔ شاباش اے ابن ابی طالب خدا اور فرشتے تیرے ساتھ فخر کرتے ہیں۔ اور پس خدا تعالیٰ نے آنحضورؐ پر یہ آیت نازل فرمائی۔ (سورہ بقرہ آیت ۲۰۷)

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ۝ (البقرة ۲۰۷)

ترجمہ: "اور بعض لوگوں میں سے وہ ہے جو بیچتا ہے اپنی جان کو خدا کی رضامندی کے لئے اور اللہ شفقت کرنے والا ہے اپنے بندوں پر۔"

ابن جریر طبری اور ابن اثیر کا بیان ہے کہ کفار نے حضرت علیؓ کو گھیر لیا اور پوچھا محمدؐ کہاں ہیں۔ انہوں نے جواب دیا۔

"میں کیا بتا سکتا ہوں تم لوگوں نے انہیں نکلنے پر مجبور کیا وہ نکل گئے۔"

کچھ دیر حضرت علیؓ کو مسجد حرام میں محبوس رکھا لیکن دیکھا کہ ان۔

کچھ معلوم کرنا ممکن نہیں تو انہیں چھوڑ دیا۔ اس طرح حضورؐ ابھی قبا میں ہی قیام پذیر تھے کہ حضرت علیؓ بھی پا پیادہ ہجرت کر کے قبا پہنچ گئے۔ اتنے لمبے سفر سے ان کے پاؤں میں چھالے پڑے ہوئے تھے۔

جب مدینہ میں مسجد نبوی کی تعمیر شروع ہوئی تو حضرت علیؓ نے بھی اس کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اینٹیں اور گارا ڈھو ڈھو کر لاتے تھے۔

حضرت علیؓ کا سب سے بڑا شرف اور اعزاز یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر اور سب سے پیاری بیٹی فاطمۃ الزہراؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے خود پڑھایا۔ اور دونوں کو دعائے خیر و برکت دی۔

حضرت علیؓ کے بیٹے حسنؓ اور حسینؓ حضورؐ کو بے حد پیارے تھے۔

آپ کی سب سے بڑی بیٹی حضرت زینب تھیں جو حضرت خدیجہ کے بطن سے تھیں۔

سیرت ابن ہشام اور طبری جلد اول میں ہے کہ حضرت زینب نے جنگ بدر کے بعد مدینہ ہجرت کی۔ راستے میں کفار نے ان کے اونٹ پر حملہ کیا۔ جس سے زخمی ہو کر گر گئیں اور حمل ساقط ہو گیا۔ مدینہ پہنچنے کے بعد ان زخموں کی وجہ سے بیمار ہو گئیں۔ آپ کے شوہر ابو العاص بھی بعد میں مسلمان ہو کر مدینہ آ گئے۔ حضرت زینب ۸ ہجری کو وفات پا گئیں۔ ان کی ایک بیٹی امامہ اور ایک بیٹا علی تھا۔ علی بعد میں جنگ یرموک میں شہید ہو گئے۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ”وہ میری سب سے اچھی لڑکی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی اسد الغابہ۔ استیعاب

اور طبقات میں ہے کہ حضور امامہؓ کو کندھوں پر بٹھاتے تھے۔ حضرت امامہؓ کو حضورؐ نے اپنی کفالت میں لے لیا اور آپؐ اپنی نواسی سے بے حد پیار کرتے تھے۔ حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہ کی نصیحت کے مطابق حضرت امامہ سے شادی کی تھی۔ اور ان سے حضرت علیؓ کے بیٹے محمد اوسط پیدا ہوئے لیکن ان میں سے کوئی نسل نہ چلی۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد امیر معاویہؓ نے حضرت امامہ کو نکاح کا پیغام دیا لیکن آپ نے حضرت علیؓ کی وصیت کے مطابق اسے ٹھکرا دیا اور مغیرہ بن نوفل کے عقد میں آ گئیں۔ ان سے آپ کے بیٹے یحییٰ پیدا ہوئے۔

حضورؐ کی دوسری بیٹی حضرت رقیہ تھیں۔ ان کی والدہ ماجدہ بھی حضرت خدیجہؓ تھیں۔ نبوت سے پہلے حضرت رقیہ کا عقد ابو لہب کے بیٹے عتبہ سے ہوا تھا لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ ابو لہب حضورؐ کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ خاص طور پر جب اس کی مذمت میں سورہ لہب بھی نازل ہو گئی تو اس نے اور اس کی بیوی ام جمیل نے اپنے بیٹے پر زور دیا کہ محمدؐ کی بیٹی کو طلاق دے دو۔ جیسے ہی حضرت عثمانؓ نے اسلام قبول کیا حضورؐ نے حضرت رقیہؓ کی شادی آپؓ سے کر دی۔ حضرت رقیہؓ نے ۲ ہجری میں فتح بدر سے اگلے دن وفات پائی۔ آپ سے حضرت عثمان کے بیٹے عبداللہ پیدا ہوئے۔ جو صرف چھ سال کی عمر میں آنکھ میں مرغ کی چونچ مارنے سے بیمار ہوئے اور فوت ہو گئے۔ اور ان کی نماز جنازہ حضورؐ نے خود پڑھائی۔

دار المنشور صفحہ ۲۰۷ میں ہے کہ حضرت رقیہؓ اس قدر حسین و جمیل تھیں کہ حبشہ کا ایک گروہ آپ کے حسن و جمال پر تعجب کرتا تھا۔ اس گروہ نے آپ کو بہت تکالیف پہنچائی۔ آپ نے ان لوگوں کے لئے بد دعا کی اور آخر کار وہ سب لوگ

خیبر مجھے جانتا ہے میں مرحب ہوں
اسلحہ پوش بہادر اور تجربہ کار ہوں
جب کہ لڑائی کی آگ بھڑکی ہے

اس کے علاوہ اور بہت سے اشعار کہ میری تیزی دیکھ کر مقابل بھاگ جاتے ہیں میرا حریف ہمیشہ خون میں تربتر نظر آتا ہے۔ حضرت علیؓ نے اس کے غرور اور تکبر کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

"میں وہ ہوں جس کا نام میری ماں نے حیدر رکھا ہے۔ جھاڑی کے شیر کی طرح مہیب اور ڈراؤنا میں دشمنوں کو نہایت سرعت سے قتل کر دیتا ہوں۔"

مرحب نے وار کیا مگر خالی گیا۔ جب کہ حضرت علیؓ نے ایک ہی وار میں اس کا سر کاٹ دیا۔ یہودی قلعے پر یہ تمام واقعہ دیکھ رہے تھے۔ مرحب کے قتل نے ان کے اوسان خطا کر دیئے۔ چنانچہ انہوں نے قلعے کا دروازہ مضبوطی سے بند کر دیا۔ حضرت علیؓ نے لشکر کو قلعہ کا محاصرہ کرنے کا حکم دیا ۲۰ دن تک محاصرہ جاری رہا لیکن ایک دن حضرت علیؓ ایک عجیب اور حیرت انگیز قوت و صولت کے ساتھ ایک جست لگا کر خندق کے پار جا پہنچے اور قلعہ کے دروازے کو پکڑ کر ہلا دیا اور اس کا کواڑ اکھیڑ دیا۔ اس کواڑ کو ڈھال بنا کر جنگ میں مصروف ہو گئے۔ قلعہ کا دروازہ کھل جانے پر لشکر اسلام بھی قلعہ کے اندر داخل ہو گیا اور جب قلعہ فتح ہو گیا اور جنگ ختم ہو گئی تو آپ نے کواڑ پرے پھینک دیا۔ تاریخ ابو الفدا اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ دروازہ اتنا وزنی تھا کہ سات آدمی بھی اسے ہلا نہیں سکتے تھے۔

ایک نامور مصنف مولانا مناظر حسین گیلانی لکھتے ہیں۔

"علیؓ کی پچھلی زندگی پر تنقید کرنے والے ان کی زندگی کی ابتدائی خدمات سے اپنے آپ کو اندھا کیوں کر لیتے ہیں۔ وہ اسلامی اٹلس میں ایران و مصر شام و عراق کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ قادسیہ میں جو کامیابی مسلمانوں کو نصیب ہوئی کیا بدر کی فیصلہ کن کامیابی کے بغیر نصیب ہو سکتی تھی۔ وہ خوش ہوتے ہیں کہ یرموک ندی کے ساحل پر معجزانہ شکست ان کے دشمنوں کو اٹھانا پڑی لیکن یرموک کی خوشی پر شادیانے بجانے والوں سے کوئی پوچھے کہ ارے محسن کشو یرموک تک تم پہنچ بھی سکتے تھے اگر کھولنے والا تم پر خیبر کے پہاڑی قلعوں کے دروازوں کو نہ کھول دیتا۔"

علامہ ابن جریر لکھتے ہیں کہ ہبل بت اس قدر وزنی تھا کہ کئی لوگ بھی مل کر اسے اٹھا نہیں سکتے تھے۔ یہ بت خانہ کعبہ کی چھت پر نصب تھا۔ فتح مکہ والے دن حضرت علیؓ نے حضورؐ کے کندھے پر چڑھ کر اکیلے اس بت کو اکھیڑ کر اٹھا پھینکا تھا۔

علامہ عبدالبر استیعاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ جب کسی کی کلائی پکڑ لیتے تو اس کا گلا گھٹ جاتا تھا اور وہ سانس نہیں لے سکتا تھا۔

ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے جس پہلوان سے بھی کشتی کی اسے پچھاڑ دیا۔ حضرت علیؓ کی ضربیں ایک بار ہی پورا کاٹ ڈالنے والی تھیں۔ علامہ اقبال آ

کی جوانمردی اور دلیرانہ انداز کی وجہ سے دیا تھا۔

حیدر کے لغوی معنی شیر کے ہیں اور کرار کے معنی ہیں مقابل کو بھگا دینے والا۔ نابڑتوڑ وار کر کے ٹکڑے کر دینے والا آپ کے اوصاف میں یہ دونوں صفتیں موجود تھیں۔ اس دن سے آپ حیدر کرار کے لقب سے مشہور ہوئے۔

علامہ اقبال آپ کی اس شجاعت کی تعریف کرتے ہوئے آج کی دنیا کو چیلنج کرتے ہیں۔

بڑھ کے خیبر سے ہے یہ معرکہ دین و وطن
اس زمانے میں کوئی حیدر کرارؓ بھی ہے؟

جنگ خندق میں عرب کے مشہور شہسوار عمرو بن ود (جسے عرب ایک ہزار سوار کے برابر سمجھتے تھے۔) نے خندق پار کر لی جب کہ اور کوئی اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔ شیر خدا نے ایک ہی وار میں اس کا سر کاٹ کر پرے گرا دیا۔ امام فخر الدین رازی اربعین میں لکھتے ہیں کہ

"صحابہ میں ابو دجانہؓ اور خالد بن ولیدؓ کی مثل ایک ایسی جماعت تھی جو شجاعت میں بڑی شہرت رکھتی تھی لیکن حضرت علیؓ کی شجاعت سب کی شجاعت سے نفع بخش تھی۔"

"تم نہیں دیکھتے جنگ احزاب (خندق) کے دن" آنحضرتؐ نے فرمایا۔

"علیؓ کی ایک ضرب جن و انس کی عباذت سے افضل ہے۔"

جنگ خندق سے پہلے جنگ احد میں بھی آپ نے فداکاری کے بے مثال جوہر

دکھائے۔ جب حضورؐ کا چہرہ انور لہولہان ہو گیا تو آپ ڈھال میں پانی بھر کر لاتے
آپؓ کی زوجہ محترمہ حضورؐ کی لخت جگر اپنے والد محترم کا زخم دھوتی جاتیں۔

جنگ خیبر کے متعلق بے شمار راویوں سے صحیح بخاری میں روایت ہے
جنگ خیبر میں یہودیوں کے ایک ایک کر کے تمام قلعے فتح ہو گئے لیکن سب سے
قلعہ قموص باقی رہ گیا۔ اس میں یہودیوں کا شہسوار مرحب تھا۔ اس کو فتح کر
بڑے بڑے صحابہ نے کوشش کی لیکن سب ناکام رہے۔

ایک دن شام کے وقت رسول اللہؐ نے فرمایا کل صبح میں علم اس شخص کو
گا جو اس قلعے کو فتح کرے گا۔ اگلے دن ہر شخص آرزومند تھا کہ یہ شرف اس کو
جائے۔ آپؐ نے فرمایا "علی کہاں ہے۔" بتایا گیا وہ آشوب چشم میں مبتلا
ارشاد ہوا "اسے بلاؤ اور میرے پاس لاؤ۔" حضرت علیؓ آگئے تو حضورؐ نے اپنا لعاب
دہن ان کی آنکھ پر لگایا اور پھر دعا کی تو وہ اچھے ہو گئے۔ آپؐ نے حضرت علیؓ کو
فرمایا۔

"پہلے میدان میں اترو اور اسلام کی دعوت دو اللہ گواہ ہے علی اگر
تیرے ذریعے ایک آدمی کو بھی ہدایت نصیب ہو گئی تو یہ تیرے لئے سرخ
اونٹوں سے بہتر ہو گا۔"

آپ علم ہاتھ میں لئے لشکر کے آگے آگے قلعے کے سامنے پہنچے۔ اور یہودیوں
کو دعوت اسلام دی اور ایک فصیح و بلیغ تقریر کی جواب میں اپنی شجاعت اور طاقت
میں مست مرحب دیو پیکر قامت سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہوا گھوڑے پر
سوار یہ رجز پڑھتا ہوا بر آمد ہوا۔

ک کردے۔"

اس پر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عرض کی میں بھی آپؐ کے اہل بیت سے
ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا۔

"تم الگ رہو تم تو خیر ہو ہی۔"

یہ چار نفوس حضرت علیؓ۔ حضرت فاطمہؓ۔ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ
تھے۔

صحیح بخاری میں حضرت سہیل بن سعد سے روایت ہے رسول اللہ ایک دن
حضرت فاطمہؓ کے مکان پر تشریف لائے اور علیؓ کو نہ پا کر پوچھا "تمہارے ابن عم کہاں
ہیں؟" حضرت فاطمہؓ بولیں۔ "مجھ میں اور ان میں کچھ شکر رنجی ہو گئی تھی۔ وہ غصے
میں چلے گئے اور دوپہر کو یہاں نہیں لیٹے۔" رسول اللہ نے ایک شخص کو فرمایا۔ "
دیکھو کہاں ہیں؟" اس نے آکر خبر دی "وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔" آپؐ وہاں تشریف
لے گئے وہ لیٹے ہوئے تھے۔ پہلو سے چادر ہٹ گئی تھی اور مٹی جسم پر لگ گئی
تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مٹی پونچھتے جاتے اور فرماتے تھے۔ ابو تراب
(مٹی کے باپ) اٹھو۔ ابو تراب یہ کنیت حضرت علیؓ کو اس قدر پیاری تھی کہ جب
کوئی اس سے مخاطب کرتا تو بے حد خوش ہوتے۔

حضرت علیؓ سابقون الاولون میں سے بھی تھے اور مہاجرین میں سے بھی ان
سب کو اللہ تعالیٰ نے جنتی قرار دیا ہے۔ حضرت علیؓ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔

آپؐ کاتب وحی تھے اور صلح نامہ حدیبیہ بھی آپ نے تحریر کیا تھا اور اس میں
رسول اللہ کا لفظ محو کرنا گوارا نہ کیا تھا۔ جسے پھر حضورؐ نے خود مٹا دیا تھا۔ حضورؐ کے

کئی مکاتیب اور فرمان آپ نے تحریر کیئے۔

آپ بیعت رضوان میں بھی شامل تھے اور اس طرح اصحاب الشجرہ کی جماعت میں شامل ہوئے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے صاف لفظوں میں اپنے راضی ہونے کی خبردی

شجاعت

آپؓ کا سب سے نمایاں وصف آپ کی شجاعت اور بہادری تھا۔ ہجرت مدینہ کے بعد جب غزوات کا دور شروع ہوا تو آپ نے بدر۔ احد خندق اور خیبر معرکہ میں شجاعت کے ایسے جوہر دکھائے کہ جدھر کو رخ کرتے صفیں کی صفیں کاٹ کر رکھ دیتے۔ خود حضرت علیؓ کا قول ہے کہ

"میدان رزم میں مجھے پرواہ نہیں ہوتی کہ موت میری طرف آ رہی ہے یا میں موت کے پاس جا رہا ہوں۔"

حضرت علیؓ کا قول ہے کہ

"موت زندگی کی محافظ ہے۔"

یعنی موت سے پہلے کوئی مر نہیں سکتا۔

مولانا سعید انصاری نے سیر الصحابہ میں لکھا ہے کہ جنگ بدر میں اسلامی جھنڈوں میں ایک جھنڈا حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت علیؓ نے اس جنگ میں پہلی بار اپنی شجاعت کا ایسا ثبوت دیا کہ اپنے اور بیگانے سب مان گئے۔

بنی احمد سہا اپنی کتاب اصحاب رسول' میں لکھتے ہیں کہ جنگ بدر کے موقع پر آپؐ نے حضرت علیؓ کو حیدر کرار کہہ کر مخاطب کیا۔ یہ خطاب رسول اللہ نے آپ

ہلاک ہو گئے۔

آپؐ کی تیسری بیٹی ام کلثومؓ تھیں۔ ان کا عقد ابو لہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے ہوا تھا ان کی ابھی رخصتی نہ ہوئی تھی۔ عتبہ کی طرح عتیبہ نے بھی حضرت کلثومؓ کو طلاق دے دی۔ حضرت رقیہؓ کے فوت ہونے کے بعد حضرت امّ کلثومؓ کا نکاح بھی حضرت عثمانؓ سے کر دیا۔ آپ کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ شادی کے پانچ سال بعد شعبان ۹ ہجری میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی وفات پر حضورؐ بہت رنجیدہ ہوئے اور استیعاب میں روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا اگر میری دس لڑکیاں ہوتیں اور فوت ہو جاتیں تو یکے بعد دیگرے عثمانؓ کے عقد میں دیتا۔

آپؐ کی سب سے چھوٹی بیٹی حضرت فاطمہ تھیں ان کی والدہ بھی حضرت خدیجہ تھیں۔ حضرت فاطمہ سے حضرت امام حسنؓ حضرت امام حسین علیہ اسلام اور دو لڑکیاں ام کلثوم اور زینب پیدا ہوئیں۔ آپؐ کو حضرت فاطمہ سے اس قدر محبت تھی کہ انہیں گھر بھی اپنے بالکل قریب دلوایا۔ اسد الغابہ میں ہے کہ یہ شرف صرف حضرت فاطمہ کو ہی حاصل ہے کہ ان سے آپ کی نسل باقی رہی۔

سنن ابو داؤد اور صحیح بخاری میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ میں نے نشست و برخاست۔ عادات و فضائل۔ طرز گفتگو او رلب و لہجہ میں آنحضرتؐ کے مشابہ فاطمہؓ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔

اُمّ سلمہؓ کہتی ہیں کہ رفتار و گفتار میں بہترین نمونہ رسول اللہ صلعم کا فاطمہؓ تھیں۔ حضرت فاطمہؓ کی شکل بھی آنحضرتؐ سے بہت ملتی تھی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میری آنکھوں نے رسول اللہ صلعم کے بعد فاطمہؓ سے بہتر کسی کو نہیں پایا۔

ابو داؤد۔ صحیح بخاری اور اسد الغابہ میں ہے کہ جب حضورؐ کو حضرت علیؓ کے

ابو جہل کی بہن سے شادی کے ارادے کی خبر ہوئی تو آپؐ کو بہت برا لگا اور اپنی
خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

"فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے۔ جس نے اس کو اذیت دی گویا
اس نے مجھے اذیت دی۔ جس سے اسے دکھ پہنچے گا اس سے مجھے بھی
تکلیف ہوگی۔"

اس کا اثر یہ ہوا کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی زندگی میں کوئی دوسرا نکاح
نہ کیا۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ ایک دفعہ حضرتِ علیؓ نے آنحضرتؐ سے عرض
کہ آپؐ کو ہم دونوں میں سے کون زیادہ پیارا ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔

"تم سے زیادہ فاطمہ محبوب ہے اور فاطمہ سے زیادہ تم عزیز ہو۔"

حضرت فاطمہؓ کو حضورؐ نے جنت میں عورتوں کی سردار ہونے کی خوشخبری د
اور فرمایا۔

"جنت میں مریم بنت عمران۔ آسیہ زوجہ فرعون۔ حضرت خدیجہ
اور حضرت فاطمہ عورتوں کی سردار ہوں گی اور حضرت امام حسنؓ اور
حضرت امام حسینؓ جوان مردوں کے سردار ہوں گے۔"

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت علیؓ ان چار مقدس ہستیوں میں سے ہیں جن
حضرت عائشہ کے قول کے مطابق حضورؐ نے ایک کپڑا ڈال کر فرمایا۔

"الٰہی یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے گندگی کو دور رکھ اور انہیں

اور سجدہ کرتے۔ چاہتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی خوشی ان کی نشانی ان کے منہ پر ہے۔ سجدہ کے نشان سے۔ یہ کہاوت ہے ان کی تورات میں اور کہاوت ہے ان کی انجیل میں۔"

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

(اقبال)

آپ نماز میں مثل موم نرم اور رزم میں مثل سنگ خارا سخت تھے۔ المقصفی حضرت علیؓ کی زبان مبارک سے روایت بیان کرتے ہیں کہ

"جب نماز کا وقت ہوتا تو آپ کا رنگ زرد پڑ جاتا۔ لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا! اس امانت کو ادا کرنے کا وقت آ پہنچا کہ جس امانت کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں زمینوں اور پہاڑ پر پیش کیا تو انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور میں نے اپنی ناتوانی سے اٹھا لیا۔"

شرح نہج البلاغہ میں روایت ہے کہ صفین کی لیلتہ الحریر میں دو صفوں کے درمیان آپ کے لئے نماز کی جگہ بنائی گئی تو آپ نماز پڑھنے لگے تیر آپ کے سامنے سے آتے تھے اور کانوں کے پاس سے لے کر دائیں بائیں گذر جاتے تھے مگر حضرت علیؓ بالکل خوف نہ کھاتے تھے۔ جب تک آپ وظائف سے فارغ نہ ہوئے اس مقام سے نہ اٹھے۔

ارمان سرحدی اپنی کتاب علیؓ بن ابی طالب میں لکھتے ہیں۔

"نماز کے وقت آپؓ کے استغراق کا یہ عالم تھا کہ آپ اپنے جسد عنصری سے بھی بے خبر ہو جاتے تھے۔"

ایک دفعہ آپؓ کے پاؤں میں تیر کی نوک کھب گئی۔ لوگوں نے اسے نکالنے کی کوشش کی مگر کھینچنے سے آپ کو اس شدت کا درد ہوتا کہ اس قدر باحوصلہ اور بہادر ہوتے ہوئے بھی آپ درد سے بے چین ہو جاتے۔ جب نماز کا وقت آیا اور آپ نماز میں مصروف ہو گئے تو آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ اب تیر ان کے پاؤں سے کھینچ لیا جائے۔ چنانچہ اسے کھینچ کر نکال دیا گیا اور آپ کو مطلق محسوس نہ ہوا۔ البتہ تیر نکلنے سے اس قدر خون جاری ہوا کہ تمام مصلیٰ خون سے بھر گیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے اور یہ کیفیت دیکھی تو تیر کی طرف دھیان گیا تو دیکھا کہ وہ پاؤں سے نکل چکا ہے لوگوں کے دریافت کرنے پر آپ نے بتایا کہ مجھے تو مطلق درد محسوس نہیں ہوا اور نہ ہی اس امر کا پتہ چلا کہ میرے پاؤں سے تیر نکالا جا رہا ہے۔ "سبحان اللہ"

وہ سجدہ روح زمیں جس سے کانپ جاتی تھی
اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب
(اقبال)

سخاوت

آپ بے حد سخی اور ایثار پیشہ تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ رات بھر کسی کا باغ سینچتے رہے۔ صبح کے وقت تھوڑے سے جو مزدوری میں ملے

شہادت حضرت علیؓ

جنگ نہروان میں خوارج کی شکست اور تباہی نے انہیں بہت وحشت ناک کر دیا تھا۔ یہ لوگ نہ صرف حضرت علیؓ کے دشمن تھے بلکہ معاویہؓ اور عمرو بن العاص تینوں کے مخالف تھے اور تینوں کو قتل کرنے کا تہیہ کر چکے تھے۔

مکہ میں بیٹھ کر خارجیوں نے سازش کی اور تین آدمیوں نے اس قتل کا بیڑا اٹھایا۔ عمرو بن بکر تمیمی نے کہا میں حاکم مصر عمروؓ بن العاص کو قتل کردوں گا۔ کیونکہ وہ فتنے کی متحرک روح ہے۔ برک بن عبداللہ تمیمی نے کہا میں امیر معاویہؓ بن ابو سفیان کو قتل کروں گا۔ کیونکہ اس نے مصر میں قیصریت قائم کی ہے۔

حضرت علیؓ کے نام سے سب کے دل تھراتے تھے آخر کار عبدالرحمن بن ملجم نے حضرت علیؓ کو شہید کرنے کی ذمہ داری لی۔ ارمان سرحدی ''علی بن ابی طالب'' میں لکھتے ہیں۔ کہ جب ابن ملجم کوفہ پہنچا تو یہاں اس کی ملاقات قبیلہ تمیم الرباب کے بعض خارجیوں سے ہوئی۔ اس میں ایک خوبصورت عورت قطام بنت شحنہ بن عدی بن عامر بھی تھی۔ عبدالرحمن بن ملجم اس پر عاشق ہو گیا۔ وہ عورت عبدالرحمن بن ملجم سے شادی پر اس شرط پر راضی ہوئی کہ وہ مہر میں تین ہزار درہم' ایک غلام ایک کنیز اور علی (رضی اللہ عنہ) کا سر دے گا۔ ابن ملجم نے منظور کرلیا اور آخر کار وہ اپنی ناپاک سازش میں کامیاب ہو گیا طبری نے لکھا ہے کہ وہ گرفتار ہو گیا۔ زخمی حالت میں حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ سے فرمایا۔

''یہ قیدی ہے۔ اس کی خاطر تواضع کرو۔ اچھا کھانا دو۔ نرم بچھونا دو۔ اگر زندہ رہوں گا تو اپنے خون کا سب سے زیادہ دعویدار میں ہوں گا۔

قصاص لوں گا یا معاف کر دوں گا۔ اگر مر جاؤں تو اسے بھی میرے پیچھے روانہ کر دینا۔ رب العالمین کے حضور اس سے جواب طلب کروں گا۔"

"اے بنی عبد المطلب! ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کی خونریزی شروع کر دو اور کہو کہ امیر المومنین قتل ہو گئے۔ خبردار میرے قاتل کے سوا کوئی دوسرا قتل نہ کیا جائے۔ اے حسن اگر میں اس کی ایک ضرب سے مر جاؤں تو ایسی ہی ضرب اسے بھی مارنا اس کے ناک کان کاٹ کر لاش خراب نہ کرنا۔ کیونکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے "خبردار ناک کان نہ کاٹو اگرچہ وہ کتا ہی کیوں نہ ہو۔"

زہد و تقویٰ

آپ حافظ قرآن تھے۔ زہد و تقویٰ اور عبادت و سخاوت میں کوئی آپ کا ثانی نہ تھا۔ آپ کے کثرت نوافل کا یہ حال تھا کہ طویل سجدوں کے باعث آپ کی پیشانی اونٹ کے ثفنہ کے مانند سخت ہو گئی تھی۔ سورہ الفتح آیت نمبر۲۹ کے متعلق جناب موسیٰ کاظم اپنے آباء اکرام سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علیؓ کی شان میں نازل ہوئی۔

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۚ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚۖ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ

ترجمہ: "محمد خدا کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ سخت ہیں کافروں پر اور آپس میں نرم دل ہیں۔ دیکھے تو ان کو رکوع کرتے

آپؓ نے جنگ جمل میں اپنے اور اپنے دشمنوں کے مقتولین پر ایک جیسی نماز جنازہ پڑھائی۔

جنگ صفین میں بھی جب خوارج باغی ہو کر آپ کی فوج چھوڑ رہے تھے۔ آپؓ سے کہا گیا کہ یہ آپ کے خلاف بغاوت کرنے والے ہیں اور ان سے جنگ کریں تو آپؓ نے فرمایا۔

"جب تک وہ مجھ سے جنگ نہ کریں میں ان سے جنگ نہیں کروں گا اور وہ عنقریب جنگ کریں گے۔"

جنگ صفین میں امیر معاویہ کی فوج آپؓ کے اور پانی کے درمیان حائل ہو گئی اور فوج کے جوان آپ سے کہہ رہے تھے آپؓ کو پانی کا ایک قطرہ نہیں ملے گا اور یہاں تک کہ آپ پیاس سے مرجائیں گے۔ مگر جب آپ نے ان پر حملہ کر کے ان کو وہاں سے نکال دیا تو انہیں وہاں سے اپنی فوج کی طرح پانی پینے کی اجازت دے دی گئی۔

جنگ جمل اور جنگ صفین کی خونریزی پر تبصرہ کرتے ہوئے نہایت خوبصورت انداز میں فرمایا۔ آخرت میں اس کا معاملہ نیت کے مطابق ہو گا۔ پھر سورہ الاعراف کی آیت نمبر ۴۳ تلاوت کی۔

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ (اعراف۔۴۳)

ترجمہ: "اور ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف جو کچھ کدورت ہو گی اسے ہم نکال دیں گے ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔"

اور فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ اللہ میرے، عثمانؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ کے درمیان بھی صلح صفائی کروا دے گا (تفہیم القرآن جلد نمبر۲ جلد نمبر۳) یعنی دنیا کی زندگی میں ان نیک لوگوں کے درمیان اگر کچھ رنجشیں اور بدمزگیاں اور آپس کی غلط فہمیاں ہو رہی ہوں تو آخرت میں وہ سب دور کردی جائیں گی۔ ان کے دل ایک دوسرے سے صاف ہو جائیں گے۔ اور وہ مخلص دوستوں کی حیثیت سے جنت میں داخل ہوں گے۔ اہل جنت کے دل صاف ہوں گے اسی طرح سورہ الحجرات آیت نمبر ۴۷ میں ہے۔

اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ (حجر ۴۷)

ترجمہ: "بھائی برابر کے تختوں پر آمنے سامنے ہوں گے۔"

اس آیت کے متعلق حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ یہ آیت بھی ان کے لئے نازل ہوئی ہے۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے عرض کی آپؐ کو ہم دونوں میں سے کون زیادہ پیارا ہے۔ آپؐ نے فرمایا فاطمہ تم سے زیادہ پیاری ہے اور تم فاطمہ سے زیادہ عزیز ہو اور تم حوض کوثر پر اکٹھے ہو گے اور اس پر آسمان کے ستاروں کی تعداد کے موافق پیالے ہوں گے اور تو اور حسنؓ اور حسینؓ اور فاطمہ اور عقیل و جعفر بھائی برابر تختوں پر آمنے سامنے ہوں گے۔

کی قوت بدن کو اس طرح سراہتے ہیں۔

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا زور حیدرؓ فقر بوذرؓ صدق سلمانیؓ

اس بات پر تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ تبوک کے سوا حضرت علیؓ تمام غزوات میں حضورؐ کیساتھ تھے۔ تبوک میں آنحضرتؐ ان کو اپنے عیال کی حفاظت کے لئے مدینہ چھوڑ گئے تھے۔ علامہ عبدالبر استعیاب میں لکھتے ہیں۔

"ابن عباس کہتے ہیں کہ علیؓ کی چار خصلتیں ایسی ہیں کہ ان کے سوا دوسرے میں نہیں۔ وہ سب عربی اور عجمی لوگوں میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے آنحضرتؐ کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور وہ شخص ہیں کہ آنحضرتؐ کے ہر لشکر کے علمدار تھے۔ اور وہ شخص ہیں کہ جس روز آنحضرتؐ کے پاس سے سب لوگ بھاگ گئے تھے تو وہ آپؐ کے ساتھ صبر کئے رہے اور وہ شخص ہیں جنہوں نے آنحضرتؐ کو غسل دیا اور انہیں قبر میں اتارا۔"

نوٹ: (جامع ترمذی۔ بخاری۔) جنگ احد میں عبداللہ بن جبیر کے ماتحت تیر افگن دستے نے جب درہ خالی چھوڑ کر مال غنیمت سنبھالنا شروع کیا تو اس خالی درے سے مشرکین کے سواروں نے جیتے ہوئے مسلمانوں کو مار بھگایا صرف چند جان نثار اللہ کے پیغمبر پر قربان ہونے کے لئے رہ گئے۔ جس میں طلحہؓ قتادہ بن نعمان۔ سعدؓ بن ابی وقاص۔ حضرت علیؓ موجود تھے۔ کچھ اور صحابہ اس جانثاری کے دوران شہید ہوئے۔ جن میں آخری فداکار عمارؓ بن یزید تھے۔

حضورؐ کی وفات کے بعد آپؓ نے تینوں خلفائے راشدین کا بھرپور سا[illegible]
دیا۔ اور وہ سب آپ کی رائے کو مقدم رکھتے تھے اور حکومت کے تمام امور [illegible]
آپؓ ہی سے مشورہ لیتے تھے۔ حتیٰ کہ جب بیت المقدس فتح ہوا تو حضرت [illegible]
آپؓ ہی کے مشورے پر شام گئے اور مدینہ میں آپ ہی کو قائم مقام بنا کر [illegible]
اپنی خلافت کے دوران حضرت علیؓ کو پورا وقت کسی نہ کسی جنگ کا سامنا رہا۔ [illegible]
جنگ میں آپ کے لشکر کی تعداد مخالف لشکر سے کم ہوتی۔ لیکن آپ کا پلہ [illegible]
بھاری رہا اور آپ نے ان جنگوں میں بھی شجاعت کے بے مثال جوہر دکھا[illegible]

بے حد قوت اور طاقت کے ہوتے ہوئے بھی آپ نے ظلم سے
اجتناب کیا۔ آپ نے کبھی کسی سے جنگ کرنے میں پہل نہ کی۔ آپ اپ[illegible]
حسنؓ سے فرمایا کرتے تھے کہ

"دعوت مبارزت نہ دینا۔ اگر مجھے دعوت مبارزت دی گئی تو میں
قبول کروں گا۔ بلا شبہ مبارزت کی دعوت دینے والا ظالم ہے اور ظالم
قتل ہوتا ہے۔"

جنگ خندق میں بھی عمرو بن ود نے پہلے للکارا تھا کہ کوئی مقابلہ کرنے والا ہے؟
لیکن حضرت علیؓ نے اسے بھی دعوت اسلام دی اور جب اس نے قبول نہ کیا آپ
نے اس کا خون بہایا۔

جنگ جمل میں بھی آپ نے پہلے دعوت صلح دی اور اپنے جوانوں کو جنگ میں
پہلے کرنے سے منع کیا۔ صلح ہونے ہی کو تھی کہ دونوں لشکروں میں موجود فتنہ پروروں
نے جنگ شروع کر دی۔

لے کر گھر گئے۔ حضرت فاطمہ نے اس میں سے ایک تہائی پکائے ہی تھے کے ایک مسکین کی صدائی آئی۔ حضرت علیؓ نے سب کھانا اٹھا کر اسے دے دیا۔ حضرت فاطمہؓ نے دوسرا ثلث تیار کیا ہی تھا تو ایک نادار یتیم نے آکر سوال کیا۔ حضرت علیؓ نے سارا کھانا اس کو دے دیا۔ حضرت فاطمہؓ نے باقی جو پکائے تو ایک قیدی دروازے پر آگیا۔ حضرت علیؓ نے یہ بھی اس کو دے دیا اور اس طرح سارا گھر فاقے سے رہا۔ اللہ تعالیٰ کو حضرت علیؓ کی یہ ادا ایسی پسند آئی کہ سورہ الدھر کی آیت نمبر۸ نازل ہوئی۔

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا (دھر۸)

ترجمہ: "اور اللہ کی محبت میں مسکین یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔"

آنحضرتؐ کے عہد میں حضرت سلمانؓ فارسی۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ اور حضرت ابو الدرداؓ زہد و تقویٰ میں مشہور تھے۔ اور یہ حضرت علیؓ کے معتقد تھے۔

بیہقی اپنی اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

"جو شخص حضرت آدم کو ان کے علم کے ساتھ حضرت نوح کو ان کے تقویٰ کے ساتھ، حضرت ابراہیم کو ان کے خلیل اللہ کیساتھ، حضرت موسیٰ کو ان کی ہیبت کے ساتھ، حضرت عیسیٰ کو ان کی عبادت کے ساتھ دیکھنے کی آرزو رکھتا ہو وہ علی بن ابی طالب کو دیکھے۔

آج کل بھی صوفیائے کرام کے علم طریقت کے سلسلے حضرت علیؓ پر جا کر ختم ہوتے ہیں۔ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم طریقت اور اس کے

معاملات میں حضرت علیؓ ہمارے امام ہیں۔

علم و فضل میں کوئی آپ کا ہم پلہ نہ تھا۔ حضرت علیؓ اعلیٰ درجے کے خوش نویس بھی تھے۔ اس طرح آپ دوسروں کو تلقین کرتے تھے کہ اپنی اولاد کو خوش خطی سکھاؤ۔ کیونکہ وہ رزق کی کنجیوں میں سے ایک کنجی ہے۔

حضرت علیؓ تقریر اور تحریر دونوں میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہاتے تھے۔ آپ نے خطاب کے لئے کلام کے ایسے طریقے ایجاد فرمائے جن کی اس زمانے کے بڑے بڑے عالموں اور خطیبوں کو خبر نہ تھی۔ چنانچہ یہ لوگ آپ کے خطبے اور تقاریر یاد کرتے اور ان سے علم کا خزانہ حاصل کرتے۔

مشہور عالم سید شریف رضی نے جناب علیؓ کے حکیمانہ اقوال۔ فرامین اور خطبات کو نہج البلاغت کے نام سے جمع کیا جو عربی ادب کی مشہور کتابوں میں سے ہے۔ اس میں حضرت علیؓ نے اپنے مخاطب کو بار بار تلقین کی ہے کہ قرآن کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور اپنی ہر مشکل کا حل قرآن پاک میں ڈھونڈو۔ آپ کے خطبات میں قرآن کی آیات کی تفسیر بڑے دلکش اور سبق آموز الفاظ میں ملتی ہے۔

قرآن کا علم

مسند احمد میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت حضرت علیؓ سے فرماتے ہیں کہ

"تم سب مومنوں سے قبل مجھ پر ایمان لانے والے ہو تم خدا کی

آیتوں کا ان سب سے زیادہ علم رکھنے والے اور ان سب سے زیادہ خدا کے عہد کو زیادہ تر پورا کرنے والے۔ ان سب سے رعیت کے ساتھ زیادہ مہربانی کرنے والے اور ان سب سے اللہ کے نزدیک رتبے والے ہو۔"

استیعاب میں ہے کہ قرآن مجید میں کوئی آیت ایسی نہیں جس کی نسبت آپ کو علم نہ ہو۔ حضرت عبداللہؓ بن عباس مفسرین کے رئیس سمجھے جاتے تھے اور وہ حضرت علیؓ کے شاگرد تھے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب ہمیں حضرت علیؓ سے تفسیر معلوم ہو جاتی تو پھر ہمیں کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہتی۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید فرقان حمید سات حرفوں پر نازل ہوا ہے اور ہر حرف کا ظاہر و باطن ہے۔ حضرت علیؓ اس کے ظاہر و باطن کو جانتے ہیں۔ آپ ہی کا ارشاد ہے کہ ایک رات حضرت علیؓ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے نقطے کی شرح بیان کرنے لگے۔ یہاں تک کہ دن نکل آیا مگر وہ تفسیر مکمل نہ ہوئی۔ مجھے اپنی جان ان کے پاس بحر زخار کے مقابلے میں ایک ذرے کی طرح معلوم ہوتی تھی۔

تاریخ الخلفا میں ابن سعد فرماتے ہیں "حضرت علیؓ کو میں نے یہ فرماتے سنا ہے کہ کوئی ایسی آیت نہیں جسے میں نہیں جانتا کہ کس معاملے کے متعلق اور کہاں نازل ہوئی اور کس پر نازل ہوئی (یعنی کس کے لئے نازل ہوئی) اللہ نے مجھے دل دانا اور زبان ناطق عطا فرمائی ہے۔ حضرت علیؓ کو تورات اور انجیل پر بھی پورا عبور حاصل تھا۔

توریت اور انجیل کا علم

ابن عساکر لکھتے ہیں صبیح بن نباتہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت علیؓ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک یہودی آیا اور پوچھا۔

"اے امیر المومنین ہمارا رب کیا تھا۔"

ہم اٹھے کہ اسے ماریں۔ حضرت علیؓ نے منع کر دیا پھر یہودی سے فرمایا۔

"جو کچھ میں تیرے کان میں کہوں اسے یاد رکھ۔ کیونکہ جو کچھ میں تجھے کہوں گا جسے موسیٰ لائے تھے اور جب تو اپنی کتاب پڑھے گا تو اسے یاد رکھے گا اور جس طرح میں کہتا ہوں اسی طرح پائے گا۔ یہ جو بات کہی جاتی ہے کہ ہمارا رب کب سے تھا کیا وہ نہیں تھا کہ پھر ہو گیا؟ وہ ہمیشہ ہی سے تھا۔ بغیر کسی کیفیت کے وہ جب بھی تھا کہ انسان کا ڈھانچہ بھی نہیں بنا تھا۔ وہ اول و آخر تھا اور ہمیشہ سے بلا کیفیت اور اس کی کوئی انتہا نہیں اور وہی ہر نہایت کی نہایت ہے۔"

یہ سن کر یہودی رونے لگا اور کہا۔ "اے امیر المومنین توریت میں حرف حرف اسی طرح ہے۔" پھر یہودی نے کلمہ پڑھ لیا۔

طبقات الکبریٰ فی ترجمہ امیر المومنین میں ہے کہ ایک نصرانی نے آنحضرت سے عرض کیا کہ آپ اپنی کتاب میں ۳۰۹ برس پڑھتے ہیں اور ہماری کتاب میں ۳۰۰ برس ہیں (واقعہ اصحاب کہف) اس طرح ہماری کتاب آپ کی کتاب کے مخالف ہے۔ حضرت علیؓ جو پاس ہی بیٹھے تھے انہوں نے فرمایا کہ مخالف نہیں ہے۔ تمہاری کتاب میں ۳۰۰ برس یونانیوں کے حساب سے ہیں۔ جو عرب کے حساب

مطابق ۳۰۹ ہوتے ہیں۔

نصرانی یہ سن کر حیران رہ گیا۔ (۳۰۰ شمسی سال ۳۰۹ قمری سال کے برابر ہوتے ہیں)

حدیث کا علم

آپ کو اکثر و بیشتر آنحضرتؐ کے ساتھ رہنے کا موقعہ ملا۔ اس لئے آپ کو حضورؐ کی قریباً تمام احادیث زبانی یاد تھیں۔ لوگوں کو وعظ و نصیحت کے دوران آپ قرآن مجید اور احادیث کا حوالہ دے کر سمجھاتے تھے۔ حضرت علیؓ سے بہت کم احادیث روایت ہوئی ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے عہد خلافت ہی میں مسلمان چار گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ جن میں پہلا فرقہ بنو امیہ کا تھا۔ یہ لوگ شہادت عثمانؓ کے بعد بنو ہاشم کے دشمن ہو گئے تھے۔ اس دشمنی کے باعث وہ حضرت علیؓ سے روایت نہیں کرتے تھے۔ دوسرا فرقہ بالکل بے تعلق تھا نہ وہ حضرت علیؓ کے مخالف تھا نہ بنو امیہ کے۔ وہ بنو امیہ کے خوف سے حضرت علیؓ سے روایت کی جرأت نہ کرتے تھے۔ تیسرا گروہ حضرت علیؓ کے تابعین کا تھا۔ لیکن جنگ صفین کے بعد یہ لوگ بھی مزید دو گروہوں میں بٹ گئے۔ خوارج حضرت علیؓ کی عداوت میں بہت آگے نکل گئے۔ ان ہی کے ہاتھوں حضرت علیؓ شہید ہوئے۔ یہ لوگ بھی بوجہ عداوت آپ سے روایت نہیں کرتے تھے۔ چوتھا گروہ حضرت علیؓ کے وفاداروں اور محبوں کا تھا۔ یہ لوگ تعداد میں بہت کم تھے اور یہ بھی بنو امیہ کی وجہ سے کھلم کھلا حضرت علی سے روایت نہیں کرتے تھے۔

علم فقہ

آپ کو علم فقہ میں بھی کمال حاصل تھا۔ آپ حضورؐ کی زندگی میں منصب قضا

پر فائز تھے۔ حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے آنحضرتؐ فرماتے تھے۔ میری امت میں سب سے زیادہ علم قضاء والا علیؓ بن ابی طالب ہے۔ دنیا میں جتنے بھی مشہور فقیہہ اور علماء گزرے ہیں ان کا سلسلہ آخر کار حضرت علیؓ سے جا کر ملتا ہے کیونکہ ان کے استاد حضرت علیؓ کے شاگردوں کے شاگرد تھے۔ امام ابو حنیفہ نے علم فقہ حضرت محمد باقر اور حضرت جعفر صادق سے حاصل کیا۔ امام شافعی امام ابو حنیفہ کے شاگرد تھے۔ امام مالک ربیعتہ الرائی کے شاگرد تھے۔ ربیعہ نے فقہ اور حدیث کا علم عکرمہ سے حاصل کیا۔ عکرمہ نے عبداللہؓ بن عباس سے حاصل کیا اور عبداللہ بن عباس حضرت علی کے شاگرد تھے۔

علم میراث

حضرت عبداللہ بن مسعود کا ارشاد ہے کہ اہل مدینہ میں علم میراث اور فرائض کے سب سے بڑے عالم حضرت علیؓ تھے۔ مولانا عبید اللہ بسمل کی کتاب واقعات میں سے ہے کہ ایک دفعہ حضرت علیؓ کے پاس ایک عورت آئی' آپ اس وقت گھر سے نکل کر سوار ہو رہے تھے اور ایک پاؤں رکاب میں رکھا تھا عورت نے عرض کیا امیر المومنین میرا بھائی ۶۰۰ دینار چھوڑ کر مرا ہے مگر لوگوں نے مجھے صرف ایک دینار دیا ہے۔ میں آپ کے پاس اپنے حق اور انصاف کے لئے آئی ہوں حضرت علیؓ نے فوراً" جواب دیا۔ تیرے بھائی کی دو بیٹیاں رہ گئی ہوں گی۔ اس نے کہا۔ ہاں' آپ نے فرمایا ۲ ثلث یعنی ۴۰۰ دینار اس کے ہوئے۔ تیرے بھائی کی ماں بھی ہو گی جس کو سدس یعنی ۱۰۰ دینار پہنچے۔ پھر اس کی بیوی بھی ہو گی جس کو ثمن یعنی پچھتر دینار پہنچے۔ تیرے ۱۲ بھائی ہیں عورت نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا دو دینار ان کے ہوئے۔ پس تیرا حق ایک دینار کا ہے۔ تو اپنا حق پا چکی ہے اب لوٹ

جا۔ یہ مسئلہ دیناریہ کے نام سے مشہور ہوا۔

حضرت عمرؓ آپ کے علم کے بہت زیادہ معترف تھے اور اکثر مشکل معاملات قضاء کے لئے آپ ہی کے پاس بھیجتے اور فرماتے تھے۔

"اے ابوالحسن! خدا مجھے تیرے بغیر زندہ نہ رکھے۔"

علم ہیئت (ستاروں کا علم)

علم ہیئت اور حساب کے سب سے بڑے عالم تھے۔ علم ہیئت علم نجوم کی ہی ایک شاخ ہے آپ فرماتے تھے ان علوم سے خشکی اور تری میں رہنمائی حاصل کرو۔ اس کے علاوہ ستاروں کے علم کے ذریعے مبارک' منحوس اور غیب کی باتیں بتانا کہانت ہے جو شریعت کی رو سے جائز نہیں۔ اس لئے اس سے پرہیز کی تلقین فرمائی۔

ایک دفعہ آپ کے پاس کچھ لوگ بیٹھے اہرام مصر کی تاریخ بنیاد کے بارے میں بحث و مباحثہ کر رہے تھے مگر کوئی بھی صحیح تاریخ بنیاد نہ بتا سکا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اہرام پر کوئی تصویر بھی بنی ہوئی ہے؟ کسی نے بتایا ایک چیل کی تصویر بنی ہوئی ہے جس کے پنجوں میں خرچنگ پکڑا ہوا ہے۔ یہ سنتے ہی آپ نے فرمایا اگر یہ بات درست ہے تو پھر اہرام مصر کی تعمیر اس وقت ہوئی جب کہ نسر طائر برج سرطان میں تھا۔ اور نسر دو ہزار برس میں ایک برج طے کرتا ہے۔ آج کل برج جدی میں ہے اس لئے اہرام مصر کو بنے ہوئے ۱۲ ہزار سال ہو چکے ہیں۔ ان واقعات سے حضرت علیؓ کی سرعت فہم علم ہیئت میں مہارت اور حساب دانی کا بخوبی پتہ چل جاتا ہے۔

علم نحو

علامہ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں کہ یہ علم حضرت علیؓ ہی کی ایجاد ہے۔ وہ ابوالاسود سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا آپؑ سر جھکائے سوچ میں گم ہیں۔ انہوں نے دریافت کیا آپؑ کس سوچ میں گم ہیں تو حضرت علیؓ نے فرمایا۔

"میں نے اس شہر میں لوگوں کو اپنی زبانوں میں غلطیاں کرتے سنا چنانچہ سوچ رہا ہوں ایسی کتاب لکھوں جس میں عربی زبان کے قائدے بتائے جائیں۔"

پھر آپ نے ایک دن ابوالاسود کو ایک کاغذ دیا جس پر لکھا تھا "بسم اللہ الرحمن الرحیم۔" آپؑ نے فرمایا۔

"کل کلام تین قسم پر ہیں۔"

اسم فعل اور حرف

اسم وہ چیز ہے کہ اپنے مسمّی سے خبر دے۔ اور فعل چیز ہے کہ مسمی کی حرکت سے اطلاع دے اور حرف وہ چیز ہے جو ایسے معنوں کی خبر دے کہ وہ نہ اسم ہوں نہ فعل ابوالاسود کہتے ہیں کہ اس طرح میں نے حضرت علیؓ سے اس علم کے متعلق اور بہت سی چیزیں سیکھیں۔

علم جفر

علامہ کاتب الجلبی کشف الظنون میں لکھتے ہیں کہ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ

حضرت علیؓ ابن ابی طالب نے ۲۸ حروف کو جفر کی جلد میں نئے طریقے پر وضع فرمایا۔ اس سے بہ طریق مخصوص و شرائط معینہ اسرار لوح اور قضا و قدر معلوم ہو سکتی تھی۔ یہ ایسا علم ہے جس سے اہل بیت کو ورثہ پہنچا ہے۔

علم تعبیر

حضرت علیؓ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص علم یہ عطا ہوا تھا کہ آپ خوابوں کی صحیح تعبیر بتا سکتے تھے۔ عبداللہؓ بن عمر سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ سچے اور جھوٹے خوابوں کا کیا معاملہ ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ہر مرد اور عورت کی روح سوتے میں عرش کی طرف پرواز کرتی ہے۔ جو روح عرش کے قریب پہنچ کر بیدار ہو جائے اس کا خواب سچا ہوتا ہے۔ اور جو روح عرش کے قریب نہ پہنچ کر بے دار ہو اس کا خواب جھوٹا ہوتا ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا کہ کوئی شخص کسی شخص سے محبت کرتا ہے۔ حالانکہ اس میں کسی قسم کی نیکی نہیں دیکھتا اور کوئی شخص کسی سے بغض رکھتا ہے حالانکہ اس میں کسی قسم کی برائی نہیں دیکھتا۔" حضرت علیؓ نے فرمایا۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے روحیں ہوا میں لشکر صف بستہ کی طرح باہم ملتی ہیں اور بو سونگھتی ہیں پس جسے ان میں سے پہچانتی ہیں ان سے محبت کرتی ہیں اور جس سے نفرت کرتی ہیں اس سے اختلاف کرتی ہیں۔"

حضرت عمرؓ نے پوچھا انسان بات کرتے کرتے کیوں بھول جاتا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔

"میں نے سنا ہے کہ کوئی دل ایسا نہیں کہ اس پر قمر کی طرح بادل نہ ہوں۔ جب اس پر بادل ہوں تو وہ روشن ہوتا ہے اور جب اس پر سے بادل ہٹ جاتا ہے تو وہ تاریک ہو جاتا ہے۔"

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ "ان تینوں باتوں کی مجھے طلب تھی۔ شکر ہے اس خدا کا جس نے مجھے موت سے پہلے ان تک پہنچا دیا۔

شعروشاعری

سیدنا علیؓ شعروشاعری اور حاضر جوابی میں پورا کمال رکھتے تھے۔ اور میدان جنگ میں اگر دشمن شعر کی زبان میں بات کرتا تو آپ بھی شعر کی زبان میں جواب دیتے۔ آپ کے اقوال اور حکمت کی باتیں اس قدر زیادہ ہیں اور ہر بات میں علم کے اتنے خزانے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔

سادگی اور فقر

آپؓ نہایت سادہ زندگی گذارتے۔ خلیفہ ہوتے ہوئے بھی پیوند والا لباس پہنتے۔ ایک مرتبہ عید سے پہلے لوگوں نے کہا امیرالمومنین آپ کے لباس میں پیوند لگے ہیں اگر آپ دو درہم میں کپڑوں کا جوڑا خرید لیں اور عید کے دن اسے پہن لیں تو کیا ہی اچھا ہو۔ حضرت علی نے فرمایا۔

"مجھے شرم آتی ہے کہ میں نئے کپڑے پہنوں اور کوفے میں ہزاروں اشخاص بوسیدہ لباس میں ہوں۔"

ایک مرتبہ اپنے غلام قنبر کو ساتھ لے کر کپڑا خریدنے تشریف لے گئے۔

اپنے لئے معمولی اور موٹا کپڑا خریدا اور قنبر کے لئے اچھا کپڑا خریدا۔ قنبر نے تامل کیا تو فرمایا۔

"تم جوان ہو تمہارے لئے اچھا کپڑا مناسب ہے۔ میرا کیا ہے بوڑھا آدمی ہوں۔"

بازار میں گشت کرتے ہوئے لوگ تعظیماً" پیچھے ہو لیتے تو ان کو ہٹا دیتے اور کہتے۔

"اس میں حاکم کے لئے فتنہ اور مومن کے لئے ذلت ہے۔"

اعلان برأت

حجتہ الوداع سے پہلے سال ۹ ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سو زائرین حج کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کو امیر حج بنا کر بھیجا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ احکامات نازل ہوئے جو قرآن کریم کی سورہ توبہ کی پہلی سے لے کر ستائس نمبر آیت تک میں ہیں۔ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ اس ہدایت نامہ کو حضرت ابو بکرؓ کے پاس بھیج دیں تا کہ وہ حج کے اجتماع میں اسے سنا دیں۔ لیکن آپؐ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ کسی اپنے خاندان کے آدمی کو بھیجوں۔ ایسا اس لئے کرنا پڑا کہ خون و مال کے عہد و پیمان کے سلسلے میں عرب کا یہ دستور تھا کہ آدمی یا تو خود اعلان کرے یا پھر خاندان کے کسی فرد سے اعلان کروائے۔ خاندان سے باہر کے کسی آدمی کا اعلان تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔ لہٰذا آپؐ نے حضرت علیؓ کو یہ احکام دے کر مکہ بھیجا۔

حضرت ابو بکرؓ کی ملاقات حضرت علیؓ سے عرج یا وادی ضبحنان میں ہوئی۔

حضرت ابو بکرؓ نے دریافت کیا کہ امیر ہو یا مامور' حضرت علیؓ نے فرمایا "مامور ہوں۔" پھر دونوں آگے بڑھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے لوگوں کو حج کرایا۔ جب دسویں تاریخ کو قربانی کا دن آیا۔ تو حضرت علیؓ بن ابی طالب نے جمرہ کے پاس کھڑے ہو کر لوگوں میں ابو ہریرہ سے یہ اعلان کروایا (ابو ہریرہؓ حضرت ابو بکرؓ کی طرف سے منادی پر مقرر تھے) اس میں چار احکامات تھے۔

۱۔ جنت میں مشرک داخل نہ ہوں گے۔

۲۔ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج پر نہ آئے۔

۳۔ بیت اللہ کا برہنہ طواف نہ کیا جائے۔

۴۔ جن مشرکین سے مسلمانوں کے معاہدے ہو چکے ہیں ان سے مقررہ مدت تک پابندی کی جائے اور جن سے کوئی معاہدہ نہیں ہوا ان کو چار ماہ کی مہلت ہے۔ اس کے بعد اللہ اور اس کا رسولؐ بری الذمہ ہے۔

اس سرکاری اعلان سے مکروہ اور بے شرم طریقوں کی زنجیر کٹ گئی جو ان لوگوں نے برسوں سے جاری رکھے تھے مثلاً ننگے ہو کر کعبہ کا طواف کرتے اور کعبہ کے گرد چکر لگاتے ہوئے منہ سے سیٹیاں بجاتے۔

تین باتیں

عامر بن سعد کہتے ہیں کہ میرے والد سعدؓ بن ابی وقاص کو حضرت معاویہؓ نے حکم دیا کہ حضرت علیؓ کو برا کہیں۔ جب انہوں نے انکار کیا تو امیر معاویہؓ نے کہا۔

"کیا چیز تمہیں روک رہی ہے حضرت علیؓ کو برا کہنے سے؟"

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے جواب دیا۔

"جب تک وہ تین باتیں خود رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ کے بارے میں ارشاد فرمائیں مجھے یاد رہیں گی میں ہرگز انہیں برا نہیں کہہ سکتا۔ اگر ان تین باتوں سے ایک بات مجھے حاصل ہو جاتی تو میرے لئے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتی۔ میں نے خود پیغمبرؐ خدا کو حضرت علیؓ سے ارشاد فرماتے سنا ہے۔ جب غزوہ تبوک میں تشریف لے جا رہے تھے تو حضرت علیؓ نے کہا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں تو پیغمبر خدا نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تمہیں مجھ سے وہ منزلت حاصل ہو جو ہارون کو موسیٰ سے تھی سوائے اس کے کہ نبوّت کا سلسلہ میرے بعد ختم ہے۔

۲۔ خیبر کے دن سرور کائنات فخر موجودات نے فرمایا۔ "میں ایسے مرد کو علم دوں گا جو خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے۔ اور جسے خدا اور رسول دوست رکھتے ہیں۔" اس پر ہم لوگوں نے دراز ہو کر اپنے کو دکھانا شروع کر دیا۔ مگر پیغمبرؐ نے فرمایا میرے لئے علیؓ کو بلاؤ۔ علی آئے حالانکہ انہیں آشوب چشم کی تکلیف تھی۔ آپؐ نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں پر لگایا اور انہیں علم لشکر مرحمت فرمایا اور خداوند عالم نے ان کے ہاتھوں پر فتح عنایت کی۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "علی تم کو تین باتیں ایسی ملیں۔

ہیں یہاں تک کہ خود مجھے نہیں ملیں"

"تمہیں میرے جیسا خسر دیا۔ اور یہ بات مجھے نصیب نہیں ہوئی مجھے تمہارے جیسا خسر نہ ملا۔ تمہیں میری بیٹی جیسی صدیقہ بیوی ملی اور مجھے نہ ملی۔ حسنؓ اور حسینؓ تمہارے صلب سے پیدا ہوئے مجھے ایسے فرزند نصیب نہیں ہوئے۔ لیکن تم سب مجھ سے ہو اور میں تم لوگوں سے ہوں۔"

تمام مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت علیؓ وہ عظیم ہستی ہیں جنہوں نے پیغمبر خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری غسل دیا۔ کفن پہنایا اور آپ کے جسم اقدس کو لحد میں اتارا۔

واقعہ غدیر خم

محدث نسائی زید بن ارقمؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضورؐ حجتہ الوداع کے لئے مکہ تشریف لے گئے تو اس وقت حضرت علی مرتضیٰؓ جو حضورؐ کی طرف سے یمن کے گورنر تھے۔ مقام غدیر خم پر آکر حضورؐ سے ملے (غدیر خم ایک مقام کا نام ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے) حضرت بریدہ اسلمیؓ نے حضرت علیؓ کی زکواۃ کے متعلق چند شکایات حضورؐ کے سامنے بیان کیں۔ یہ شکایات صحیح نہ تھیں۔ اس لئے آپؐ کی نگاہ بصیرت نے خیال فرمایا کہ اگر اس طرح اکابر صحابہؓ کی ذات سے اعتماد اٹھتا گیا اور بغیر تحقیق کے ان پر اعتراضات ہونے لگے تو ٹھیک بات نہ ہو گی اس لئے آپ نے غدیر خم کے مقام پر ایک خطبہ ارشاد فرمایا کہ۔

من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عادہ

ترجمہ: ''جس کا میں مولا ہوں علی بھی اس کا مولا ہے اللہ اس سے محبت رکھ جو علیؓ سے محبت رکھے اور عداوت رکھ اس سے جو علی سے عداوت رکھے۔''

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس موقع پر آپؐ نے حضرت علیؓ کی خلافت کا واضح اعلان کیا تھا۔ لیکن امام بخاری اور دیگر محدثین نے اس حدیث پر بڑی جرح کی ہے اور اس کا ضعیف ہونا بتایا ہے۔ اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو اس میں خلافت کا واضح اعلان نہیں ہے بلکہ حضرت علیؓ کی فضیلت بیان کی ہے کہ جو ان پر غلط الزام لگائے گا وہ برا کرے گا کیوں کہ وہ مومن اور اللہ اور اس کے رسول کے پیارے ہیں۔

حضرت علیؓ کے خلفائے راشدین سے تعلقات

حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ یہ تینوں صحابہ کرامؓ آپؐ کے عزیز ترین دوست تھے اور عمر میں حضرت علیؓ سے کافی بڑے تھے۔ جب کہ حضرت علیؓ حضورؐ کے چچا زاد بھائی۔ داماد اور آپؐ ہی کے گھر میں پرورش پانے کی وجہ سے حضورؐ کے بیٹوں کی طرح تھے۔ اس لئے آپؐ کی وفات کے بعد ان تینوں بزرگوں کی حیثیت حضرت علیؓ کے بزرگوں کی سی تھی۔ حضرت علیؓ نے انہیں بزرگوں کی طرح ہی عزت دی اور ان کے دور خلافت میں تینوں خلفاء کے اہم مددگار رہے۔

حضرت عثمانؓ کے عہد میں حدود شریعت کا عملاً" اجرا حضرت علیؓ ہی کرتے تھے۔ آپ ہر سال سرکاری طور پر حضرت عثمانؓ کے ساتھ حج پر جاتے تھے اور جب فسادیوں نے حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کر لیا تھا تو حضرت علیؓ نے اپنے بیٹوں حسنؓ اور

حسینؓ کو آپ کی حفاظت کے لئے مقرر کیا۔

جب حضرت علیؓ کا نکاح حضرت فاطمہؓ سے ہوا تو حضرت علیؓ کے پاس مہر کی ر
ادا کرنے کو نہ تھی۔ آپ کی معاشی حالت بہت نازک تھی۔ تقویٰ۔ پرہیزگاری او
ایمان و اخلاق جیسی دولت کے سوا آپ کا کوئی اثاثہ نہ تھا۔ چنانچہ حضرت فاطمہؓ
جہیز حضرت صدیق اکبرؓ نے خریدا۔ حضرت عمارؓ اور بلالؓ آپ کے ساتھ سامان
اٹھانے والے تھے۔

مہر کی رقم حضرت عثمانؓ کے مال سے ادا ہوئی اور خود شیعوں کے عالم باقر مجلـ
لکھتے ہیں کہ جب حضورؐ کو یہ اطلاع ملی کہ سیدہ فاطمہؓ کا مہر حضرت عثمانؓ کی رقم
ادا ہوا ہے تو آپؐ نے حضرت عثمانؓ کے لئے دعا فرمائی۔

حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں خولہ بنت جعفر
قیس جو حنیفہ کے نام سے مشہور تھیں گرفتار ہو کر آئیں۔ تو حضرت ابو بکرؓ
فرمایا۔

"اے ابو الحسن اسے لے لے۔ اللہ تجھے اس میں برکت نصیب
کرے۔ محمد بن الحنفیہ ان ہی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔"

حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد ان کی بیوہ اسما بنتؓ عمیس جو پہلے حضرت جعـ
طیار کی بیوی تھیں حضرت جعفرؓ غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے تھے۔ تو ان سے حضر
ابو بکرؓ نے شادی کی تھی پھر حضرت علیؓ نے ان سے شادی کی اور حضرت ابو بکرؓ
بیٹے محمد بن ابو بکرؓ جو اس وقت ڈیڑھ دو سال کے تھے ان کی حضرت علیؓ نے نہایـ
شفقت سے پرورش کی۔

حضرت علیؓ نے اپنی بیٹی ام کلثوم بنت فاطمہؓ و علیؓ کا عقد حضرت عمرؓ سے کیا اور حضرت علیؓ ایسی زبردست شخصیت اور حق گوئی و بے باکی کے مالک تھے کہ دنیا کی کوئی طاقت ان سے ان کی بیٹی کا رشتہ زبردستی حاصل نہ کر سکتی تھی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ سے خوش تھے۔

حضرت عمرؓ اور حضرت ابو بکرؓ دونوں حضورؐ کے حجرے میں دفن ہیں اور صحیح بخاری و دیگر حدیث کی کتابوں میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔

"میرے گھر اور منبر کے درمیان کا ٹکڑا جنت کے باغوں کا ایک باغ ہے۔"

حضرت علی نے اپنے تین صاجزادوں کے نام ابو بکر، عثمان اور عمر رکھے تھے۔

ام البنین بنت خزام کے بطن سے عثمان بن علیؓ پیدا ہوئے۔

صہبا بنت ربیعہ کے بطن سے عمر بن علیؓ پیدا ہوئے۔

لیلیٰ بنت مسعود تمیمی کے بطن سے ابو بکر بن علیؓ پیدا ہوئے۔

جناب مظہر علی اظہر اپنی کتاب تحریک روح صحابہ' میں لکھتے ہیں کہ یہ تینوں بیٹے میدان کربلا میں حضرت امام حسینؓ کے ساتھ تین دن بھوکے پیاسے رہ کر امامؓ کے قدموں پر جانثار کر گئے۔

حضرت طلحہؓ جو جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ کے لشکر میں تھے ان کی صاجزادی ام اسحاق پہلے حضرت حسن کے نکاح میں آئی تھیں۔ جب حضرت حسنؓ فوت ہو گئے تو وہ حضرت امام حسینؓ کے نکاح میں آئیں۔

غرض یہ سب ایک خاندان کی مانند تھے۔ اور وہ سب ایک تھے مگر افسوس آج

امت ان کے معاملے میں تفرقے میں پڑی ہوئی ہے۔

حضرت علیؓ کا قول ہے۔

"خبردار فرقہ بندی سے بچے رہو۔ جو شخص جماعت سے الگ ہو جائے وہ شیطان کے قابو میں آجاتا ہے۔ جیسے ریوڑ سے الگ بکری بھیڑئے کی غذا بن جاتی ہے۔

ہیں جذب باہمی سے قائم نظام سارے
پوشیدہ ہے یہ نقطہ تاروں کی زندگی میں
(اقبال)

عاشق رسولؐ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ

حضرت طلحہؓ قریش کی ایک شاخ بنو تیم سے تعلق رکھتے تھے۔ اور وہ اسلام کے ابتدائی دور میں حضرت ابو بکرؓ کی ترغیب کے نتیجہ میں مسلمان ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی۔ آپ ان بزرگوں میں سے تھے۔ جو اسابقون الاولون اور عشرہ مبشرہ سے کہلائے۔

آپ نے بھی تیرہ سال تک مکہ میں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ قریش کے ظلم و ستم کا مقابلہ کیا۔

مدینہ ہجرت کے وقت آپ اس قافلہ کے میر قافلہ تھے۔ جس میں حضرت عائشہ۔ عبداللہ بن ابو بکرؓ۔ عبدالرحمن بن ابو بکرؓ اور حضرت ابو بکرؓ کی بیوی ام رومان اور صہیبؓ بن سنان تھے۔

مدینہ میں حضورؐ نے آپ کا بھائی چارہ حضرت کعبؓ بن مالک سے کروایا۔ اور ان دونوں بزرگوں میں ایسا خلوص و محبت رہا کہ جس پر سب رشک کرتے تھے۔ اردو دائرہ معارف اسلام میں ہے کہ طلحہؓ ایک نامور صحابی تھے اور ہجرت کے بعد ان کا شمار حضورؐ کے مشیروں اور نامور صحابہ میں ہوتا ہے۔ جنگ بدر میں ان کو کاروان مکہ کی نقل و حرکت معلوم کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا اس لئے وہ وقت پر نہ پہنچ سکے۔ اور جنگ میں شریک نہ ہو سکے۔ تاہم ان کو دوسرے مہاجرین کی طرح مال غنیمت میں سے برابر کا حصہ ملا۔

احد کی جنگ میں انہوں نے خاص طور پر داد شجاعت دی۔ اور خطرے کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی خاطر برابر سینہ سپر رہے۔ انہیں

۲۴ زخم آئے اور دو انگلیوں کی نسیں ہی کٹ گئیں۔ جس کی وجہ سے ان کا ہاتھ شل ہو گیا۔ اُحد کے دن حضرت طلحہؓ حضورؐ کے محافظ دستہ میں شامل تھے۔

فتح الباری اور سنن نسائی میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اس دن طلحہؓ نے گیارہ آدمیوں کے برابر لڑائی لڑی۔ یہاں تک کہ ان کے ہاتھ پر ایسی ضرب لگی کہ ان کی دو انگلیاں کٹ گئیں جس سے ان کے منہ سے حس "سی" کی آواز نکلی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"اگر تم بسم اللہ کہتے تو فرشتے تمہیں اٹھا لیتے اور لوگ دیکھتے۔"

امام بخاری قیس بن ابی حازمؒ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہؓ کا ہاتھ دیکھا تھا جس سے احد کے دن انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی تھی۔

ترمذی کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے اس روز ان کے بارے میں فرمایا۔

"جو شخص کسی شہید کو روئے زمین پر چلتا ہوا دیکھنا چاہے وہ طلحہؓ بن عبید اللہ کو دیکھے۔"

الرحیق المختوم از مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری نے لکھا ہے کہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ ابو بکرؓ نے فرمایا احد کے دن جب سارے لوگ نبیؐ سے پلٹ گئے تھے یعنی محافظین کے سوا تمام صحابہ آپؐ کو آپؐ کی قیام گاہ میں چھوڑ کر لڑائی کے لئے اگلی صفوں میں چلے گئے تھے۔ پھراؤ کے حادثے کے بعد میں پہلا شخص تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پلٹ کر آیا تو دیکھا کہ آپؐ کے سامنے ایک آدمی تھا جو آپؐ کی طرف سے لڑ رہا تھا اور آپؐ کو

چلا رہا تھا۔ میں نے تنگی کی حالت میں کہا تم طلحہؓ ہو تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ تم
طلحہؓ ہو تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ اتنے میں ابو عبیدہؓ بن جراح میرے پاس آ
گئے وہ اس طرح دوڑ رہے تھے گویا چڑیا اڑ رہی ہے۔ یہاں تک کہ مجھ سے آگے
ہم دونوں نبیؐ کی طرف دوڑے۔ دیکھا تو آپ کے آگے طلحہؓ بچھے پڑے ہیں۔ آپ
نے فرمایا۔ "اپنے بھائی (طلحہؓ) کو سنبھالو اس نے جنت واجب کر لی ہے۔" حضرت
ابو بکرؓ کا بیان ہے کہ ہم پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک زخمی ہو چکا تھا اور
خود کی دو کڑیاں آنکھ کے نیچے رخسار میں دھنس چکی تھیں۔ میں نے انہیں نکالنا چاہا
تو عبیدہؓ بن جراح نے کہا خدا کا واسطہ دیتا ہوں مجھے نکالنے دیجئے۔ اس کے بعد
انہوں نے منہ سے ایک کڑی پکڑی اور آہستہ آہستہ نکالنی شروع کی تاکہ رسول
اللہ کو تکلیف نہ پہنچے اور بالآخر ایک کڑی کھینچ کر نکال دی۔ لیکن اس کوشش میں
ان کا ایک نچلا دانت گر گیا۔ اب دوسری میں نے کھینچی تو ابو عبیدہؓ نے پھر کہا۔ "خدا
کا واسطہ دیتا ہوں مجھے کھینچنے دیجئے۔ اس کے بعد دوسری بھی آہستہ آہستہ کھینچی
لیکن ان کا (ابو عبیدہؓ کا) دوسرا دانت بھی نیچے گر گیا۔ پھر رسول اللہ نے فرمایا۔"
اپنے بھائی طلحہؓ کو سنبھالو۔ اس نے جنت واجب کر لی۔" حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں۔
کہ اس کے بعد ہم طلحہؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں سنبھالا جو اس وقت زخموں
سے چور تھے۔ پھر ان ہی نازک ترین لمحات میں رسول اللہ کے گرد جانباز صحابہ کی
ایک جماعت بھی آ پہنچی جن کے نام یہ ہیں۔

ابو دجانہؓ۔ مصعب بن عمیرؓ۔ علیؓ بن ابی طالب۔ سہیل بن حنیفؓ۔ مالک بن
سنانؓ جو ابو سعیدؓ ی کے والد تھے۔ ام عمارہؓ نسیبہؓ بنت کعب ماذیتہ' قتادہؓ بن
نعمان' عمرؓ بن الخطاب' حاطبؓ بن ابی بلتعہ اور طلحہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

صحیح بخاری میں ہے کہ کئی جانثاروں نے اس وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے ہوئے اپنی جانیں فدا کردیں۔ جن میں آخری فدا کار عمارؓ بن یزید تھے۔ قتادہ بن نعمان کی آنکھ پر تیر لگا جس سے ان کا دیدہ اپنے حلقہ سے نکل کر رخسار پر لٹکنے لگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے پپوٹے کے اندر داخل کردیا۔ اس کے بعد ان کی دونوں آنکھوں میں یہی زیادہ خوبصورت لگتی تھی اور اس کی بینائی زیادہ تیز تھی۔ ابو دجانہؓ نے حضورؐ کی طرف رخ کرکے اپنے وجود کو سپر بنالیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بڑے استقلال اور شجاعت کے ساتھ دشمنوں پر تیر برساتے رہے۔ مگر حضرت طلحہؓ ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں نیزہ لے کر اس قدر جذبہ و جوش سے بڑھنے والوں کی طرف لپکے اور اپنی قوت بازو اور مہارت دکھائی کہ مشرکین کا زور ٹوٹ گیا۔ اس مرحلے پر ان کا ہاتھ قریبا" شانے سے الگ ہو کر لٹک رہا تھا۔

ایک کافر ابو عامر فاسق نے مسلمانوں کو گرانے اور نقصان پہنچانے کے لئے گڑھے کھود رکھے تھے۔ اتفاق سے آنحضرتؐ کا پاؤں مبارک گڑھے میں جا پڑا اور آپؐ گڑھے میں گر گئے۔ حضرت طلحہؓ فورا" گڑھے میں کود گئے اور آپؐ کی کمر کے پیچھے ہاتھ ڈال کر آپؐ کو اوپر اٹھایا۔ حضرت علیؓ نے اوپر سے ہاتھ تھاما اور آپؐ کو باہر نکالا۔

جامع ترمذی اور سیرت ابن ہشام میں ہے۔ کہ جب حضرت طلحہؓ کے حیرت ناک حملوں نے کافروں کو دھکیل کر دور ہٹا دیا تو پھر حضرت طلحہؓ پلٹے۔ نظر پڑی کہ رسالت مآب پہاڑی پر چڑھنا چاہتے ہیں لیکن اوپر نیچے دوہری زرہ پہنے ہوئے تھے۔

اس لئے چڑھنے میں کامیاب نہیں ہو رہے تھے۔ عاشق رسولؐ طلحہؓ کا جسم زخموں سے چور تھا۔ ایک ہاتھ لٹک رہا تھا۔ لیکن محبت اور عاشقی کے تقاضے اللہ اکبر! فوراً" نیچے بیٹھ گئے۔ حضورؐ کو اپنی پیٹھ پر سوار کیا اٹھے اور پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے۔

یہ وہ فدائیت تھی کہ جس پر لازماً" انعام و اکرام کیا جاتا چنانچہ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو سب سے بڑے انعام سے نوازا گیا اور انہیں جنت الفردوس کی بشارت دی گئی۔

احد کے بعد ذی قعد ۵ ہجری میں تمام قبائل عرب اور سارے یہودیوں نے مل کر متحدہ فوج بنائی اور دس بارہ ہزار کی تعداد میں جمع ہو کر مدینہ کا رخ کیا۔ حضورؐ کو خبر ہوئی تو آپؐ تین ہزار صحابہ کو لے کر مدینے سے نکلے اور کوہ سلع کے بعد شرقاً" غرباً" خندق کی کھدائی شروع کی۔ کھدائی کرنے والوں میں حضرت طلحہؓ بھی شامل تھے۔ اگرچہ خندق کی وجہ سے مسلمان کفار سے بچ تو گئے لیکن کفار کے طویل محاصرے میں آگئے۔ چونکہ بنو قریظہ نے مسلمانوں سے معاہدہ کر رکھا تھا۔ اس لئے مسلمانوں نے اپنے اہل و عیال کو ان کی حویلیوں میں پہنچا دیا۔ مگر وہ اس موقعہ پر آستین کا سانپ ثابت ہوئے اور اسلام دشمن طاقتوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو موت کے گھاٹ اتار دینے کے منصوبے بنانے لگے۔ اس وقت عام مسلمانوں کے ہاتھ سے صبر کا دامن چھوٹا جا رہا تھا۔ سورہ الاحزاب آیت نمبر ۱۰ اور ۱۱ میں ہے۔

"اللہ تعالیٰ وہ سب کچھ دیکھ رہا تھا جو تم لوگ اس وقت کر رہے تھے۔ جب دشمن اوپر سے اور نیچے سے تم پر چڑھ آیا اور خوف کے مارے تمہاری آنکھیں پتھرا گئیں۔ کلیجے منہ کو آگئے اور تم اللہ کے

بارے طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ اس وقت ایمان لانے والے خوب آزمائے گئے اور بری طرح ہلا مارے گئے۔"

البتہ حضورؐ کے تربیت یافتہ سچے مسلمانوں کی حالت اس کے برعکس تھی۔ ان میں حضرت طلحہؓ بھی تھے۔ وہ پریشان جتھوں میں جا کر انہیں تسلی دے رہے تھے اور انہیں اللہ کی راہ میں قربانیاں دینے پر اکسا رہے تھے۔ خندق پر کچھ لوگ باتیں کر رہے تھے کہ ہمیں اپنے اہل و عیال کی حفاظت کے لئے کچھ کرنا چاہئے۔ ان کو حضرت طلحہؓ نے فرمایا۔

اللہ خیرٌ حافظاً

ترجمہ: "اللہ بہترین محافظ ہے۔"

سورہ احزاب کی آیت نمبر ۲۲ تا ۲۴ میں ہے۔

"اور سچے مومنوں کا حال اس وقت یہ تھا کہ جب انہوں نے حملہ آور لشکروں کو دیکھا تو پکار اٹھے کہ یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ اور اسکے رسولؐ نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی بات بالکل سچی تھی۔ اس واقع نے ان کے ایمان اور ان کی سپردگی کو اور زیادہ بڑھا دیا۔ ایمان لانے والوں میں ایسے لوگ موجود ہیں۔ جنہوں نے اپنے خدا سے جو وعدہ کیا تھا اسے سچا کر دکھایا۔"

آپ بیعت رضوان۔ غزوہ خیبر اور غزوہ موتہ میں بھی شریک تھے۔ فتح مکہ کے سفر میں مہاجر لشکر کے ساتھ حضورؐ کے ہم رکاب تھے۔

امام بخاری کتاب الحج میں جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ دس ہجری

رسول اللہ جب حج کے لئے مدینہ سے روانہ ہوئے توذوالحلیفہ پہنچ کر احرام باندھا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور طلحہؓ بن عبید اللہ کے سوا کسی کے پاس ہدی کا جانور نہ تھا۔

حضرت طلحہؓ بڑے مالدار اور صاحب جائیداد تھے۔ آپ کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ مدینہ آکر آپ نے زراعت بھی شروع کر دی۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں ہے کہ حضرت طلحہؓ بڑے فیاض اور سخی تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کی ضرورت کے پیش نظر پانی کا ایک چشمہ خرید کر وقف کر دیا تھا۔ غزوات نبویؐ کے مصارف کے لئے گراں قدر رقوم مہیا کرتے رہے۔ قبیلۂ عذرہ کے نومسلموں کے کھانے کے اخراجات برداشت کئے۔ غزوہ تبوک کے سلسلے میں ہونے والے مصارف جنگ میں زر کثیر خرچ کیا۔ چنانچہ ان خدمات کے پیش نظر آنحضرتؐ نے انہیں طلحۃ الخیر اور طلحۃ الفیاض کے لقب دیئے۔

حضرت قبیصہ بن جابر کہتے ہیں کہ میں ایک مدت تک حضرت طلحہؓ کے ساتھ رہا اور میں نے ان سے بڑھ کر بغیر مانگے مال کثیر دینے والا نہ دیکھا۔

حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے عہدوں میں حضرت طلحہؓ ان کے خاص مشیروں میں سے تھے اور ان کے مشوروں کی بڑی قدر کی جاتی تھی۔ حضرت عمرؓ فاروق کی شہادت کے بعد آپ ان چھ صحابہ میں شامل تھے۔ جنہیں خلیفہ منتخب کرنے کے لئے حضرت عمرؓ نے نامزد کیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ دونوں حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے قصاص لینے والوں میں شریک ہو گئے اور غلط فہمیوں کے پھیل جانے سے نوبت جنگ جمل تک جا پہنچی اور اس معرکے میں حضرت طلحہؓ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ اس وقت ان کی

عمر ۶۲ یا ۶۳ سال تھی۔ حضرت علیؓ کو ان کی شہادت کا بڑا افسوس ہوا۔ حضر
حدیثیں بیان کرنے میں بڑے محتاط تھے۔ آپ نے مختلف اوقات میں کئی
کیں۔ ان کی ازدواج میں سے کچھ کے نام یہ ہیں۔

۱۔ حمنہ بنت جحش (ام المومنین حضرت زینبؓ کی ہمشیرہ)

۲۔ ام کلثوم بنت ابو بکرؓ (ام المومنین حضرت عائشہؓ کی بہن)

۳۔ رقیہ بن ابو امیہ (ام المومنین حضرت سلمیٰؓ کی بہن)

۴۔ فارعہ بن ابو سفیان (ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کی بہن)

حضرت طلحہؓ کی ایک صاحبزادی ام اسحاق بنت طلحہؓ حسنؓ بن علیؓ کے
آئیں۔ جب حضرت حسنؓ وفات پا گئے تو ان کے بعد حضرت امام حسینؓ کی
نکاح میں آئیں اور انؓ کے بطن سے فاطمہ بنت حسین پیدا ہوئیں۔

حواری رسول اللہ زبیرؓ بن العوام

آپ کا نام زبیرؓ کنیت ابو عبداللہ اور لقب حواری تھا جو آنحضرتؐ نے جنگ احزاب کے موقع پر آپ کو دیا تھا۔

ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے تھے۔ اور حضرت عوام بن خویلد کے صاجزادے تھے۔ حضرت خدیجہ خویلد کی صاجزادی تھیں اور خویلد حضرت زبیر کے دادا تھے۔

حضرت زبیرؓ کی والدہ کا نام صفیہ تھا جو آنحضرتؐ کی حقیقی پھوپھی تھیں۔ آپ حضرت حمزہؓ کے حقیقی بھانجے تھے۔ کیونکہ آپ کی والدہ حضرت حمزہ کی حقیقی ہمشیرہ تھیں۔

ابن جریر طبری اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔

"حضرت حمزہ کی بہن رسول اللہ کی پھوپھی حضرت صفیہ احد میں مسلمانوں کی شکست کی خبر سن کر مدینہ سے نکلیں۔ مشرکوں نے حضرت حمزہؓ کی لاش کا مثلہ کیا (ابن ھشام کی جلد نمبر ۲ صفحہ ۹۰ میں ہے کہ جنگ احد میں کچھ مشرک مرد اور عورتیں مسلمان شہدا کے مثلہ میں مشغول ہو گئے یعنی ان کے کان ناک اور دیگر اعضا کاٹ کر پیٹ چیر دیئے۔ ہند بن عتبہ زوجہ ابو سفیان نے حضرت حمزہؓ کا سینہ چاک کر دیا اور کلیجہ منہ میں ڈال کر چبایا اور نگلنا چاہا لیکن نگل نہ سکی اور تھوک دیا۔ کٹے ہوئے ناکوں۔ کانوں کا پازیب اور ہار بنایا) آنحضرتؐ نے اپنی پھوپھی کے صاجزادے حضرت زبیرؓ کو بلا کر حکم دیا کہ صفیہ اپنے بھائی کی لاش نہ دیکھنے

پائیں۔ انہوں نے جا کر اپنی والدہ سے کہا کہ آپ ماموں کے پاس نہ جائیں۔ بولیں بیٹا میں اپنے بھائی کا حال سن چکی ہوں مگر یہ تو راہ خدا میں ایک معمولی قر(بانی) ہے۔ میں نالہ وشیون نہیں کروں گی۔ صبر سے کام لوں گی اور دعائے مغفرت کرو(ں) گی جا کر میرے بھتیجے کو بتا دے اس کے بعد اجازت مل گئی۔ شجاعت نشان بھا(ئی) بکھرا ہوا جگر اور بدن کے ٹکڑے دیکھ کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ دعا(ئے) مغفرت کی اور بھائی کی بے کفن لاش کو ڈھانپنے کے لئے دو چادریں دیں اور ... کر واپس ہو لیں۔"

حضرت زبیرؓ نے ۱۶ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا بعض کتب میں اس سے کم عمر ہے۔ روایت کے مطابق یہ ساتویں شخص تھے جنہوں نے اسلام قبول ک(یا) آپ کا چچا نوفل بن خویلد اپنے کفر میں بڑا پکا تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ زبیرؓ نے باپ دادا کا مذہب ترک کر دیا ہے تو اس نے آپ کو دوبارہ کفر کی طرف لوٹانے کے لئے تشدد کی حد کر دی۔ آپ کو بے دریغ مارتا پیٹتا اور چٹائی میں لپیٹ کر لٹکا د(یتا)۔ اس دردناک عذاب کی وجہ سے آپ بے تاب ہو کر چیخ مارتے اور کہتے مار ڈال(و) میں محمدؐ کے دین کو نہیں چھوڑوں گا۔

جب حضورؐ نے مسلمانوں کو کفار کے ظلم کی وجہ سے حبشہ کی ہجرت (کی) اجازت دے دی تو ان ہجرت کرنے والوں میں آپ بھی شامل تھے۔ آپ گیارہ مردوں اور چار عورتوں کے قافلے کے ساتھ ماہ شعبان نبوت کے پانچویں (سال) چھپ چھپا کر حبشہ پہنچے۔ آپ اپنے چچا نوفل اور دیگر مشرکین کے تعاقب (کے) باوجود شعیبہ کی بندرگاہ پر کشتی مل جانے کی وجہ سے مکہ سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔

رمضان میں حبشہ کے مہاجرین کو یہ خبریں ملیں کہ مکہ کے مشرکین مسلمان ہو گئے ہیں یہ افواہ اس لئے پھیلی کہ حرم پاک میں سورہ نجم کی تلاوت کے وقت مسلمانوں کے ساتھ کافر بھی بے اختیار سجدے میں گر گئے تھے۔ چنانچہ اس افواہ پر حضرت زبیر بھی شوال ۵ نبوی میں چند دوسرے مہاجرین کے ساتھ مکہ واپس آ گئے۔

ربیع الاول ۱۳ نبوی میں جب رسول اللہؐ نے مدینہ کو ہجرت فرمائی تو حضرت زبیرؓ کاروبار تجارت کے سلسلے میں شام گئے ہوئے تھے۔ اس سلسلہ میں صحیح بخاری میں امام نے آپ کے صاحبزادے حضرت عروہؓ سے روایت نقل کی ہے۔

"رسول اللہ ہجرت کے سفر میں حضرت زبیر سے ملے جو مسلمان تاجروں کے ساتھ اس وقت ملک شام سے واپس آ رہے تھے۔ زبیرؓ نے اپنا کچھ سامان کھولا اور رسول اللہ اور حضرت ابو بکرؓ کو سفید کپڑے پہنائے۔ اس کے بعد حضرت زبیرؓ مکہ پہنچے اور مدینہ ہجرت کی تیاری کرنے لگے۔ آپ نے اپنی والدہ محترمہ حضرت صفیہؓ اور زوجہ محترمہ حضرت اسماءؓ بنت ابو بکر کو سفر ہجرت میں ساتھ لیا اور قبا پہنچ کر قیام کیا۔

بخاری شریف میں ہے۔

"حضرت زبیرؓ نے مدینے آ کر قبا میں قیام کیا حضرت اسماء حاملہ تھیں۔ یہیں عبداللہ بن زبیر پیدا ہوئے مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی۔

حضرت اسماء عبداللہ بن زبیر کو رسول اللہ کی خدمت میں لے گئیں آپؐ نے ان کو اپنی گود میں لیا اور اپنے ہاتھ سے گھٹی پلائی۔ ہجرت کے بعد مسلمان گھرانوں میں جو بچے پیدا ہوئے یہ ان میں سب سے پہلے تھے۔

حضرت زبیرؓ نے مدینہ آکر زراعت اور باغبانی کو اپنا پیشہ بنالیا ہجرت مدینہ کے بعد آپ نے رسول اللہؐ کی زندگی میں تمام بڑی بڑی لڑائیوں میں حصہ لیا اور داد شجاعت دیتے رہے۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں ہے کہ "بدر میں مسلمانوں کے لشکر میں دو بڑے شہسوار تھے۔ ایک حضرت زبیرؓ اور دوسرے حضرت مقدادؓ حضرت زبیرؓ میمنہ لشکر پر متعین تھے۔ اور حضرت مقدادؓ میسرہ لشکر پر معین تھے۔"

بدر کے قریب پہنچ کر قریش کے لشکر کے تجسس حال کے لئے آپؐ نے حضرت زبیرؓ اور چند دوسرے صحابہ کو بھیجا تھا۔ صحیح بخاری کتاب المغازی میں ہے کہ بدر کے میدان جنگ میں حضرت زبیر نے جس طرح داد شجاعت دی تھی۔ اس کے گہرے اور ان مٹ نشانات تمام عمر آپ کے جسم پر رہے۔ آپ کے صاجزادے حضرت عروہؓ بیان کرتے ہیں۔

"حضرت زبیرؓ کو تلواروں کی تین ضربیں لگیں تھیں۔ جن میں ایک ضرب کاندھے پر تھی۔ وہ اس قدر گہری تھی کہ میں ان میں اپنی انگلیاں داخل کردیا کرتا تھا۔"

ان میں سے ایک ضرب بدر کے دن اور دو یرموک میں آئی تھیں۔ عروہؓ کہتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ کی تلوار میں چاندی کا کام ہوا تھا۔ بدر کے دن اس میں دندانے

لئے تھے۔

بخاری کتاب المغازی باب شھود الملا کہ بدر میں حضرت زبیرؓ کی زبانی یہ لکھی ہے۔

"میں جنگ بدر کے دن عبیدہ بن سعید سے ملا وہ سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہوا تھا صرف آنکھیں نظر آتی تھیں عبیدہ کی کنیت ذات الکرش تھی۔ دو بدو مقابلے کے وقت اس نے کہا میں ابو ذات الکرش ہوں۔ میں نے حربہ (چھوٹا نیزہ) لے کر اس پر حملہ کر دیا اور آنکھوں میں تاک کر مارا جس سے وہ مر گیا۔ پھر میں نے لاش پر پاؤں رکھ کر حربے کو کھینچا تو بڑی مشکل سے وہ نکلا لیکن دونوں سرے خم دار ہو گئے۔"

عروہؓ کہتے ہیں کہ

"حضرت زبیر سے وہ برچھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لے لی اور عید الفطر پر اسے بطور سترا استعمال فرمایا۔ بعد میں حضرت ابو بکرؓ نے وہ مانگ لی اور ان کو دینی پڑی۔ حضرت ابو بکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ نے طلب کر لی اس کے بعد پھر زبیرؓ کو مل گئی۔ ان سے حضرت عثمانؓ نے لے لی اور شہادت عثمانؓ کے بعد آل علیؓ نے طلب کر لی بعد ازاں عبداللہ بن زبیرؓ نے ان سے مانگ لی اور شہادت تک ان کے پاس رہی۔"

حضرت زبیرؓ نے بدر کے دن جو عظیم الشان کارکردگی انجام دی وہ اس بات سے صاف ظاہر ہے کہ تاریخ اسلام میں کسی کے ہتھیاروں کو آنحضرتؐ خلفائے

راشدین اور دوسرے صحابہ نے وہ اہمیت نہ دی جو حضرت زبیرؓ کے خنجر کو
تاریخی روایات میں ہے کہ حضرت زبیرؓ کی تلوار کی بھی صحابہ نے تین ہزار درہم
لگائی تھی اور کسی ایک صحابیؓ نے وہ یادگار کے طور پر تین ہزار درہم میں خرید لی۔

جنگ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ کو ان کی
صلاحیت کی بنا پر میسرہ لشکر کا سپہ سالار بنایا تھا۔ الرحیق المختوم میں ہے کہ غزوہ
کے دن جب دونوں لشکر آمنے سامنے اور قریب آ گئے تو لڑائی کا مرحلہ شروع
جنگ کا پہلا ایندھن مشرکین کا علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ عبدری بنا۔ یہ شخص
کا نہایت بہادر شہسوار تھا۔ اسے مسلمان کبش الکتیبہ (لشکر کا مینڈھا) کہتے
یہ اونٹ پر سوار ہو کر نکلا اور مبارزت کی دعوت دی۔ اس کی حد سے بڑھی
شجاعت کے سبب عام صحابہ مقابلہ سے کترا گئے۔ لیکن حضرت زبیرؓ آگے بڑھے
ایک لمحہ کی مہلت دیئے بغیر شیر کی طرح جست لگا کر اس کے اونٹ پر جا بیٹھے
اسے اپنی گرفت میں لے کر زمین پر کود گئے۔ اور تلوار سے ذبح کر دیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ولولہ انگیز منظر دیکھا تو فرط مسرت سے نعرہ
بلند کیا اور پھر آپؐ نے حضرت زبیرؓ کی تعریف کی اور فرمایا۔

"ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے میرا حواری زبیرؓ ہے۔"

معتبر احادیث میں ہے کہ یہ لقب جنگ خندق کے موقع پر دیا گیا۔ مگر یہ طے
کہ حضرت زبیرؓ کو حضورؐ کی طرف سے حواری کا لقب دیا گیا۔

بخاری کتاب المغازی باب غزوہ خندق میں ہے۔

غزوہ احزاب میں حضرت زبیرؓ کی فداکاری اور جذبہ اطاعت و تکمیل کو

قدر اہمیت دی گئی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی شان میں تعریفی کلمات فرمائے۔ جن میں ایک جملہ ایسا ہے جو ابن وقاصؓ کے علاوہ کسی اور صحابہ کے متعلق زبان مبارک پر نہیں آیا۔ حضرت جابر اس واقع کو بیان کرتے ہیں۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احزاب میں فرمایا قبیلہ یہود بنی قریظہ کی خبر کون لاتا ہے؟ حضرت زبیرؓ نے عرض کی "میں" پھر فرمایا۔ "ان لوگوں کی اطلاعات کون لاتا ہے؟ حضرت زبیرؓ نے عرض کیا۔ "میں" تیسری مرتبہ پھر ارشاد ہوا اس قوم کی خبر کون لاتا ہے؟" حضرت زبیر نے اٹھ کر کہا۔ "میں" اس موقعہ پر حضورؐ نے فرمایا۔ "ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیرؓ ہے"۔

جنگ خیبر میں جب حضرت علیؓ نے مرحب کو قتل کر دیا تو اس کا بھائی یاسر یہ رجز پڑھتا ہوا میدان میں آیا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

"خصوصاً" خیبر اور عموماً" سارا ملک یاسر اور اس کے اوصاف سے واقف ہے میں دلاور و حقیقی طور پر جری ہوں جب مجھ سے مقابلے پر بڑے بڑے بہادر آئے تو وہ دہشت زدہ ہو کر بھاگے ہیں میرے میدان میں موت حاضر ہے پس جو بھی آئے گا مارا جائے گا۔"

حضرت زبیرؓ نے اس کی طرف دیکھا۔ چہرے پر جوش و غضب کے آثار ابھرے اور اٹھ کر مقابلے کو چلے۔ آپ کی والدہ محترمہ صفیہ سرکار دو عالم کے نزدیک ہی موجود تھیں۔ عرض کیا یا رسول اللہ اب میرا بیٹا مارا جائے گا۔ آپؐ نے

ارشاد فرمایا۔ ”نہیں“ بلکہ تمہارا بیٹا اسے قتل کر دے گا۔

حضرت زبیرؓ نے یاسر کے جواب میں جو رجز پڑھی اس کا مفہوم یہ ہے۔

”تیرے شہر خیبر والے بھی سب جانتے ہیں کہ میں زبیر ہوں۔
طاقت ور پچھاڑنے غالب آنے اور مار دینے والا سردار ہوں۔
جی چرانے یا مغلوب ہو جانے والا نہیں۔ اللہ کی روح میرے
وجود میں پیوست ہے زیادہ تعارف کرا کے تیری قضا میں اب
تاخیر نہیں کروں گا۔“

یاسر نے وار کیا۔ حضرت زبیرؓ نے اپنی تلوار پر وار روک کر تلوار سے تلوار کو جھٹکا دیا جس سے یاسر کا جسم ہچکولا کھا گیا۔ پلک جھپکنے ہی نہ پایا ہو گا کہ حضرت زبیرؓ کی تلوار گردن سے گذر کر اس کو دوپارہ کر گئی۔

فتح مکہ کے موقعہ پر حضرت حاطب کا خط پکڑنے کے لئے حضورؐ نے حضرت علی اور حضرت زبیرؓ کو بھیجا تھا۔

صحیح بخاری اور سیرت کی کتاب الرحیق المختوم میں ہے کہ ۸ ہجری میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کے لشکر کا علمبردار حضرت زبیرؓ کو مقرر کیا اور خاص علم نبویؐ عطا فرمایا۔ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ پہنچ کر حضرت زبیرؓ کو اشارہ کر کے فرمایا میرا علم حجون میں نصب کر دیں۔ اس بارے میں نافع بن جبیر سے روایت ہے۔

”میں نے عباسؓ سے سنا وہ زبیرؓ بن عوام سے کہہ رہے تھے۔ اے
ابو عبداللہ آپ کو یہاں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ

علم نصب کردیں۔"

خلفائے راشدین کے عہد میں بھی آپ نے اسلامی معرکوں میں اور حکومتی امور میں مشاورت اور پوری پوری عملی کارکردگی دکھائی۔ تواریخ میں جنگ یرموک کے حوالے سے آپ کی شجاعت کا ذکر اس طرح ہے۔

جنگ یرموک میں رسول اللہ کے صحابہ نے حضرت زبیرؓ سے کہا تم حملے میں شدت اختیار نہیں کرتے کہ ہم بھی شدت و سرگرمی دکھائیں۔ آپ نے جواب دیا میں حملے میں زور دکھاؤں گا تو آپ لوگ ویسا نہ کر سکیں گے۔ انہوں نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا۔ پس حضرت زبیرؓ غنیم پر حملہ آور ہوئے اور دشمنوں کی صفوں کو توڑ کر آگے نکل گئے۔ لیکن ان کے ساتھ کوئی بھی نہ جا سکا۔ پھر واپس لوٹے تو رومی افواج نے ہر جانب سے ہلا کر کے لگام پکڑ لی ان کے کاندھے پر دو ضربیں آئیں۔ پہلے کی ضرب نے ان کے درمیان گہرا نشان چھوڑا تھا وہ بدر میں لگی تھی۔

آپ کے عظیم الشان مناقب میں ہے کہ جنگ احزاب کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنا حواری قرار دیا اور فرمایا

فداک ابی و امی

ترجمہ: "تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔"

جنگ جمل میں آپ حضرت عائشہ کے لشکر میں شامل تھے۔ اس جنگ کے اختتام پر جب آپؓ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو عمرو بن جرموزان کے تعاقب میں لگ گیا۔ وادی سباع میں پہنچ کر آپ نے نماز کے لئے نیت باندھی عمرو نے موقع

غنیمت جانا اور آپ کو تیر مار کر زخمی کر دیا۔

آپ بہت سخی تھے۔ صدقہ و خیرات بڑی دریا دلی سے کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے مقروض تھے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے بیٹے عبداللہ بن زبیرؓ نے آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی جائیداد بیچ کر سارا قرضہ ادا کر دیا۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ایک ریشمی قبا عطا کی تھی جسے وہ جنگ کے وقت پہنتے تھے۔

حضرت زبیرؓ کی پہلی بیوی اسماء بنت ابو بکر تھیں۔ جن کا لقب ذات النطاقین تھا۔ یہ وہی بہادر خاتون تھیں جو حضورؐ کو غار ثور میں کھانا پہنچاتی تھیں۔ آپ کے بیٹے عبداللہؓ بن زبیر جو حضرت اسماء کے بیٹے حضرت عائشہ کے بھانجے تھے ان کو حضرت عائشہ نے اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا۔

عشرہ مبشرہ

اردو دائرہ معارف اسلامیہ اور احادیث و سیرت النبی کی مختلف کتب و تواریخ میں ہے کہ آنحضرتؐ نے دینی خدمات انجام دینے اور خیر میں سبقت لے جانے پر متعدد مواقع پر مختلف صحابہ کرام کو مغفرت اور جنت کی بشارت سے نوازا ہے۔ اصحابؓ بدر کو تمام اگلے پچھلے گناہوں کی بخشش کی بشارت دی۔ اصحابؓ بیعت رضوان کو اللہ نے قرآن پاک میں راضی ہونے کی خوشخبری دی۔ آپؐ نے حضرت خدیجہؓ۔ حضرت فاطمہؓ اور حضرت عائشہؓ کو جنت کی خوشخبری دی۔ حضرت بلال حبشیؓ کو اپنے سے پہلے جنت میں جاتے ہوئے محسوس فرمایا۔

یہ سب فضیلتیں اور بشارتیں دین میں رسول اللہؐ کا ساتھ دینے اور نمایاں خدمات انجام دینے والوں کو دی جاتی تھیں۔

عشرہ مبشرہ بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے جس میں دس جلیل القدر صحابہ کو راہ حق میں آزمائش کے کٹھن مراحل ثابت قدمی سے طے کرنے پر رسالت مآب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی خوشخبری سنائی۔

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے روایت ہے کہ فرمان نبویؐ ہے۔

۱۔ ابو بکرؓ جنت میں ہے

۲۔ عثمانؓ جنت میں ہے

۳۔ علیؓ جنت میں ہے

۴۔ عمرؓ جنت میں ہے

۵۔ طلحہؓ جنت میں ہے

۶۔ زبیرؓ جنت میں ہے

۷۔ عبدالرحمنؓ بن عوف جنت میں ہے

۸۔ سعد بن ابی وقاصؓ جنت میں ہے

۹۔ سعید بن زیدؓ جنت میں ہے

۱۰۔ ابو عبیدہ بن جراحؓ جنت میں ہے

یعنی یہ دس لوگ جنتی ہیں۔ یہی دسوں اصحاب عشرہ مبشرہ کہلاتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا

ترجمہ : "اور تم سب مل کر خدا کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقے میں نہ پڑو۔"

اللہ کی رسی سے مراد دین اسلام ہے اور دین اسلام قرآنی تعلیمات اور ان کے مطابق رسول اللہؐ کے اعمال و اقوال کی پیروی کرنا ہے تاکہ ہم ایک مضبوط اور باوقار ملت بن سکیں۔

قرآن پاک میں کئی دفعہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِطیعُوا اللّٰہ واَطِیعُوا الرَّسول

ترجمہ: "یعنی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔"

قرآن پاک عربی زبان میں ہے اور اس کو سمجھنے کے لئے ابتدائی شرط عربیت ہے اور اس کے اولین مخاطب عرب ہی تھے اور اس پر صحیح معنوں میں عمل اللہ کے رسول محمدؐ اور ان کے صحابہ کرامؓ نے کیا۔ لیکن آہستہ آہستہ مسلمانوں کی گرفت اللہ کی رسی پر کمزور ہوتی گئی اور انہوں نے اللہ کے صاف صاف احکامات پر عمل کرنے کے بجائے اپنے اعمال کو جائز ثابت کرنے کے لئے ان آیات میں نئی نئی تاویلات تلاش کر کے نئے نئے فرقے بنا لئے۔ یہ وہ آیات تھیں۔ جن میں الجھنے پر اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ یعنی "متشابہات"۔ یہ ایسی آیات ہیں جن میں کئی معنوں کا احتمال ہو اور مطلب کے کئی پہلو ہوں۔ حقیقت میں مراد تو ایک ہی معنی

ہوتے ہیں۔ مگر الفاظ اور ان کی ترکیب کچھ ایسی واقع ہوتی ہے کہ دوسرے معنوں کا بھی احتمال ہو جاتا ہے۔ ایسی آیات کے معنی اپنی رائے سے کرنے پر اللہ تعالیٰ نے بڑے غضب اور سزا کی خبردی ہے۔ اور لوگ اس سے گمراہ ہوتے ہیں اس لئے ایسی آیتوں کے معنی اپنی رائے سے نہیں کرنے چاہیں متشابہات میں حروف مقطعات اور کچھ آیات شامل ہیں۔ مثلاً"

الم۔ حم۔ ص کھیعص۔ الر اور کچھ آیات یہ ہیں مثلاً" سورہ القلم آیت نمبر ۴۲

یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ (قلم ۴۲)

ترجمہ: "جس دن پنڈلی سے کپڑا اٹھا دیا جائے گا۔"

سورہ زمر آیت نمبر ۶۷

وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِهٖ ؕ (زمر ۶۷)

ترجمہ: "اور قیامت کے دن تمام زمین اس کی مٹھی میں ہو گی اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوں گے۔"

سورہ فتح آیت نمبر ۱۰

یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۚ

ترجمہ: "اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔"

سورہ الاعراف۔ آیت نمبر ۵۴۔

اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ (اعراف ۵۴)

"(اللہ) عرش پر جا ٹھہرا"

سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۱۰ میں ہے۔

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ

ترجمہ : "وہ کسی چیز کا انتظار نہیں کر رہے ہیں بجز اس کے اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے پاس بادلوں کے سائبانوں میں آجائے۔"

اس طرح کی آیات کی بہت سی تاویلیں نہیں بنانا چاہئیں اور نہ ہی سوچنا چاہئے کہ شاید اللہ انسان کی طرح ہے وہ بادلوں میں نظر آئے گا۔ اس کے ہاتھ ہیں آنکھیں ہیں اور پنڈلی کس کی ہوگی۔ یہ ایسی آیات ہیں جن کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ محکم آیات ان آیات کو کہتے ہیں جن میں صاف صاف احکامات ہوں۔ جیسے توحید۔ رسالت اور یوم آخرت پر ایمان۔ نماز قائم کرو۔ روزہ رکھو۔ زکواۃ ادا کرو۔ استطاعت ہو تو حج کرو۔ والدین کا کہنا مانو۔ ان کے سامنے اف تک نہ کرو۔ حقوق العباد شرم و حیا اور معاشرے میں خرابی پیدا کرنے والے قاتلوں چوروں' زانیوں' شرابیوں کے لئے صاف صاف سزائیں۔

سورہ آل عمران آیت نمبر ۷

هُوَ الَّذِي أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ ۖ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ ۗ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ ۗ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ○ (آل عمران ۷)

ترجمہ : "وہی تو ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی جس کی بعض آیتیں محکم ہیں (اور) وہی اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ ہیں۔ جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے۔ وہ متشابہات کا اتباع کرتے ہیں۔ تاکہ فتنہ برپا کریں اور مراد اصلی کا پتہ لگائیں۔ جبکہ مراد اصلی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو لوگ علم میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لائے یہ سب ہمارے پروردگار کیطرف سے ہیں اور نصیحت تو عقل مند ہی قبول کرتے ہیں۔"

صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے متذکرہ آیت کو تلاوت فرمایا اور اس کے بعد فرمایا اے عائشہ جب تو دیکھے ان لوگوں کو جو متشابہات میں غور و غوض کرتے ہیں اور اس کی تحقیق کے درپے ہوتے ہیں تو جان لینا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے نام مقرر کردیا ہے یعنی ان زائغین اور کج رفتار (ٹیڑھے لوگ) فرمایا ہے کہ تو اس قسم کے لوگوں سے پرہیز کرنا۔

مسند دارمی میں سلیمان بسیار سے منقول ہے کہ ایک شخص ابن صبیغ نامی حضرت فاروق اعظم کے زمانہ میں مدینہ منورہ آیا اور لوگوں سے متشابہات قرآن کے بارے میں تحقیق و تفتیش کرنے لگا حضرت عمرؓ فاروق نے اسے طلب فرمایا کہ تو کون ہے (اس کی آمد سے پہلے کھجور کی چھڑیاں منگوا کر رکھ لیں) اس نے بتایا کہ میں عبداللہ بن صبیغ ہوں۔ حضرت عمرؓ نے اسے زدوکوب شروع کردیا۔ یہاں تک کہ وہ خون آلود ہوگیا۔ اور ابو موسیٰ اشعری کے پاس فرمان بھیجا کہ مسلمانوں میں سے کوئی شخص اس کے پاس نہ بیٹھے۔

ہم کو تمام صحابہ کرامؓ اور صوفیاء و اولیا اللہ کا احترام کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمت ہو جنہوں نے اپنی زندگیاں قرآن و سنت کے مطابق گذاریں۔ مسلمانوں میں کوئی فرقہ کسی صحابی کے نام سے موسوم نہیں ہے جب کہ بڑے رتبے اور شان والے صحابہ تھے۔ تمام صحابہ کا ایک عقیدہ ایک اللہ ایک رسول ایک قرآن اور ایک شریعت تھی۔ کسی صحابی اور کسی اہل بیت نے کوئی فرقہ نہیں بنایا۔ حتی کہ حضرت علیؓ کی ذات پر یہ الزام سراسر غلط ہے کہ آپ نے مسلمانوں میں کسی فرقہ کی بنیاد ڈالی۔ حضرت علیؓ اور اہل بیت نے تین خلافتوں کا زمانہ دیکھا۔ اور حضرت علیؓ ایک حق گو بلند کردار انسان تھے۔ وہ اللہ کے شیر تھے یہ سوچ کہ ان کے دل میں خلافت نہ ملنے کا رنج تھا اور انہوں نے مجبوراً" پہلے تین خلفاء کی بیعت کی سراسران جیسے حق شناس اور اصولوں پر ڈٹ جانے والے انسان کی توہین ہے جب کہ ان کے لخت جگر حضرت امام حسینؓ نے میدان کربلا میں اصولوں کی خاطر اپنا اور اپنے خاندان کا سر کٹوا دیا تھا۔ مگر جھکایا نہ تھا۔ ان سب لوگوں کے عقائد ایک تھے ایک ہی مسجد میں ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت امیر معاویہؓ سے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے جنگ کسی ایسے مسئلے پر نہیں کی جو توحید نبوت۔ آخرت اور اسلام کے بنیادی عقائد کا کوئی اختلافی مسئلہ ہو۔

حضرت علیؓ نے اپنے مخالف گروہ پر ہرگز الزام نہیں لگایا تھا کہ تمہارے عقائد فاسد ہیں یا تمہارے روزے تمہاری نماز کتاب و سنت کے مطابق نہیں نہ ہی حضرت علیؓ نے کوئی فرقہ بنایا بلکہ اسلام میں سب سے پہلے جو فتنہ ظاہر ہوا وہ عبداللہ بن سبا ایک یہودی نے برپا کیا تھا اور پھر ایسے ہی منافقین مسلمانوں کو گمراہ

کرنے لگے اور مسلمان شخصیت پرستی کرنے لگ گئے شخصیت پرستی ایک ایسا زہر ہے جو شرک کی ابتداء کا باعث بنا۔ علوی خلافت کے دور میں بعض لوگوں نے حضرت علیؓ کی الوہیت کا اعلان کیا اور آپ نے ایسا کہنے والوں کو دردناک سزائیں دیں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں (اقوال علی نہج البلاغتہ)

"میرے بارے میں دو شخص ہلاک ہوں گے۔ ایک غلبہ محبت سے میری ایسی تعریف کرے گا جو بات مجھ میں نہیں اور دوسرا عداوت رکھنے والا کہ اس کو میری عداوت نے آمادہ کیا اس بات پر کہ مجھ پر بہتان باندھے۔

اسلام میں عقائد کے سبب سب سے پہلے فتنہ کا ظہور عقیدت کی بے انتہا زیادتی تھی۔ جو حضرت علیؓ کی ذات اور صفات میں کی گئی۔ جب کہ حضرت علیؓ دامن ان معاملات میں بالکل صاف اور پاک ہے۔ شخصیت پرستی باطنیہ۔ اسماعیلیہ اور قرامطیہ کے ظہور کا باعث ہوئی۔

شرک کی ابتدا

حضرت آدم علیہ سلام کے بعد تک لوگ صرف ایک خدا کی عبادت کرتے تھے۔ شرک کی ابتداء حضرت ادریس علیہ سلام کے بعد سے شروع ہوئی۔ حضرت ادریس علیہ سلام اللہ کے برگزیدہ بندے اور رسول تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے چند شاگرد جن کے نام ود۔ سواع۔ یعوق۔ یغوث اور نسر تھے یہ پانچوں حضرت ادریس کے بعد شب و روز خدا کی عبادت کرتے تھے۔ جب یہ وفات پا گئے تو ان

قوم پریشان ہو گئی اور انہوں نے ازراہ عقیدت ان کے مجسّمے بنا لئے پہلے تو انہوں نے ایسا صرف عقیدت کی بنا پر کیا لیکن ان کی نسلوں نے کھلم کھلا ان بتوں کی پرستش شروع کر دی۔ اور ان بتوں کو سونے چاندی اور پیتل کا بنانا شروع کر دیا اور پھر ان پر چڑھاوے چڑھانے شروع کر دیئے۔ اور آہستہ آہستہ یہی ان کے معبود ہو گئے۔ شرک اور بت پرستی کی یہ ناپاک مرض ہوتے ہوتے سرزمین عرب میں بھی پہنچ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے شرک کے خاتمے کے لئے لاتعداد پیغمبر بھیجے لیکن اکثریت ان کو جھٹلاتی رہی۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی دنیا میں توحید کا پیغام لے کر آئے اور ہمیشہ کیلئے قرآن اور اپنی سنت کی صورت میں تمام عالم انسانیت کو ایک ضابطہ حیات دے دیا۔ آپؐ نے اور آپؐ کے صحابہؓ نے ہر دل پر توحید کا نقش بٹھایا۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں علامہ اقبال کہتے ہیں۔

حضرت علیؓ کے زمانہ تک اسلام کی ایسی شان تھی کہ تمام عالم رشک کرتا تھا۔

کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے
منہ کے بل گر کے ھو اللہ احد کہتے تھے۔

اور جب یہ شمع توحید کے پروانے رخصت ہو گئے تو یہ حال ہے کہ

ہاتھ بے زور ہیں الحاد سے دل خوگر ہیں
امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں
بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں
تھا ابراہیمؑ پدر اور پسر آزر ہیں

(اقبال)

شرک اور بدعت کا معاملہ کوئی فرقہ وارانہ معاملہ نہیں ہے۔ شرک جسے
قرآن ظلم عظیم کہتا ہے۔ یہ ایسا خوفناک گناہ ہے اور بدعت جسے آخری نبیؐ نے
ضلالت کہا ہے اس کا رد کرنا دین کی سب سے بڑی خدمت ہے۔

مختلف روایات میں ہے۔

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک لڑائی سے واپس آ
رہے تھے کہ راستہ میں ایک پڑاؤ ملا۔ وہاں کچھ لوگ بیٹھے تھے۔ مرد بھی
تھے عورتیں بھی۔ حضورؐ نے پوچھا تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے عرض کی
ہم مسلمان ہیں۔ حضورؐ نے وہاں قیام فرمایا۔ ایک عورت چولہا جلا رہی
تھی کہ پاس ہی اس کا بچہ بیٹھا ہوا تھا جب آگ خوب بھڑک گئی تو وہ بچے
کو لے کر حضورؐ کے پاس آئی اور کہنے لگی۔ کیا آپؐ اللہ کے رسول ہیں؟
حضورؐ نے فرمایا۔ "بے شک" پھر اس نے کہا ایک ماں اپنے بچے پر جتنی
مہربان ہے کیا اللہ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے؟ حضورؐ نے
فرمایا "بے شک" وہ عورت بولی ماں تو اپنے بچے کو آگ میں نہیں ڈالتی
اس عورت کے منہ سے یہ بات سن کر حضورؐ رو پڑے پھر سر اٹھا کر فرمایا۔
"اللہ اس بندے کو عذاب دے گا جو اللہ سے سرکشی کرتا ہے اور اس
کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہراتا ہے۔"

سورہ زمر آیت نمبر ۳ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۚ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ
دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۗ
اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۵ زمر ۳

ترجمہ : "دیکھو خالص عبادت خدا ہی کے لئے زیبا ہے اور جن لوگوں نے اس کے سوا اور دوست بنائے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کو اس لئے پوجتے ہیں کہ ہم کو خدا کا مقرب بنا دیں۔ تو جن باتوں میں یہ اختلاف کرتے ہیں۔ خدا ان میں ان کا فیصلہ کردے گا۔"

سورہ زمر آیت نمبر ۴۳۔ ۴۴

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ۚ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ○ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا (زمر ۴۳، ۴۴)

ترجمہ : "کیا انہوں نے خدا کے سوا اور سفارشی بنا لئے ہیں کہو کہ وہ کسی چیز کا بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ (کچھ) سمجھتے ہوں کہہ دو کہ سفارش تو سب خدا ہی کے اختیار میں ہے۔"

سورہ یونس آیت نمبر ۱۸

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ ۚ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (یونس ۱۸)

ترجمہ : "اور یہ (لوگ) خدا کے سوا ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ ان کا کچھ بگاڑ ہی سکتی ہیں اور نہ کچھ بھلا ہی کر سکتی ہیں اور کہتے

ہیں کہ یہ خدا کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔ کہہ دو کیا تم خدا کو ایسی چیز
بتاتے ہو جس کا وجود اسے نہ آسمانوں میں معلوم ہوتا ہے اور نہ زمین میں وہ پاک
ہے اور (اس کی شان) ان کے شرک کرنے سے بہت بلند ہے۔"

سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۶۵

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا
يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ط (البقرة ۱۶۵)

ترجمہ : "اور بعض لوگ ایسے ہیں جو غیر خدا کو شریک (خدا) بنائے
اور ان سے خدا کی سی محبت کرتے ہیں۔"

سورہ فاطر آیت نمبر ۱۳۔ ۱۴ میں اللہ تعالیٰ ارشاد کرتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ
قِطْمِيْرٍ ○ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاءَكُمْ ۚ وَلَوْ
سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۭ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ
بِشِرْكِكُمْ ۭ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ○ (فاطر ۱۳، ۱۴)

ترجمہ : "اور جن لوگوں کو تم اس کے سوا پکارتے ہو۔ وہ کھجور کی
گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی تو کسی چیز کے مالک نہیں۔ اگر تم ان کو پکارو
تو وہ تمہاری پکار نہ سنیں اور اگر سن بھی لیں تو تمہاری بات کو قبول نہ کر
سکیں اور قیامت کے روز تمہارے شرک سے انکار کر دیں گے اور
(خدائے) باخبر کی طرح تم کو کوئی خبر نہیں دے گا۔"

سورہ انعام آیت نمبر ۹۵ میں ارشاد ربانی ہے۔

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ

مَا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۠

(الانعام ۹۵)

ترجمہ : "بے شک تم ویسے ہی تن تنہا ہمارے سامنے حاضر ہو گئے جس طرح ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ اکیلا پیدا کیا تھا۔ جو کچھ ہم نے تم کو دنیا میں دیا تھا وہ سب پیچھے چھوڑ آئے۔ اور اب ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے جن کے متعلق تم سمجھتے تھے کہ تمہارے کام بنانے میں ان کا بھی کچھ حصہ ہے۔ تمہارے آپس کے سب رابطے ٹوٹ گئے اور وہ سب تم سے گم ہو گئے جن کا تم زعم رکھتے تھے۔"

سورہ یوسف آیت نمبر ۱۰۶ میں ہے۔

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ

(یوسف ۱۰۶)

ترجمہ : "اور اکثر لوگ ایمان لانے کے ساتھ ساتھ شرک میں مبتلا رہتے ہیں۔"

سورہ الکھف آیت نمبر ۱۰۲

اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ؕ (الکھف ۱۰۶)

ترجمہ : "کافر خدا کو چھوڑ کر اس کے بندوں کو حمایتی بناتے ہیں۔"

سورہ نساء آیت نمبر ۴۸

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ

ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ○ (نساء ۴۸)

ترجمہ : "خدا اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے۔ اور جس نے خدا کا شریک مقرر کیا اس نے بڑا بہتان باندھا۔"

غیب کا علم

سورہ انعام آیت نمبر ۵۹

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ (انعام ۵۹)

ترجمہ : "اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔"

سورہ نمل آیت نمبر ۶۵

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ○ نمل ۶۵

ترجمہ : "کہہ دو سوائے خدا کے زمین و آسمان کی کوئی ہستی غیب کا علم نہیں رکھتی۔"

سورہ اعراف آیت نمبر ۱۸۸

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۚ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛ وَمَا مَسَّنِىَ السُّوْٓءُ ۛ (اعراف ۱۸۸)

ترجمہ : "اے محمد کہہ دو کہ مشیت خدا کے بغیر میں اپنی ذات کے نفع و نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتا۔ اگر میں عالم غیب ہوتا تو یقیناً" بہتیرا منافع اپنے لئے حاصل کر لیتا اور مجھے کبھی کوئی نقصان نہ پہنچتا۔"

اگر حضورؐ کو غیب کا علم ہوتا تو حدیبیہ کے مقام پر حضرت عثمانؓ کی شہادت کی جھوٹی افواہ پر بیعت رضوان نہ لیتے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپؐ کو اتنا ہی علم ہوتا تھا جتنا اللہ تعالیٰ دیتا تھا۔

سورہ احقاف آیت نمبر۹

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِىْ مَا يُفْعَلُ
بِىْ وَلَا بِكُمْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَىَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا
نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ (احقاف ۹)

ترجمہ : "کہہ دو کہ میں کوئی نیا پیغمبر نہیں آیا اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا (کیا جائے گا) میں تو اس کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی آتی ہے اور میرا کام تو اعلانیہ ہدایت کرنا ہے۔"

اللہ تعالیٰ سب سے بڑا منصف ہے۔ اور انصاف کرنے والوں اور سچ بولنے والوں کو ہی پسند کرتا ہے۔ اس کی بارگاہ میں سچی سفارش اور سچی گواہی قبول ہوتی ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ کسی سے نیکی کریں اور کسی کی بدؐعا آپ کا اجر ضائع کر دے۔ عزت اور ذلت صرف خدا کے ہاتھ میں ہے۔ غیب کے علم کی کنجیاں صرف اس کے پاس ہیں اب یہ اس کی مرضی ہے کہ اپنے خزانے کے سمندر میں

سے کسی پیاسے کو کتنے قطرے پلا دے۔

سفارش کی اجازت

قرآن پاک میں سورہ بقرہ اور سورہ انبیاء میں ہے کہ انسان تو انسان فرشتوں کو بھی اللہ کے حضور اللہ کی اجازت کے بغیر سفارش کرنے کی جرات نہیں ہے۔

سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۵۵ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (البقرۃ ۲۵۵)

ترجمہ : "کون ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس سے کسی کی سفارش کر سکے۔"

سورہ نجم آیت نمبر ۲۶ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ یَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَرْضٰی (نجم ۲۶)

ترجمہ : "اور آسمانوں میں بہت سے فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی مگر اس وقت خدا جس کے لئے چاہے اجازت بخشے اور (سفارش) پسند کرے۔"

سورہ الانبیاء آیت نمبر ۲۸

وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی وَهُمْ مِّنْ خَشْیَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ○ (انبیاء ۲۸)

ترجمہ : "اور وہ (اس کے پاس) کسی کی سفارش نہیں کر سکتے۔ مگر

اس شخص کی جس سے خدا خوش ہو اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں۔"

سورہ نجم کی آیت نمبر ۳۹

وَاَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۝ نجم ۳۹

ترجمہ: "اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔"

صحیح بخاری میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔" یعنی جیسے ہمارے اعمال ہوں گے ویسا ہی اجر پائیں گے۔ اور انسان کو وہی ملتا ہے جس کے قابل وہ اپنے آپ کو بناتا ہے۔

حضرت آدم کی بشریت

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت آدم علیہ سلام سے لے کر حضرت محمدؐ تک جتنے بھی پیغمبر آئے وہ سب کے سب اللہ کے نیک بندے اور بشر تھے۔ سورہ اعراف آیت نمبر ۱۱ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَقَدۡ خَلَقۡنٰكُمۡ ثُمَّ صَوَّرۡنٰكُمۡ ثُمَّ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ ۖ (اعراف ۱۱)

ترجمہ: "اور ہم ہی نے تم کو ابتداء میں مٹی سے پیدا کیا پھر تمہاری شکل و صورت بنائی پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو۔"

فرشتوں کو آدم علیہ سلام کو سجدہ کرنے کا جو حکم دیا گیا تھا وہ اس لئے تھا کہ آدم علیہ اسلام نوع انسانیت کے نمائندہ تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اشیاء کا علم دیا تھا اور فرشتوں سے علمی مقابلہ کروایا تھا اور فرشتے ہار گئے تھے۔

(سورہ بقرہ۔ آیت نمبر۲۹ تا ۳۴)

"پھر انہوں نے حضرت آدم کو سجدہ کیا اور شیطان آدم کو سجدہ نہ کرنے پر راندہ درگاہ ٹھہرا۔"

فرشتوں کو حضرت آدم کو سجدہ کرنے کا حکم یہ ظاہر کرتا ہے کہ بشر کا مقام فرشتوں سے زیادہ ہے۔ سورہ ص آیت نمبر۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ○

ترجمہ: "جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے انسان بنانے والا ہوں۔"

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ○

ترجمہ: "جب اس کو درست کر لوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا۔"

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ○ (ص ۷۱ تا ۷۳)

ترجمہ: "تو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔"

حضرت نوح کی بشریت

حضرت نوح علیہ سلام پر ان کی قوم اعتراض کرتی تھی کہ یہ تو انسانوں کی طرح کھاتا پیتا اور چلتا ہے اگر یہ پیغمبر ہوتا تو ہمیں غائب کی باتیں بتاتا۔ سورہ ہود کی

آیت نمبر ۳۱ میں حضرت نوح علیہ سلام کا اپنی قوم کو جواب ہے۔

وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ تَزْدَرِیْۤ اَعْیُنُكُمْ لَنْ یُّؤْتِیَهُمُ اللّٰهُ خَیْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ ۚۖ اِنِّیْۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ○ (ھود ۳۱)

ترجمہ : "میں نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ اور نہ ان لوگوں کی نسبت جن کو تم حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو یہ کہتا ہوں کہ خدا ان کو بھلائی نہیں دے گا جو ان کے دلوں میں ہے۔ بے انصافوں میں سے ہوں۔"

حضرت ہود کی بشریت

حضرت ہود کی بشریت کے متعلق سورہ المومنون کی آیت نمبر ۳۳۔ ۳۴ ہے کہ حضرت ہود کی قوم میں جو کافر سردار تھے اور آخرت کے آنے کو جھوٹ سمجھتے تھے۔ وہ اپنی قوم کو حضرت ہود کے بارے میں کہنے لگے۔

مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ یَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَیَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۙ○ وَلَىِٕنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ ۙ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۙ○ (مومنون ۳۳،۳۴)

ترجمہ : "یہ تو تم ہی جیسا آدمی ہے۔ جس قسم کا کھانا تم کھاتے ہو اسی طرح کا یہ بھی کھاتا ہے اور جو پانی تم پیتے ہو اسی قسم کا یہ بھی پیتا ہے۔ اور

اگر تم نے اپنے ہی جیسے آدمی کا کہا مان لیا تو گھاٹے میں پڑ گئے۔"

حضرت صالح و شعیب کی بشریت

حضرت صالح اور حضرت شعیب سے ان کی قوم نے نشانی مانگی اور کہا۔ سورہ شعراء آیت ۱۵۴-۱۵۳

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ۝ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

ترجمہ: "جواب دیا تو محض ایک سحر زدہ آدمی ہے تو ہم جیسے انسان کے سوا اور کیا ہے۔ لا کوئی نشانی اگر تو سچا ہے۔"

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کی بشریت

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کو اپنی نشانیاں اور دلیل ظاہر دے کر فرعون اور اس کی جماعت کی طرف بھیجا تو فرعون اور اس کی جماعت کے سرکش لوگ کہنے لگے۔ سورہ المومنون آیت نمبر ۴۷

فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ۝ (مومنون ۴۷)

ترجمہ: "کہنے لگے کیا ہم ان اپنے جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں اور ان کی قوم کے لوگ ہمارے خدمت گار ہیں۔"

تمام انبیاء انسان تھے

سورہ ابراہیم آیت نمبر ۱۱ میں ہے۔ کہ جب مختلف قوموں نے اپنے پیغمبروں

سے کھلی نشانیوں اور معجزات کی فرمائش کی تو تمام پیغمبروں کا جواب یہ تھا۔

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ (یوسف ۱۰۶)

ترجمہ : "پیغمبروں نے ان سے کہا کہ ہاں ہم تمہارے ہی جیسے آدمی ہیں لیکن خدا اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے (نبوّت کا) احسان کرتا ہے۔ اور ہمارے اختیار کی بات نہیں کہ ہم خدا کے حکم کے بغیر تم کو (تمہاری فرمائش کے مطابق) معجزہ دیکھائیں اور خدا ہی پر مومنوں کو بھروسہ کرنا چاہیے۔"

سرور کائنات۔ فخر موجودات۔ افضل البشر۔ خیر البشر۔
رحمتہ اللعالمین۔ خاتم النبین محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاندان قریش کی ایک شاخ بنو ہاشم میں ۵۷۱ء
میں پیدا ہوئے خاندان کے دوسرے بچوں کی طرح پرورش پائی۔ جوان ہو کر قریش
کے جوانوں کی طرح روزی کمانے کے لئے تجارت کی۔ شادی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے
اولاد کی نعمت سے نوازا اور اولاد کی وفات کا غم بھی دیا۔ غرض آپ نے تمام
تقاضائے بشریت پورے کئے۔ جب آپ کی عمر ۴۰ سال کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے
آپ کو مقام نبوت پر سرفراز کیا۔

اس وقت عرب ہر طرح کی برائیوں میں گھرے ہوئے تھے۔ اس لئے جہالت
اور گمراہی کے ان اندھیروں کو دور کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت کا روشن
چراغ بنا کر بھیجا۔ سورہ احزاب کی آیت نمبر ۴۵۔۴۶ میں ہے۔

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۝
وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝ احزاب ۴۵،۴۶

ترجمہ : ”اے پیغمبر ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے
والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔
اور خدا کی طرف بلانے والا روشن چراغ“

اس واضح اعلان کے باوجود بشر ہونے کی بنا پر آپ کی قوم نے آپ کی رسالت پر
شک کیا اور آپس میں باتیں بنانے لگے۔

سورہ الانبیاء آیت نمبر ۳ میں ہے کہ کفار کہنے لگے۔

هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَ اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ○ (الانبیاء ۳)

ترجمہ : "یہ (شخص کچھ بھی) نہیں مگر تمہارے جیسا آدمی ہے تو تم آنکھوں دیکھے جادو (کی لپیٹ) میں کیوں آتے ہو۔"

اس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی آنے پر کفار کو جواب دیا۔ سورہ الانبیاء آیت نمبر ۷

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ (انبیاء ۷)

ترجمہ : "اور ہم نے تم سے پہلے مرد ہی (پیغمبر بنا کر) بھیجے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے۔ اگر تم نہیں جانتے تو جو یاد رکھتے ہیں ان سے پوچھ لو۔"

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ اگر اس دنیا میں فرشتوں کی آبادی ہوتی تو ان میں فرشتے ہی پیغمبر بن کر آتے۔ چونکہ دنیا انسانوں کا مسکن ہے۔ اس لئے ان کی ہدایت کے لئے ان میں سے ہی پیغمبر بنا کر بھیجے گئے۔ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۹۵ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ لَّوْ كَانَ فِى الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ○ (بنی اسرائیل ۹۵)

ترجمہ : "کہہ دو کہ اگر زمین میں فرشتے ہوتے کہ اس میں چلتے پھرتے اور آرام کرتے (یعنی بستے) تم ہم ان کے پاس فرشتے کو پیغمبر بنا کر

بھیجتے۔"

سورہ مزمل آیت نمبر۱۵ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس طرح حضرت موسیٰ اپنی ہی قوم کے انسانوں میں سے تھے اسی طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی اللہ کے بندے ہیں۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَیْکُمْ کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ○ (مزمل ۱۵)

ترجمہ: "(اے اہل مکہ) جس طرح ہم نے فرعون کے پاس (موسیٰ کو) پیغمبر (بنا کر) بھیجا تھا اسی طرح تمہارے پاس بھی (محمدؐ) رسول بھیجے ہیں جو تمہارے مقابلے میں گواہ ہوں گے۔"

سایۂ رسول

قرآن پاک کی رو سے تمام مادی اشیاء کے سائے اس بات کی علامت ہیں کہ پہاڑ ہوں یا درخت۔ جانور ہوں یا انسان سب کے سب ایک ہمہ گیر قانون کی گرفت میں جکڑے ہوئے ہیں۔ سب کی پیشانی پر بندگی کا نشان لگا ہوا ہے۔ الوہیت میں کسی کا کوئی حصہ بھی نہیں ہے۔

سایہ پڑنا ایک چیز کے مادی ہونے کی کھلی علامت ہے اور مادی ہونا بندہ اور مخلوق ہونے کا کھلا ثبوت ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو گھنٹوں سجدہ ریز رہتے تھے اور سجدہ ریز ہونے والوں کی امامت کرتے تھے۔

سورہ نحل کی آیت نمبر۴۸ میں ہے۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ یَّتَفَیَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْیَمِیْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ○ (نحل ۴۸)

ترجمہ : "کیا ان لوگوں نے خدا کی مخلوق میں سے ایسی چیزیں نہیں دیکھیں جن کے سائے دائیں سے (بائیں کو) اور بائیں سے (دائیں کو) کو لوٹتے رہتے ہیں (یعنی) خدا کے آگے عاجز ہو کر سجدے میں پڑے رہتے ہیں۔"

سایہ رسول کے متعلق احادیث کی تمام کتب بشمول صحاح ستہ (حدیث کی ۶ صحیح کتب) میں اس مضمون کی کوئی ایک بھی حدیث نہیں ہے۔ مولانا شفیع محمد مفتی اعظم پاکستان کہتے ہیں کہ اس بارے میں صرف ایک حدیث ہے اور وہ بھی سندا" بالکل ضعیف ہے اور اس حدیث کا پہلا راوی عبدالرحمن بن قیس زعفرانی جھوٹا اور ناقابل اعتبار ہے۔ وہ جھوٹی احادیث گھڑتا تھا۔ کیونکہ دھوپ اور چاندنی میں چلنے پھرنے۔ اٹھنے بیٹھنے کے واقعات جو سفر و حضر میں تمام حیات نبویؐ میں پیش آئے کثیرالتعداد ہیں۔ اور پھر دیکھنے والے صحابہ کرام بھی ہزاروں اور صحابہ کرام کی یہ عادت تھی کہ وہ حضورؐ کی ذرا ذرا سے بات نقل و حرکت اور آثار و حالات کے بیان کرنے کا انتہاء اہتمام فرماتے تھے۔ اگر یہ معجزہ واقع ہوتا تو اس کی روایات کے راوی بھی ہزارہا ہوتے لیکن ایسا نہیں ہے۔

آپؐ کا پیغام

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام زندگی اللہ کے ایک عاجز بندے کی طرح گزاری۔ آپؐ اپنا کام اپنے ہاتھوں سے کرتے مسجد نبوی کی تعمیر ہو یا جنگ احزاب میں خندق کی کھدائی ہو۔ آپؐ نے مزدوروں کی طرح مل کر کام کیا اور اپنی زندگی ہی

میں قوم کو خبردار کیا کہ یہود و نصاریٰ کی طرح تم میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا۔

مشکوۃ شریف میں باب دفن بحوالہ مسلم حضرت جابرؓ سے روایت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو گچ سے پختہ کرنے اور اس پر عمارت بنانے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

مشکوۃ باب المساجد بحوالہ بخاری، مسلم ابو داؤد اور نسائی میں حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضورؐ نے فرمایا۔

"خبردار رہو! تم سے پہلے کے لوگ اپنے انبیاء و صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے تھے۔ پس تم کہیں قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنا لینا میں تمہیں اس فعل سے منع کرتا ہوں۔"

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے اپنے مرض الوفات میں فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائے انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔"

حضرت عمرؓ نے صرف شرک کے خوف سے اس درخت کو کٹوا دیا تھا جس کے نیچے حدیبیہ کے مقام پر حضورؐ نے بیعت رضوان لی تھی۔

مسلمانوں کے عقائد کی خستہ حالی دیکھ کر مولانا حالی مرحوم نے اپنی مسدس میں بڑے اچھے طنزیہ اشعار لکھے ہیں۔

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر
جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر

جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر
کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر

مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دیکھائیں
اماموں کا رتبہ نبیؐ سے بڑھائیں
مزاروں پہ جا جا کہ نذریں چڑھائیں
شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں

نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے۔

آپؐ نے نہ صرف شرک جلی کو واضع فرمایا بلکہ شرک خفی کے متعلق بھی خبردار کیا اور فرمایا۔

"چاہیئے کہ تم میں سے ہر ایک اپنی حاجت خدا سے ہی مانگے یہاں تک کہ جوتے کا تسمہ بھی جب ٹوٹ جائے کیونکہ اللہ اگر میسر نہ فرمائے تو جوتے کا ایک تسمہ بھی میسر نہیں آسکتا۔"

بدعت کیا ہے

صحیح مسلم میں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔

"بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے اور راستوں میں بہترین راستہ محمدؐ کا راستہ ہے اور بدترین باتیں دین میں نئی نکلی ہوئی باتیں ہیں۔"

دین میں جو نئی نئی باتیں نکلتی ہیں ان کو بدعت کہتے ہیں۔ بدعت سنت کی ضد ہے۔ بدعت اور اجتہاد میں بہت فرق ہے۔ ہر وہ بات جو حضورؐ کے وقت میں ہو

سکتی ہو مگر انؐ کی یا انؐ کے صحابہ کی ساری زندگی میں کبھی ایک دفعہ بھی ایسا نہ ہوا ہو اور وہ کام کیا جائے تو وہ بدعت ہے۔ مثلاً" حضورؐ کی زندگی میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ فوت ہوئے اور شہید ہوئے۔ آپؐ کے تین پیارے بیٹے بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔ آپؐ کی پیاری بیوی حضرت خدیجہؓ نے بھی آپ کی بعثت کے بعد وفات پائی۔ لیکن آپؐ نے یا آپؐ کے صحابہ نے کبھی ان کی قبریں پختہ نہ کروائیں۔ نہ ان پر قبے (گنبد) بنوائے نہ چادریں ڈالیں نہ پھول چڑھائے حالانکہ اس زمانے میں کپڑا بھی تھا۔ پھول بھی تھے اور نہ ہی کبھی قبروں پر چراغ روشن کیے۔

حضرت ابو بکرؓ صدیق نے وفات کے وقت حضرت عائشہ کو نصیحت کی تھی کہ

"میرے پرانے کپڑے دھو کر مجھے ان میں کفن دینا۔ کیونکہ نئے کپڑوں پر زیادہ حق زندہ لوگوں کا ہے چنانچہ آپ کے لئے صرف ایک چادر نئی منگوائی گئی باقی دو چادریں پرانی دھو کر استعمال کی گئیں۔"

اس واقعہ کا ذکر تاریخ کی تمام کتب میں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بے شمار صحابہ نے وفات پائی لیکن تو کبھی کسی کے قُل ہوئے نہ چالیسواں نہ برسی۔ آپؐ کی زندگی میں اور آپؐ کے بعد بھی نہ تو صحابہ نے آپؐ کا یوم ولادت منایا گیا اور نہ ہی کوئی عرس وغیرہ ہوا۔

گنبد خضریٰ

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب احادیث کی رو سے یہ بات ثابت ہے کہ حضورؐ نے قبروں پر گنبد بنانے سے منع فرمایا ہے تو پھر حضورؐ کے روضہ پر گنبد کیوں ہے؟

آپؐ کے روضۂ مبارک پر گنبد کا پس منظر اس طرح ہے کہ حدیث میں ہے حضورؐ نے فرمایا تھا۔

"پیغمبر جہاں فوت ہوتے ہیں ان کا مدفن وہی جگہ ہوتی ہے۔"

اور حضورؐ چونکہ حضرت عائشہؓ کے حجرے میں فوت ہوئے تھے اور حجرے کی چھت ہوتی ہے اس لئے آپؐ کو حجرے ہی میں دفن کر دیا گیا۔ یہ حجرہ مبارک کیونکہ مسجد نبوی کے ساتھ متصل تھا۔ اس لئے جیسے جیسے مسجد کی تزئین و آرائش ہوتی رہی موسموں کے اثرات سے بچانے کے لئے اس کی بھی مرمت ہوتی گئی۔ اور جب کچھ لعینوں نے آپؐ کے جسم اطہر کو وہاں سے نکالنے کی کوشش کی تو سلطان نور الدین زنگی نے ۵۵۷ ہجری میں روضہ نبویؐ کے اردگرد اتنی گہری خندق کھدوائی کہ پانی نکل آیا پھر اس خندن میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال کر اسے سطح زمین تک بھر دیا گیا تاکہ آئندہ کسی بد طینت کو قبر نبویؐ تک پہنچنے کی جرأت نہ ہو۔

گنبد خضریٰ اس مقصورہ کی بنیادوں پر قائم ہے۔ مقصورہ کی مربع عمارت کی جالیوں میں سے نظر ڈالنے پر اندر جو مخمس عمارت دکھائی دیتی ہے۔ اسے ۸۸ ہجری میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ولید بن عبدالملک کے حکم پر تیار کروایا تھا۔ اس کے اندر حضرت عائشہ صدیقہ کا کچا حجرہ مبارک اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔ جہاں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دو جلیل القدر خلفاء آرام فرما

رہے ہیں۔ جب لوگ درود و سلام کے نذرانے پیش کرتے ہیں۔ تو حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں کے درمیان تین دیواریں حائل ہوتی ہیں۔ علماء اور صلحاء کا ارشاد ہے کہ اس میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ حجرہ اقدس میں انوار و تجلیات کا نزول اس قدر ہے کہ کوئی نگاہ اور قلب ان کی تاب نہیں لا سکتا۔

نوٹ: (۵۵۷ ہجری میں نور الدین زنگی کے عہد میں روم کے نصرانیوں نے حضورؐ کے جسد اطہر کو نکالنے کے لئے سرنگ کھودی تھی۔ اس ناپاک جسارت کے متعلق حضورؐ نے نور الدین زنگی کو خواب میں آگاہ فرمایا اور ان دو اشخاص کی شکلیں بھی دکھائیں جو نیکی اور تقویٰ کا بھیس بدل کر روضہ رسولؐ کے قریب ٹھہرے ہوئے تھے۔ چنانچہ نور الدین زنگی نے ان دونوں بدبختوں کی گردنیں تن سے جدا کر دیں۔ اور دیر تک زار و قطار روتا رہا کہ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے محبوب حبیبؐ نے اس سے یہ خدمت لینا پسند فرمائی۔ اور وہ سجدہ شکر بجا لایا)

جناب عامر عثمانی مرحوم اپنی کتاب "بدعت کیا ہے۔" میں لکھتے ہیں نفل نماز پڑھنا ایک ثواب کا کام ہے۔ مگر چونکہ نماز عید سے پہلے نفل پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول نہیں رہا اس لئے ایک شخص کو نماز عید سے پہلے دوگانہ پڑھتے دیکھ کر حضرت علیؓ نے اسے ٹوکا۔ اس شخص نے جواب دیا نماز کوئی گناہ کی بات نہیں جس کی وجہ سے مجھ پر عذاب ہو گا۔ حضرت علیؓ نے اس پر فرمایا۔

"جب تک کسی کام کا ثبوت رسول اللہؐ کے قول و فعل سے نہ ملے اللہ تعالیٰ اس کا ثواب نہیں دیتا۔ تیری نماز اس لئے ایک بے معنی اور عبث کام ہو گا اور عبث کام کرنا حرام ہے۔ کیا عجب ہے کہ پروردگار عالم

اپنے نبیؐ کی مخالفت کرنے کی وجہ سے اس نماز کے سبب تجھے عذاب دے۔"

نماز تراویح کے سلسلے میں حضرت عمرؓ پر بھی بدعت کا الزام ہے لیکن یہ وقت کے تقاضہ کے مطابق اجتہاد تھا۔ حضورؐ کے زمانہ میں بھی بعض اوقات نماز تراویح باجماعت پڑھی جاتی تھی۔ لیکن حضورؐ نے اسے فرض قرار نہیں دیا تھا۔ یعنی یہ ایک طرح سے سنت ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں جب جھوٹے نبیوں کے خلاف جنگوں میں تقریباً" ۷۰۰ حافظ قرآن صحابہ شہید ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے قرآن پاک کی سینوں میں حفاظت کی خاطر تراویح کا اہتمام ضروری قرار دیا۔ اور یہ بہت اچھی بات ہے۔ اس طرح حفاظ کی کم از کم ایک دفعہ قرآن پاک کی دہرائی ہو جاتی ہے۔

حجاج بن یوسف کے قرآن پاک پر اعراب لگانے پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ بھی تو دین میں نئی بات ہے لیکن یہ بدعت نہیں اجتہاد تھا۔ حضورؐ کے بعد بے شمار عجمی علاقے فتح ہو جانے سے ان کو عربی زبان کی قرأت سکھانے کے لئے اعراب بہت ضروری تھے۔ اور اس کا عجمی مسلمانوں کو بہت فائدہ ہوا اور یہ بہت اچھا اجتہاد تھا۔ ہو سکتا ہے یہ اجتہاد حجاج بن یوسف کی بخشش کا سامان بن جائے۔

وقت کی اہم ضرورت

مسلمان کے لئے اگر کوئی خطرہ ہے تو یہ ہے کہ وہ خود اسلامی تعلیمات سے ناواقف ہے۔ وہ وہی کرتا ہے جو اس کے آباؤ اجداد کرتے تھے۔ وہ قرآنی احکامات اور احادیث کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا جس علم پر اس کے دین کا دارومدار ہے اگر وہ ہی حاصل نہ ہو گا تو جہالت کی بنا پر کسی وقت بھی راہ راست سے بھٹک سکتا

ہے۔

سورہ الحجرات کی آیت نمبر ۱۳ میں ہے۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (حجرات ۱۳)

ترجمہ: "تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔"

یعنی جو خدا سے جتنا زیادہ ڈرتا ہے وہ اتنا ہی زیادہ خدا کے نزدیک عزت والا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک بت پرست گھر میں پیدا ہوئے لیکن جب انہوں نے خدا کو پہچانا تو خدا نے ان کو ساری دنیا کا امام بنا دیا اور وہ خلیل اللہ اور معمار کعبہ ہوئے۔ جب کہ حضرت نوح علیہ السلام کا لڑکا ایک پیغمبر کے گھر میں پیدا ہوا۔ مگر اس نے خدا کے احکامات کی نافرمانی کی تو اللہ نے اس کے خاندان کی کچھ پرواہ نہ کی اور اسے ایسا عذاب دیا جس پر دنیا کو عبرت حاصل ہونی چاہئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اللہ کے نزدیک انسان اور انسان میں فرق صرف علم اور اس پر عمل کی بنا پر ہے۔

سورہ فاطر آیت نمبر ۲۸ میں ہے۔

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ ○ (فاطر ۲۸)

ترجمہ: "خدا سے تو اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں۔"

سورہ حشر آیت نمبر ۲۱

لَوْ اَنْزَلْنَا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَہٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُھَا لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ ○ (حشر ۲۱)

ترجمہ : "اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم اس کو دیکھتے کہ
خدا کے خوف سے دبا اور پھٹا جاتا ہے۔ اور یہ باتیں ہم لوگوں کے لئے
بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور کریں۔"

قرآن پاک ایک عظیم ضابطہ حیات ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس اور اقوال و افعال ایسا روشن چراغ ہیں جس نے جہالت کے اندھیرے میں چراغاں کیا۔ اس کتاب (قرآن پاک) کے مخاطب ایسے جاہل اور گنوار لوگ تھے جن کے پاس اپنی تعلیم و تربیت کا کوئی ادارہ نہ تھا۔ لیکن آپؐ کے ذریعے قرآن کی تعلیم نے ۲۳ سالہ مختصر دور میں عرب کی تاریخ میں زبردست انقلاب برپا کردیا۔ اور پھر یہ قوم دنیا میں ایک ایسی قوم بن کر ابھری جس نے تلواروں کی چھاؤں میں بھی کلمہ توحید پڑھا۔ جو خود سر اور ضدی قوم تھی اس نے جب تلوار اٹھائی تو اپنے راستے کی ہر دیوار توڑ کر آگے ہی آگے بڑھتی گئی۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے
(اقبال)

جو ڈاکو تھے وہ ایسے ایمان دار ہوئے کہ لاکھوں کا مال غنیمت پوری ایمانداری سے بیت المال میں جمع کروادیتے۔ امیر المومنین کی دیانتداری کا یہ حال تھا کہ بیت المال سے ایک چھٹانک شہد لینے کے لئے عوام کی اجازت مانگتے۔ حسب نسب پر غرور کرنے والے حضرت بلال حبشیؓ کو جو غلام تھے یا سیدنا کہہ کر پکارتے۔ جس قوم

Kanwer Abdul Rehman
Raja Akhter
Sahiwal Sargodha

میں عورت کو ذلیل اور حقیر چیز سمجھا جاتا تھا اس قوم کا امیر اگر کوئی عورت قرآن و سنت کے مطابق صحیح رائے دیتی تو اپنی رائے بدل دیتا تھا۔

عیون الاخبار لابن میتہ جلد نمبر ا صفحہ نمبر ۲۷ میں ہے کہ حضرت محمدؐ نے نماز جنازہ کا طریقہ ایک عورت حضرت اسما بنت عمیس کی رائے سے شروع کیا انہوں نے حبشہ میں نصاریٰ کے ہاں دیکھا تھا۔

یہ قوم اتنی غیرت مند تھی کہ دنیا کے کسی کونے میں کسی مسلمان پر کوئی آفت پڑتی یہ فوراً اس کی مدد کو جاتے اور دشمن کو نیست و نابود کردیتے۔ ان کی روحیں شوق شہادت سے سرشار تھیں اور قوت کا یہ عالم تھا کہ

ہر مسلمان رگ باطل کے لئے نشتر تھا۔

الاتقان فی علوم القرآن میں مندرجہ ذیل روایت بحوالہ مبادی تدبر قرآن از مولانا امین احسن اصلاحی۔

ابو عبدالرحمن سلمی کہتے ہیں کہ مجھ سے ان لوگوں نے بیان کیا جو قرآن کو پڑھتے پڑھاتے تھے۔ جیسے حضرت عثمانؓ بن عفان اور حضرت عبداللہؓ بن مسعود۔ ان لوگوں کا یہ دستور تھا کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دس آیات پڑھ لیتے تو جب تک ان آیات کے تمام علم و عمل کو اپنے اندر جذب نہ کرلیتے آگے قدم نہ بڑھاتے۔ انہوں نے کہا ہم نے قرآن کے علم و عمل دونوں کو ایک ساتھ حاصل کیا اور یہی وجہ ہے کہ ایک ایک سورت کے حفظ میں وہ لوگ برسوں لگا دیتے تھے اور یہ وہ لوگ تھے جن کی اپنی مادری زبان میں قرآن نازل ہوا تھا۔ حفظ قرآن سے ان کا مطلب یہ تھا کہ قرآن ان کی پوری شخصیت میں رچ بس جائے اور یہ نور ہدایت

ان کے ہر قول و عمل سے ظاہر ہوتا تھا۔

سورہ شوریٰ آیت نمبر ۱۴

وَإِنَّ الَّذِينَ أُورِثُوا الْكِتَابَ مِن بَعْدِهِمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ۝ (شوریٰ ۱۴)

ترجمہ: "اور جو لوگ ان کے بعد (خدا کی) کتاب کے وارث ہوئے وہ اس (کی طرف) سے شک کی الجھن میں (پھنسے ہوئے) ہیں۔"

سورہ انعام آیت نمبر ۱۹

هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ ۚ (انعام ۱۹)

ترجمہ: "اور یہ قرآن اس لئے اتارا گیا ہے کہ اس کے ذریعے لوگوں کو آگاہ کرو"۔

سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۸۵

الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۚ (بقرہ ۱۸۵)

ترجمہ: "قرآن جو لوگوں کا راہنما ہے اور جس میں ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور جو (حق و باطل کو) الگ الگ کرنے والا ہے۔"

سورہ توبہ آیت نمبر ۱۲۲

فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ (توبہ ۱۲۲)

ترجمہ: "پس کیوں نہیں نکلتا ہر ہر فرقے میں سے ان کا ایک گروہ تا کہ سمجھ پیدا کرے دین میں۔"

آنحضور نے فرمایا ہے۔

خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ

ترجمہ : "تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن سیکھتے اور سکھاتے ہیں۔"

آنحضور نے فرمایا ہے کہ جس شخص کو قرآن ایسی دولت عطا ہوئی اور پھر بھی اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کسی اور کو اس سے بڑھ کر نعمت ملی ہے تو اس نے قرآن کی قدر و منزل کو نہ پہچانا۔ سورہ شوریٰ کی آیت نمبر ۱۰ میں ہے۔

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللّٰهِ ۚ
ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ⑩ (شوریٰ)

ترجمہ : "اور تم جس بات میں اختلاف کرتے ہو۔ اس کے فیصلے کا حق اللہ ہی کو ہے۔ یہی خدا میرا پروردگار ہے۔ اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں۔ اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔"

سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۰۴

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ
بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ
الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (آل عمران ۱۰۴)

ترجمہ : "اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونے چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے۔ یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں۔"

مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی حالت بہتر بنانے کے لئے اور تفرقہ بازی کی دیوار کو توڑنے کیلیئے جہاد کی ضرورت ہے۔

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
ملا کی آذان اور مجاہد کی اذان اور
(اقبال)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اتحاد اور اتفاق کی برکت سے عظیم طاقت بنا دے اور ہمارا دل بھی اسی طرح دنیا کے ہر دکھی مسلمان کی پکار پر تڑپے جس طرح قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا اپنے بھائیوں کے لئے تڑپتا تھا۔ اگر دلوں میں جذبہ جہاد بے دار ہو تو کسی کافر کو مسلمان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہ ہو۔

شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"چڑیاں بھی اگر متحد ہو جائیں تو شیر کی کھال کھینچ سکتی ہیں۔"

ہمیں قرآن کی وراثت کا حق ادا کرنا ہے۔ دلوں کو جوڑنا ہے کیونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

"مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔"

دلوں کو مرکز مہر و وفا کر
حریم کبریا سے آشنا کر

جسے نان جویں بخشی ہے تو نے
اسے بازوئے حیدر بھی عطا کر

(اقبال)

سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۰۱

وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۝
(آل عمران ۱۰۱)

ترجمہ : "اور جس نے خدا (کی ہدایت کی رسی) کو مضبوط پکڑ لیا وہ سیدھے راستے لگ گیا۔"

لاتفرقوا

غزالہ اظہر

ندیم بک ہاؤس

میاں چیمبرز ۳، ٹمپل روڈ لاہور فون ۶۳۶۲۶۰۶

I-8 مرکز اسلام آباد: ۲۱۶۳۱۸

[illegible] کراچی